وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

بفضل خالق کونین رب المشرقین والمغربین کتاب

RARE BOOK

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا

آسائش دارین

در زبان اردو مشتمل معاملات

لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت

بار اول

قیمت فی جلد

من تصنیف شیخ ظہور الدین ہیڈ ماسٹر ساکن قصبہ سیتک (پنجاب)

سول اینڈ ملٹری نیوز لدھیانہ مطبع میں طبع ہوا

Ludhiana "Civil & Mily. News" Press.

[illegible]

فہرست مضامین کتاب آسائش دارین

غلطنامہ کتاب سائنز دار بین

صفحہ / سطر	غلط	صحیح	صفحہ / سطر	غلط	صحیح	صفحہ / سطر	غلط	صحیح
1 / 6	نیال میں	خیال	94 / 4	وائے شراب	سوائے شراب	122 / 1	چچاچچی	چچاچچی
6 / 5	کسکو	کیسکو	95 / 14	بنصاحت	بدخصلت	122 / 10	مروسنے	مرد
9 / 14	کے انگریزی	کہ انگریزی	96 / 3	عقل کم	عقل گم	124 / 1	کسجلت چالتیں	کسجالت ہیں
10 / 21	کا ...ولوں	کارروائیوں	89 / 8	ونیا	دنیا	127 / 15	بدرہ	بدررو
16 / 1	غلطاں پیچاں	غلطاں وپیچاں	90 / 1	تفصیل کہنا	تفصیل لکھنا	128 / 1	کسافت	کثافت
16 / 3	دنیامیں	دنیا دین	90 / 4	اونبعض کو	اور بعض کو	129 / 11	خیال ہے	خیال رہے
22 / 21	شروع	شرع	94 / 10	کاف سر	کاف کہی	131 / 11	او کہنے	اور سب کہنے
24 / 10	یادکرکے	یادکرے	97 / 20	حراجات	اخراجات	137 / 9	بچےلو	بچےکو
24 / 14	شکم بوری	شکم پُری	99 / 20	مروری	ضروری	137 / 7	جزام	جذام
31 / 1	تینزلی	تنزلی	101 / 12	نہونے	ہونے	141 / 18	نہوجاوے	ہوجاوے
[illegible]	کزائی	گدائی	103 / 14	دیکھتے	دیکھنے	142 / 21	اُسیوقت	اُسوقت
[illegible]	بہی ترک	[illegible]	105 / 20	مانگکر	مانگ کر	145 / 4	پوری بہی	پوری ہی
[illegible]	مقرر کر آہ	مقرر جاہی	106 / 1	بیکے	بیلے	145 / 6	جواوراگر	اوراگر
[illegible] / 6	قدیم لی	قائم کی	106 / 15	گہانے	کہانے	145 / 7	بعدکچھہ	بعدجوکچھہ
[illegible] / 15	ٹھوردان	کثوردان	106 / 18	تب بہی	تب ہی	168 / 11	چندمکر	چندملکر
[illegible] / 15	مرکب بہی	مرکب ہی	111 / 30	شہردلوں	شہر والوں	171 / 17	دست ندازی	دست اندازی
[illegible]	اوراست	بعداز محنت	114 / 1	نسب	انسب	173 / 7	پہلہی ہر	پہلے
[illegible] / 5	عاملوں	علموں	116 / 1	یہہ ہیں	یہہ میں	179 / 7	کسی فعل کے	کسی کے فعل
[illegible] / 14	بناسیلیے	میں سیکھے	116 / 3	حفت	جفت	204 / 10	ان ہی باغوں	ان باغوں
دواء / 1190	زکام	زکام	119 / 10	قصہ	قضیہ			

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد اور ثنا اُس خالقِ زمین و آسمان مالک ہر دو جہان کی کس زبان سے بیان کیجاوے کہ جس نے اس تمام موجودات کو صرف ان حضرت انسان کیلئے بنایا تاکہ اوسکی نعمتون کو علیحدہ علیحدہ اونکے موقعون پر استعمال مین لا کر لذت و حظ اُٹھا کر دل و جان سے اُسکا شکریہ کرین۔ قطعہ ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند ۔ تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نخوری ۔ ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار ۔ شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری ۔ جانے غور ہے کیسی ہماری خاطر اور کیا کیا سامان ہمارے لئے مہیا اور کیسے کیسے میوہ جات و اشیائے خوردنی و پوشیدنی ہمارے واسطے پیدا کئے۔ اور ہم لوگ کبھی بھولکر بھی اس امر کا خیال مین نہین لاتے کہ شکریہ کیا یعنی ناشکری و بے صبری اسکی قدرتون مین دخل دینا اوسکے کامون مین چون و چرا کرنا ہمارا شیوہ ہو رہا ہے بلکہ بعض کور باطنون نے تو یہان تک قدم بڑہایا ہے کہ موجودات کا پیدا ہونا ہی خود بخود خیال کرتے ہین گویا کہ خالق اور مخلوقیت ہی کے قائل نہین پس ناشکری کے درجہ کو توان عجیب الخلقت مسلوب العقل انسانون نے تمام کر دیا اور فہمی بھی اس فرقہ پر ختم ہو گئی نعوذ باللہ من ذالک

نعت احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم

نعت اُس رہبر صادق پیغمبر برحق نبی اکرم فخر بنی آدم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھنا ناممکن

ہے کہ جسکے باعث سے اس عالم کا ظہور اور اسکی گوناگون نعمتون کا ملنا ہاتھ سے منظور ہوا
دیا جسکے وسیلہ سے ہم نے قعر بحر گمراہیت سے آزادی پاکر خزانہ ایمان حاصل کیا۔ اور اسکی اُمت
مین داخل ہوکر راہ راست کو پا لیا۔ کیسا ہادی کہ جسکی اطاعت کے لئیے خود خداوند برتر نے اپنی
اطاعت کے ہمراہ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ کا حکم صادر فرمایا اور کیسا رسول کہ
جس نے علاوہ اپنے کارمنصبی کے اپنی امت کے حامی اور مددگار ہونے مین کوئی دقیقہ
اُٹھا نہین رکھا۔ **قطعہ** ہزار شکر کریا کیا کین عنایتین ہم پر ٭ بیان جنکا نا زد صف ہو وہ اکمترد
شہانہ تیرے عیوض سے ہون ہم ادا ہرگز ٭ ہزار جان سے ہو جا مین گر فدا تمپہ ٭

عرض مصنف

اما بعد کمترین ظہور الدین ساکن قصبہ رہتک بہ صاحبان ذی فہم کی خدمت مین اس رسالہ کا پیش کرنا
گو کہ از قسم بے ادبی اور چھوٹا موہنہ بڑی بات سمجھتا ہے لیکن اُمید کہ اگر نظر غور سے ملاحظہ فرمائینگے
تو نہایت محظوظ خاطر ہون گے اور اس قواعد نبدی اور دستورالعمل سے فوائد کثیر اُٹھا کر مصنف کو دعا
خیر سے ضرور یاد کرینگے۔ یہ اگرچہ مختصر ہے مگر مفید خاص و عام ہے۔ اور اہل تعصب کے لئے گو کہ محض فضول
اور ناکام ہے لیکن تاہم اس صفت کے آدمی کو بندہ کا دور ہی سے سلام اور ان اوراق کو ایک نظر
دیکھنے کے لئے پیغام ہے۔ چنانچہ واسطے سہولیت بیان اس کتاب کو جو کہ درحقیقت رہنمائے
آسائش دارین ہے تین مقالون مین تقسیم کرکے ہر ایک کا نام جداگانہ رکھا گیا۔ **مقالہ اول**
مجلی باطن۔ **مقالہ دویم صیقل معاملات**۔ **مقالہ سویم گلدستہ صحت** اور بعدہٗ
ہر ایک حصہ کو موافق اُسکے مضمون کے مختلف بیانات مین منقسم کیا گیا اُمید کہ منصف مزاج بغور
زیر نظر فرما کے غلطیون سے (جو کہ دراصل انسان کی بناوٹ مین ہی موجود ہین) درگذر فرماوین اور
مطلب و معنی پر لحاظ کرکے ان قوانین پر پابند ہونے کی کوشش کرین ٭

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ

مقالہ اول مجلی باطن

بیان انسان اور اوسکے روح اور جسم کا

واضح ہو کہ بنظر تعمق دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک انسان درحقیقت دو حصون مین تقسیم ہے ایک تو اسکا ظاہری جسم ہے جس سے کہ وہ چلتا پھرتا اور حرکت کرتا ہے اور یہہ آنکھون سے نظر بھی آتا ہے اور چھونے سے معلوم بھی ہوتا ہے اور دوسرا باطنی جسم ہے کہ جسکو روح کے نام سے مشہور کرتے ہین اور یہہ نہ آنکھون سے نظر آتا ہے اور نہ مس کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر عقل تبلاتی ہے کہ ارادہ ولیکر نیوالا حسی و رنج کا اُٹھانیوالا اور موت کے وقت بغیر نظر آئے نکل جانیوالا کوئی دوسرا جسم ہے ورنہ جسم ظاہری تو مردہ کا بھی پورا ہوتا ہے کہ جس مین نہ کوئی ارادہ ہے اور نہ حرکت اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہہ جسم ظاہری درحقیقت باطن ہی کا ماتحت دیا اُسکا مکان ہے اسکو بذات خود کچھ اعتبار نہین۔ علاوہ ازین یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس جسم اندرونی کے بھی بعینہ وہی اعضا موجود ہین جو کہ جسم ظاہری کے لیکن عوام الناس مین تو بجز ارادہ نیک و بد کے اس جسم کی اور کوئی حرکت نظر نہین آتی مگر خواص کہ جنکو پوری پوری مشق ہوتی ہے اندرونی جسم کے ہر ایک عضو سے اسکا کام بدرجہا بہتر لے سکتے ہین بلکہ ایسی کارروائیان تو اعضاء ظاہری سے ممکن ہی نہین مثلاً ہزار میل سے کسی شئے یا انسان کو دیکھ لینا یا پچیس میل سے بات کا سن لینا دیا آنًا فانًا بغیر از مدد سواری و جہاز کے ایک بعید مسافت کو طے کر ڈالنا وغیرہ وغیرہ مگر یاد رہے کہ جب غور کرنے سے اس اندرونی جسم کا ہونا ثبوت ہوتا ہے ویسے ہی غور در غور کرنے

محنت اور مشقت اٹھانے سے انسان اعضاء اندرونی کے حرکات و سکنات پر بھی قابو پا جاتا ہے جو کہ جسم ظاہری کے حرکات کو روکنے اور لذات و خواہشات کو ترک کرنے سے حاصل ہوتے ہین۔ پس جبکہ اندرونی جسم کا ہونا پایہ ثبوت کو پہونچ گیا تو اب معلوم کرنا چاہیئے کہ جس طرح جسم ظاہری کے اعضاء مین نقص آنے دیا بیمار ہونے سے اُسکے حرکات و سکنات مین فرق آجاتا ہے اسیطرح اندرونی جسم کے بیمار ہونے سے بھی وہ اپنا کام بخوبی انجام نہین دیسکتا۔ بلکہ باین حالت تو اُس شخص کے افعال ظاہری بھی جو کہ صرف بیرونی جسم سے تعلق رکھتے ہین اوٹ پلٹ ہو جاتے ہین کیونکہ اصل مین تو یہ تابع اور فرمان بردار باطن ہی کا ہے۔ علاوہ ازین یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ جیسے ان ہر دو اجسام اندرونی و بیرونی کے امراض کے لئے علاج اور تدابیر الگ الگ ہین اسیطرح اسکے حکیم بھی علیحدہ علیحدہ ہین۔ چنانچہ حکیم جسمانی سے تو سب واقف ہی ہین مگر حکیم روحانی بھی کہ جن سے اکثر لوگ ناآشنا اور بعض غیر معتقد نظر آتے ہین موافق اپنی لیاقت ہوشیاری اور مشاقی کے بڑے بڑے اور مایوس شدہ لاعلاج مریضون کا علاج کر کے روح کو درجہ تندرستی تک پہونچا دیتے ہین۔ لیکن افسوس چشم بینا ہی نہین ہے اور نہ یقین کہ جس سے مرض معلوم ہون اور حکیم نظر آوین۔ پس چاہیئے کہ انسان اول تو اپنا اعتقاد قائم کر کے حکمت روحی کی کتابین زیر نظر رکھے اور بعدہ کوشش کر کے حکیم کی تلاش کرے تو غالباً کچھ نہ کچھ تجلی دیکھ لیگا۔ کیونکہ مثل مشہور ہے جوئندہ یابندہ۔ اور بغیر از تلاش گھر بیٹھے تو ایک تنکا بھی باوجود اسقدر عام ہونے کے نہین ملتا۔ مگر یہان پر تو اس علم کا مفصل بیان بوجہ نہونے چندان علم و لیاقت کے ترک کیا گیا لاکن تاہم اس مقابلہ مین اس علم کے معنی اور مختصر مطلب اور چند امراض کے نام اور اُنکی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ پس مخفی نرہے کہ جیسے حواس خمسہ ظاہری کے تندرست رہنے سے جسم کے افعال قایم اور ٹھیک رہتے ہین اسیطرح حواس خمسہ باطنی کے باعث روح بھی صحیح و سالم حالتین رہکر اپنے پورے فرائض ادا کرتی ہے۔

اور حواس خمسہ ظاہری یا پنچ اقسام کے معلومات کہ جنکے افعال کے مجموعہ کو ہوش ظاہری

کہتے ہین یہ ہین۔ ناک سے سونگھنا۔ آنکھون سے دیکھنا۔ کانون سے سننا۔ زبان سے چکھنا۔ اور کل
جسم کے اعصاب یعنی پٹھون کے ذریعے حس یعنی گرم و سرد اور چوٹ وغیرہ کا اثر معلوم ہونا
اور یہ پانچون حواس انسان کے لئے علاوہ دنیا کی امورین کا آمد ہونیکے زندگی ظاہری کے
لئے بھی نہایت ضروری ہین یعنی اگر یہ سب ایک دم سے ضائع ہوجاوین تو انسان زندہ ہی
نہین رہ سکتا۔ اور بحالت جاتے رہنے ایک دو یا تین حواس کے و یا کم ہوجانے کسی
خاص طاقت کے یہ جسم مریض اور معذور گنا جاتا ہے۔ اور علی ہذا القیاس حواس خمسہ باطنی
ہین کہ جنکے افعال کے مجموعہ کو ہوش باطنی کہتے ہین اور یہ اپنے افعال مین علاوہ بدرجہا
عمیق اور وسیع ہونیکے امورات دینی مین بھی بہت مفید اور کار آمد ہین اور انکے تندرست اور
قایم رہنے پر گویا کہ زندگی باطنی منحصر ہے اور ان حواسونکا اثر گو کہ تمام و کمال تصوری اور
ظاہر بے حقیقت نظر آتا ہے لیکن اگر انکی پوری پوری مشق کیجاوے تو حرکات و سکنات ظاہری
انکے سامنے کچھ بھی حقیقت نہین رکھتے۔ اور ان ہر دو ظاہری اور باطنی ہوشون کے
ملنے سے جو ایک بہت بڑا اثر و یا ادراک ہر طرح کی سمجھ اور بوجھ کا انسان مین پیدا ہوجاتا ہے
اسکو عقل کہتے ہین اور یہی عقل جو کہ در اصل گویا کہ دس حواسون کے ملنے سے بنی ہے
انسان کی ہادی اور رہنما بنکر خالق۔ و مخلوق۔ صانع۔ و مصنوع۔ خدا و رسول۔ مرض و آرام
تکلیف۔ نیک و بد۔ گرم و سرد کو اپنے اپنے درجہ اور روشنی کیموافق سب کچھ بتلاتی ہے۔ افسوس
کہ یہ صاف اور تندرستی کیحالت مین بہت ہی کم ملتی ہے اسیواسطے تندرست آدمی بھی اس جہان
مین نادر الوجود سے ہین۔ جس شخص کو دیکھیے اوسی کے حواس مین فرق ہے۔ جس انسان
کو غور سے ملاحظہ فرمایئے وہی مجنون نظر آتا ہے۔ اگر کوئی حواس ظاہری مین تندرست ہین
تو باطن کا ضرور۔ کانا۔ اندھا۔ بہرا۔ گونگا۔ لنجا۔ و یا کمزور اور حد درجہ کا لقوہ ہے۔ اور ان لتون
کا ثبوت انکی گفتگو اور افعال سے بخوبی ہوجاتا ہے جسکو کہ حکیم روحی ہی خوب پہچانتے
ہین مگر تاہم یہان پر چند علامات تندرستان باطن کی لکھی جاتی ہین کہ جنسے ہر ایک

شخص تندرست اور مریض کا مقابلہ کرکے فرق معلوم کرسکتا ہے۔ چنانچہ اون مین سے مشہور او-
خاص علامات تو یہہ ہین کہ ایسے لوگون مین غصہ۔ طمع۔ اور اپنی بڑائی کرنا ہرگز ہرگز نہین ہوتا۔
اور عام حالت انکی یہہ ہوتی ہے کہ وہ نہ تو نظر بد سے کسیکو دیکھین اور نہ برا کلمہ کانون سے سنین
اور نہ ناجایز کلام اپنی زبان سے نکالین اور نہ حرام لقمہ پر موہنہ ڈالین۔ بلکہ شبہات سے بھی پرہیز
کرتے ہین اور نہ کسی بدکام کیجانب و یا کسیکو آزار دینے کے واسطے اپنے بدن کو حرکت دین۔ اونکو
انکو دنیا کے نام و لذت کے ملنے کی خوشی اور نہ ہاتھ سے جاتے رہنے کا رنج ہوتا ہے۔ بلکہ ہر
حال کو بجانب اللہ ہونا مانکر ہر وقت صبر و شکر مین رہتے ہین اور اوسکے احکام امر و نہی کے پورے
طور پر پابند ہوکر خوف زدہ۔ سر بسجود۔ عبادت مین مصروف اور نیز طلبگار معرفت اور امیدوار
رحمت و مغفرت کے رہتے ہین۔ اور اسکے برخلاف حالت اور عادات والے جسقدر کہ ہین
وہ اپنی اپنی کیفیت اور درجہ کے موافق گویا کہ سب مریض ہین خواہ ظاہر اوہ کیسے ہی متبرک
کیون نہون و یا اون سے کیسے ہی افعال عجوبہ خلاف فطرت بشری صادر ہون۔ کیونکہ یہ
تو صرف خواہشات اور لذات کو ترک کرکے حواس باطنی کا کچھ تصفیہ حاصل کرنے اور کسی استاد
سے چند کرتب سیکھنے اور مشق کرنے سے بھی ہوسکتا ہے غرضکہ جسکے آئینہ دل پر ذرہ برابر
بھی عکس ماسوا اللہ و یا کسی حکم الہی کا انکار اور حقارت ہو تو اوسکو پورا مریض روحی سمجھنا چاہیے
اور ایسا شخص ہرگز لائق اعتبار کے نہین ہے۔ علاوہ ازین اس مقام پر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے
کہ انسان مین سوائے محسوسات ظاہری و باطنی کے کہ جنکا مجملاً تذکرہ اوپر آچکا ہے چند دیگر قوتین۔
صفات۔ خواہشات۔ اور لذات بھی پائی جاتی ہین کہ جن مین سے چند تو زندگی کے لیے ضروری مفید
اور فرحت بخش ہین انکو صفات حیوانی کہتے ہین یعنی جو کہ تمام جانداروں مین بھی موجود ہین مثلاً بھوک
پیاس۔ شہوت۔ محبت جنسی۔ پس جو لوگ کہ صرف انہین اوصاف کے پابند ہین جیسا کہ اکثر
عیاش اور بے فکر ہوتے ہین تو وہ گویا کہ انسانیت سے ہی خارج ہین۔ اور چند صفات و قوا ایسے
ہین کہ جنکو ملکات فاضلہ یعنی نیک خصلتین کہتے ہین وہ یہ ہین۔ یقین۔ شکر۔ تواضع۔ قناعت۔

رحم - خلق - عفت - محبت - عدالت - سخاوت - شجاعت - اور چند قوا مددگار عقل کے مین وہو ہذا - ذہن - حافظہ - استقلال - ہمت - اور نیک - غور - خیال - قیاس - اور گمان - اور چند قوتین اور خواہش آزار دہندہ و خبط کنندہ عقل مین انکو ملکات ردیہ یعنی بد خصلتین کہتے ہین مثلاً بد اعتقادی - ناشکری - کبر - بغض - حسد - بخل - غصہ - کذب - زیادہ گوئی ریا - بے حیائی - وہم - چنانچہ یہ سب مذکورہ بالا صفتین اور قوتین گویا کہ انسانیت کا باعث ہین پس انہین سب کے موجود اور قایم رہنے پر اپنے مالک کے احکام کو زیر نظر کر کے نیک کام کرنا اور بد سے احتراز رکھنا - جائز کام پر محدود رہنا اور ناجائز سے اپنے تئین بچانا اور تسبیر عبادت اور ریاضت کرنا ہی تو تعریف خوبی اور محک امتحان ہے - ورنہ بغیر از موجود ہونے کسی قوت اور خواہش کے نیک اعمال پر پابند ہونا تو کچھ بھی مشکل نہ تھا - تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب قوتین اور صفات و بانکی بنیاد کم و بیش ہر ایک مین ہی پائی جاتی ہین صرف اتنا فرق ہے کہ اول تو دو متضاد یعنے آپس کی ضد والی خصلتین مفرد شخص مین ایک خاص وقت مین جمع نہین ہو سکتین - اور دویم بعض مین تو بعض صفات خوب عیان اور قیمی ہو جاتی ہین اور بعض شخص مین ایسی کمی کے ساتھ ہوتی ہین کہ بغیر از معلوم دیگر کے کسی خاص موقع پر تھوڑا اثر دکھلا جاتی ہین یا اور گاہے یہ بھی ممکن ہے کہ بعض خصائل کسی مین موجود ہی نہون یا پیدا ہی نہ ہوئی ہون اور ما سوائے اسکے یہ بھی معلوم رہے کہ انہین نیک و بد خصائل کے اثر اور ذریعہ سے انسان خوش مزاج و بد مزاج بھی بنجاتا ہے جیسا کہ گاہے خصلتونکے تبدیل ہونے پر پھر اچھا اور برا ہو سکتا ہے - غرضکہ جسقدر بد خصائل اور ناجائز خواہشات و لذات روحی ہین کہ جو انسان پر غالب یا جنکی ناپایدار کیفیت کا یہ ہر وقت طالب رہتا ہے یہی درحقیقت اسکے امراض باطنی بھی ہین اور یہ امراض کہ جنکی بیخ گویا کہ ہر ایک کے باطن مین موجود رہتی ہے تمام و کمال ایک مفرد شخص کے اندر زمانہ واحد مین بہت ہی کم نظر آتے ہین - ہان البتہ اکثر ایک - دو - یا تین مرض ہر وقت طیار اپنی کامل حالت مین ہر ایک شخص مین موجود رہتے ہین اور باقی مرضونکی جڑین بباعث تمامی

خاص سببون سے پژمردہ اور خشک ہوجاتی ہین جو کہ پھر کسیوقت پر سرسبز ہوسکتی ہین - اور
بعض مرتبہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ امراض دورہ کرتے رہتے ہین یعنی اگر کسیوقت ایک کا زور ہو
تو دوسرون کا پتہ نشان نہین ملتا - اور جو وہ کسیوقت دوسرون کا دور ہوا تو دیگر بقیہ
کی علامتین مفقود نظر آتی ہین - اور گاہے گاہے انسان پر ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اوس
خاص حالت مین یہ اپنے تئین کل امراض سے پاک و صاف پاتا ہے مگر یہ حالت تھوڑی ہی
دیر رہکر فرو ہوجاتی ہے پس جسقدر کہ مرضونکا ہجوم اور دورہ کم ہو دیا جتنے عرصہ تک انسان
کو پاک اور صحت کیحالت نصیب ہوا تنا ہی بہتر ہے ۔

اور مجموعہ امراض قبیحہ روحی و عادات خبیثہ باطنی کہ جو ایک بڑا گروہ گمراہ کنندہ عقل اسکے
اندر موجود ہے نفس کہتے ہین - اور یہی نفس انسان کا قوی دشمن ہے کہ جسپر غالب آنا اگرچہ
ہر ایک کا کام نہین ہے مگر نامی بہت بڑے بڑے مجاہدین نفس ہوراک بند کرکے (یعنی خواہش
کے برخلاف عمل کرنا) زیر کر لیتے ہین - اور پھر اسطرح رفتہ رفتہ یہ کمزور اور نقیہ ہوکر ناکام ہوجاتا
ہے - اور اگر اسکے کہنے پر پورا پورا عمل کیاجاوے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو یہ خود غالب آکر روح
کو سمند عقل پر سوار ہو اور انسان کو خراب و خستہ ذلیل و رسوا کر دیتا ہے ۔

بیان دنیا اور اوسکے عوام باشندونکا

دوستو یہ دنیا عجب جای حیرت ہے اسکے حالات چال - اور کارروائیون کا سمجھنا بالکل ناممکن ہے
جیسے کہ اسکو بنایا ہے وہی خوب جانتا ہے انسان کا کیا مقدور ہے کہ اسکی حکمت مین سے
کسی ذرہ کی بنیاد کو بھی پا جاوے ہزارہا سر ٹکرا کر مر گئے مگر آخر کار بجز انگشت بدندان کچھ ہاتھ
نہ آیا - آجتک صدہا فرقہ پیدا ہوئے اور ہر ایک ایک دوسرے کی عقل - طریقون - اور سمجھ کو
حقیر سمجھتے گئے اور تلاش کرکے ٹٹولتے باتین مختصر اوتارتے گئے یعنی کسی نے زمین کو چکر کہلایا
اور کسی نے آسمان کو ہلایا اور کوئی کہتا ہے کہ چاند و سورج اور ستارے گردش کرتے ہین - اور

بعضونکو تغیرِ دماغ جو ہوئی تو کہتے ہین کہ آسمان کچھ شے نہین ہے صرف حدِ نظر ہے اور خدا بھی کوئی نہین صرف چاند و سورج اور زمین یہ تینون بڑی گیندین اور بیشمار چھوٹی ستارونکی گیندین اپنے آپس کی کشش سے خود بخود ایک دوسرے کے چوگرد لڑھکتی پھرتی ہین اور تمام مخلوقات انکے سطح پر خود بخود پیدا ہوئی ہے ۔ یعنی کوئی انکا خالق نہین ہے ۔ اے عجب انہین لوگون کے بقول اسقدر بیشمار بڑے اور چھوٹے کرّونکا معہ بلا تعداد صنعتون و مخلوقات کے آپ ہی آپ پیدا ہونا ۔ حرکت کرنا ۔ اور اونکا صلاحیت کے ساتھ دورہ کرنا کاروبار کا جاری رہنا کیا ممکن ہے ہرگز ہرگز نہین نعوذ باللہ اے ۔ بی ۔ سی (C. B. A) یعنی انگریزی علم و یا فلاسفر کے اقوال پڑھکر آنکھون پر ایسی چربی چھائی ہے اور دماغ سر کا ایسا خراب ہوا ہے کہ ان لوگون کو خالق مطلق کی صفتین بھی نظر نہین آتین ۔ اور علاوہ ازین اپنے بزرگون کے اصول دین کو بیہودات کہنہ اور لاحاصل بتلاتے ہین اور شراب پینا ۔ کوٹ و بوٹ سے آراستہ ہونا ۔ ہوا خوری کے وقت ایک ٹُنٹے کا ہمراہ لینا ۔ صفیر ہر وقت بجانا ۔ اپنی گفتگو کو بگاڑ کر گھڑی گھڑی بولی بولنا مونچھین بڑھانا ۔ داڑھی کو صاف یا خشخشی رکھنا چلمچی مین مونہہ ہاتھ دھونا وغیرہ وغیرہ عادات کو حسن جانتے ہین اور اسکے برخلاف پوشش اور طریقہ والون کو سادہ لوح یعنی کم عقل سمجھتے ہین چاہے انکا باپ و یا دادا ہی کیون نہو ۔ اور ان لوگون کے نزدیک جو شخص کہ انگریزی گفتگو کر سکے اور چند مثنویان اور زندہ حاکمان وقت کے شجرہ اور حالات گذشتہ سے واقف ہو اور علم ریاضی سے اتنا سکے چوگرد زمین کے گھومنے کا قائل ہو ۔ اور کچھ اسی قسم کے دیگر حالات مثلاً بارش بجلی زلزلہ وغیرہ وغیرہ کے اسباب دلائل عقلی سے بیان کرسکے تو وہ بڑا دانا ہے اور باقی علم و عمل والون کو جاہل سمجھتے ہین ۔ غرضکہ عموماً آجکل جو طریقے اونہین جاری ہین یعنی جو کچھ لوگون کے حرکات و سکنات ہین اونسے ثبوت ہوتا ہے کہ نابینون کے موافق کارروائیان کرتے ہین بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ باوجود آنکھین موجود ہونیکے اونکو بند کرکے کام کرتے ہین اور ٹھوکرین کھا کر گر پڑتے ہین مگر آنکھین نہین کھولتے جسکا باعث سواے کم فہمی اور لاعلمی کے

اور کیا ہو سکتا ہی۔ لیکن تعریف یہ ہے کہ ان مین اکثر خواندہ اور پاس یافتہ ہی نظر پڑتے ہین مگر افعال اور
کاروائیون پر غور کیجائے تو محض فضول بلکہ سراسر نقصان یافتہ ہو رہے ہین۔ تو اب مانئے کہ ایسی تعلیم
کیا فائدہ ہوا۔ ظاہر تو ان لوگون نے علم پڑھی پتہ لگایا۔ مگر نہین درحقیقت جو انہون نے پڑھا ہے وہ علم انکے لئے
ہادی نہین ہو سکتا۔ کیونکہ چند اردو اور فارسی کے چھوٹے سچے قصہ جات اور کچھ انگریزی اور دو چار رسالہ
حساب کے اور کچھ مختصر جغرافیہ و تواریخ پڑھکر سند (پاس) حاصل کرلی ہے بعدہ تقدیر یا سفارش و خوشامد سے
کسی ملازمت کے درجہ عہدہ پر ممتاز ہوکر ہمچو من دیگرے نیست کے چکر مین آگئے۔ اب کوئی ان سے دریافت کرے کہ اجی حضرت
آپنے علم دین بھی کبھی سنا ہی۔ علم عقائد۔ علم تفسیر۔ علم حدیث۔ علم فقہ۔ علم اصول۔ علم معقول۔
علم اخلاق۔ علم حکمت۔ علم تواریخ دینی (حالات بزرگان دین) بھی جانتے ہو علم تصوف کے تو آپ
قائل ہی نہونگے علاوہ ازین یک من علم را دہ من عقل باید اور یہان ہر طرف سے صفائی ہی یعنی نہ علم اور
نہ عقل ہی جب یہ حال ہوا تو کھئے کہ ان تعلیم یافتون کا کیا اعتبار۔ مگر اپنے نزدیک تو وہ بڑے زیرک ہین اور
افعال پر اگر نظر کیجائے تو دین سے تو کچھ تعلق ہی نہین ہے اور ظاہر عقل کی رو سے بھی چندان مفید معلوم نہین
ہوتے بلکہ انجام پر غور کیجئے تو ان ہی بیخ کن ہین۔ کیونکہ خود روی اختیار کی ہے۔ ہادی کو ترک کیا ہے۔ نہ تو
شرع پر ہی چلتے ہین اور نہ عقل ہی کا ذریعہ لیتے ہین۔ سب بزرگان زمانہ ماضی (اور اپنے باپ دادا و پیر استاد)
تک کو بیوقوف خیال کئے ہوئے ہین اور اسی اصول پر آئندہ انکی بہبود کا راز لا دھی خود بدولت کی عالی
عقل تصور کریگی۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص نابینا ہو تو اسکو دوسرے کی ہدایت پر چلنا لازم آجاتا ہی
مگر خرابی یہ ہے کہ یہ ہنوز اپنے تئین بینا ہی خیال کئے ہوئی ہین اور دیکھنے مین آتا ہی کہ قدم قدم پر گرتے ہین
چنانچہ جو لوگ خداوند برحق کے قائل ہی نہین انکا تو ذکر ہی کیا ہی مگر بقیہ کے بارہ مین خیال فرمائے
کہ کوئی تو قدریہ ہی اور کوئی جبریہ اور کوئی ان دونون کے بیچ مین ہے۔ یعنی چند لوگ ایسے ہین کہ وہ اپنے تئین ہر امر مین
بالکل خود مختار سمجھتے ہین اور بعضے اپنے کو بالکل مجبور خیال کرتے ہین یعنی اپنے سب افعال کو خالق
مطلق کے ذمہ لگاتے ہین۔ اور وہ لوگ جو کہ ان دونون فرقون کے بیچ مین ہین وہ کہتے ہین کہ ہم نہ مختار مطلق
ہین اور نہ مجبور مطلق اور در اصل عقل بھی اسکو تسلیم کرتی ہی۔ اور بلکہ دنیا کی کارروائیون سے بھی ثبوت ہوتا ہی

کہ یہی خالق مطلق کی منشا ہی لہذا ہمکو اسطرح پر برتاؤ کرنا چاہئے کہ اول تو ان اعضا کے ذریعہ سے خالق مطلق کی عبادت
کرین - آنکھون سے اوسکی صنعتون پر غور کرین - کانون سے نیک باتین سنین - اور زبان سے اسکا ذکر کرین - پیرون
سے عالمون و بزرگون کیجانب علم حاصل کرنے و نیز دیگر زیارات و مقدس مقامون کے لئے سفر کرین - ہاتھون سے
والدین - اوستاد اور غریب محتاجونکی خدمت کرین اور علاوہ ازین انہین اعضا کے وسیلہ سے دنیا کی جائز
اور حلال کارروائیان اپنی روح اور جسم کو آرام دینے کے لئے مثلاً کھانا - کپڑا و مکانات وغیرہ وغیرہ اشیاء ضروری کے
حاصل کرنیکا حیلہ کرین - اور اوس رب العالمین سے ہر حالت مین مدد کے خواہان ہین - اور عقل کی رہنمائی ہی ہر ایک شے
اور فعل کی بھلائی اور برائی کو پہنچانتی ہے - یعنی جس فعل سے ہماری روح اور تن کو آرام پہونچے اُس مین تو
کوشش کرین اور جن کامون سے ہمکو تکلیف اور ضرر پہونچے - یا پہونچنے کا اندیشہ ہو تو اُس کو اُسی کے وسیلہ سے
رفع کرین - اللہ تعالے نے عقل کو انسان کا جوہر بنایا ہی اسکی زیادتی اور کمی صفائی و کدورت پر انسان کی
تعریف و تحقیر ہے - اور جسمین کہ یہ جوہر صاف حالت مین نہین ہی تو وہ گویا کہ انسانیت کے جامہ ہی سے خارج ہوتا ہی -
اگر غور سے دیکھئے تو اسی رہنما کے وسیلہ سے ہر دو جہان کی مشکلین بھی حل ہوتی ہین خداوند بالا کو اگرچہ کسی نے
دیکھا نہین لیکن اسی عقل کے ذریعہ سے اسکا موجود ہونا ثبوت ہوتا ہی کیونکہ بغیر از صانع مصنوع کا ہونا ممکن
ہی نہین مگر یہ معلوم ہونا صرف اسی حد تک ہی کہ ذات مطلق وحدہ لا شریک ہے اور اس دنیا و ما فیہا کا وہی
صانع ہی - اب اگر اسی راستہ مین عقل کو آگے بڑہائی تو معذور ہی یعنی اندہی اور لنگڑی ہو کر پڑتی ہے - اور جو اُسکی
قدرت کی کسی کُنہ کا حال پوچھو کہ وہ کیا کس طرح اور کیونکر ہے تو جواب بدار و صم و بکم کی حالتین ہو جاتی ہے -
کیا وجہ کہ انسان ہی کی در اصل کیا حقیقت ہے بالکل ناپائدار اسکا عدم اور وجود برابر ہی اگر دم آیا تو
موجود ورنہ ندارد - اور شب و روز ہر کوئی اپنی آنکھون سے دیکھتا ہی کہ اگر تمام جہان کے عقلا چاہین کہ کسی مُردہ
کو ایک یا دو سانس پھر آجاوین یا وہ ہمکلام ہو جاوے تو یہ ہرگز ممکن نہین - پس جبکہ یہ انسان ایسا ناچیز ٹھہرا تو
اسکی عقل ہی کی کیا حقیقت ہے کہ ایسے مقام مین قدم رکھنے کا ارادہ بھی کرے - کُجا بندہ مُشتِ خاک بے
حیثیت و بے ثبات اور کہان خالق رب العالمین شاہنشاہ عالیجاہ بے پرواہ کہ جسکے صرف ارادہ مین آنے سے
ہزارہا دنیا اس دنیا سے بہتر معہ ہمہ موجودات کے ظاہر اور موجود ہوجاوین - اور فوراً اوسکے ارادہ مین آتے ہی تمام فنا اور نابود

ہو جاوین - اور اسکے لئے یہ بھی ضرور نہین ہے کہ موجودات پیدا کرنیکے لئے کوئی مصالحہ درکار ہو کہ فلانی شئے
سے فلان چیز طیار ہو یا فنا ہونیکے بعد کسی شئے کو مختصر کرکے قائم رکھے کہ اوسکی ذریعہ سے پھر کچھ تیار کرنا ہوگا -
نہین نہین بلکہ جب جسکو چاہا وہ بنگیا اور جسوقت چاہا نابود اور گم ہوگیا - یہ صرف انسان ہی کے واسطے ہے کہ بغیر کسب
کوئی چیز نہ بنے - یا کھانا پینا نہ ہو تو مر جاوے - یا مادر و پدر نہون تو پیدا نہو یا مختلف عوارض سے اعضا مین قوت
نہ ہو - پس بعض جہلا و بیوقوف ان افعال کا خدا کے افعال سے مقابلہ کرکے جب یکسان نہین پاتے تو سر ٹکرا کر یا آخر ایسے بڑے صانع کا
انکار کر بیٹھتے ہین جسکو اندھا بھی دیکھ سکتا ہے - غرضکہ عقل کو اگر دخل دینا ہو تو اسکے درجہ اور طاقت کے موافق
معاملات دنیا مین اپنے ہمجنسون کے افعال کو سمجھو اور اوسمین ورک دو نہ کہ خدا کے اور اپنے افعال کے مقابلہ کرکے بھٹکتے پھرتے
ہو - واہ شاباش اس فہم و ذکا پر اور تعریف کے لائق تو وہ ہین جو ایسے لوگون کے پیرو ہین یا انکو عقل سمجھتے ہین
ہان البتہ اسمین کچھ شک نہین کہ دنیا کی کارروائیون کے لئے عقل عجائب شئے ہے - اس سے بڑے بڑے عقدہ حل
ہوتے ہین - اور اسکے ذریعہ سے بہت سی مشکلات و تکلیفات رفع ہو جاتی ہین بشرطیکہ یہ صحیح و سالم حالت
مین موجود ہو اور اسکی رہنمائی سے کام بھی لیا جاوے - علاوہ ازین اس مقام پر یہ تذکرہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ دنیا کے
تمام کامون مین تقدیر اور تدبیر دونون کا ہونا شرط سمجھا جاتا ہے چنانچہ بزرگون کا بھی یہی قول ہے اور اب ہم
بھی اپنی آنکھون سے بخوبی دیکھتے ہین بلکہ شب و روز برتتے ہین کہ ان دونون کا شامل ہونا ضروریات سے ہے - تقدیر
ارادہ الٰہی کو کہتے ہین اور تدبیر افعال بندہ کو بولتے ہین اس جسوقت کہ یہ دونون متفق ہو جاتے ہین تو کام پورا
ہو جاتا ہے - اور گاہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کسی کام کے لئے کوشش بھی نہین کرتا مگر اسکا ہونا ارادہ
الٰہی مین ہے تو اس حالت مین وہ خواہ مخواہ بغیر از معلوم ہونے بندہ کے ہو جاتا ہے لیکن صرف تدبیر انسانی تنہا
بغیر از ارادہ الٰہی کام پورا کرنیکے لئے عاری ہے - بارہا یہ بات ظہور مین آئی ہے کہ باوجود حسن تدبیر ضرر کثیر
ہوا اور بعض مرتبہ بغیر از تدبیر و یا تدبیر کئے ہوئے کام نفع کثیر ہوا - مگر تجربہ سے زیادہ تر یہی ثابت ہے کہ اس خالق نے
اکثر امورات مین بندہ کا تدبیر کرنا ہی شرط کیا ہے - پس اسی بنا پر ہمکو جتنے امور اپنی بہتری کے
لئے سعی کرنا لازم ہے اور سوا اسکے تدبیر کرنیسے اوس کام کا ارادہ الٰہی مین ہونا بھی معلوم ہو جاتا ہے
یعنے اگر اوس کام کا ہونا اللہ تعالےٰ کو منظور ہے تو تدبیر ہماری راست ہوگی ورنہ برخلاف اوسکے بیفائدہ

اور تدبیر کی خوبی عقل سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنے جسقدر عقل زیادہ اور صاف ہوگی اسیقدر تدبیر احسن ہوگی۔ چنانچہ اب یہ معلوم کرنا چاہئے کہ عقل کیا شئے ہے اور اسکو ترقی دینے اور صاف کرنیکا کیا طریقہ ہے اور کن کن باعثون سے اس مین تنزلی آتی ہے۔

بیان عقل کا

قبل ازین مجملاً عقل کی بنیاد وکاحال بیان ہوچکا ہے مگر بیان پر یہ ہم ہو کہ عقل درحقیقت کل جاندارونکا جوہر ہے۔ کم و بیش سب کو عطا کی گئی ہے۔ لیکن اسکا سب سے بڑا حصہ انسان کو دیا گیا ہے جانورون مین بھی کسی قسم کو زیادہ اور کسیکو کم ہے بلکہ ایک ہی قسم مین کم و بیش پائی جاتی ہے اور وہ اسکے ذریعہ سے اپنا خورد و نوش دوست اور دشمن کا پہچاننا وغیرہ امور کرتے ہین۔ علے ہذالقیاس انسان مین بھی دیکھا جاتا ہے کہ مادہ عقل ہر ایک مین علیحدہ علیحدہ قدرتی کم و بیش موجود ہے بلکہ تجربے سے یہ عیان ہوتا ہے کہ اس مین خطہ زمین کی تاثیر کا ہونا بھی کچھ تعلق ضرور رکھتا ہے کیونکہ بعض حصون کے باشندہ اکثر فہیم اور عقیل نظر آتے ہین اور بعض حصہ زمین کے رہنے والے کند عقل کم فہم ہوتے ہین۔ اور اصلی فائدہ عقل کا یہ ہے کہ انسان اسکی مدد سے اپنی روح اور تن کو آرام دینے کا بندوبست کرے اور مضرات و نقصانات کو معلوم کرکے اس سے احتراز کرے۔ اسیلئے بموجب اسکی رسائی اور تعلقات دو تقسیمین کی گئی ہین اول عقل باطنی جو کہ اندرون سے سروکار رکھتی ہے ایمان کو روشنی دیتی ہے۔ خالق مطلق اور اسکے حقوق و عنایات کا اظہار کرکے اسکی عبادت کرنے اور تابعداری کی تعلیم کرتی ہے جسکا نتیجہ آرام روح ہے۔ دویم عقل ظاہری اسکے ذریعہ سے کاروبار دنیا اور اسکی ترقی اور مفاد اور طرح بطرح کی فن و کسب و کمالات کا حاصل کرنا اور اپنے بیش قیمت حصہ زندگی کو عیش اور عمدہ طور پر صحت مین رکھنے کے طریقے معلوم کرنا وقوع مین آتا ہے اور اسکا مآل آرام جسمانی ہے۔ پس ہر ایک شخص کو لازم ہے کہ جہانتک بشرط ممکن اپنی ہر دو روح اور جسم کو آرام اور صحت مین رکھنے کی تدبیر کرے اور خاصکر امراض روح کا علاج تو سب سے اول درکار ہے۔ مگر دیکھنے مین آتا ہے کہ بعض اشخاص باوجود عقل موجود ہونیکے چند موقعون پر اسکو استعمال مین نہین لاتے۔ اور بعضے اسکو میلی اور خراب کرکے ناکارہ کر دیتے ہین البتہ

جن لوگوں کو عقل قدرتی ہی عطا نہین ہوئی تو یہ مرض تو لاعلاج ہے بموجب شعر۔ زمین شور سنبل بر نیارد
در و تخم عمل ضائع مگردان ٭ اور اصلاح کے قابل تو وہی لوگ ہین کہ جنکے پاس یہ جوہر موجود ہے مگر بوجہ
ناواقفیت دیا دیگر اسباب کے اس سے عمدہ کام نہین لے سکتے و یا اسکے قایم رکھنے اور صاف کرنیکا طریقہ نہین
جانتے جس سے کہ وہی موجودہ عقل بھی رفتہ رفتہ خراب ہو جاتی ہے۔ اور جو گاہے کام بھی لیا تو اوسکی
طاقت و انداز سے باہر تو اس حالت مین بھی وہ کند ہوکر ضائع ہو جاتی ہے جسکی مثال اسطرح پر سمجھنا چاہیے مثلاً
ایک عمدہ فولادی چاقو کے صاف اور تیز ہونے کی حالت مین جو کچھ کہ اسکے خواص ہوا کئے وہ سب پر روشن ہین۔ اور
اوسی کو ایک مدت تک بے احتیاطی کے ساتھ رکھنے اور زنگ خوردہ ہوجانے سے جو حالت کہ اسکی ہوجاتی
ہے وہ بھی محتاج بیان نہین یعنی بقول شخصے نکٹے کی ناک بھی نہ کاٹ سکیگا بلکہ کچھ اور مدت گذر جانے
پر تو وہ بالکل خارج اور ناکارہ آمدنی ہوجائیگی۔ لیکن اگر اسی حالت مین بھی اوسکو کسی استاد صیقل گر سے صاف
کراکے آب و تاب لوا دیجئے تو پھر ذرہ بھی اسمین کچھ فرق نہوگا یعنی جس مقام پر کہ وہ صاف ہوا اوس کو بالکل بنا سکیگا
اسیطرح عقل کو بھی احتیاط اور نگہداشت سے صاف رکھنے سے وہ کام کے لائق رہتی ہے بلکہ چند تدابیر سے اوسمین
ترقی روز افزون ہوتی جاتی ہے۔ اور ناقدری و بے احتیاطی سے وہ رفتہ رفتہ خراب ہو جاتی یہان تک کہ آخر مین
زائل ہو سکتی ہے۔ اور یہ جو کہا گیا کہ عقل کے انداز اور طاقت سے زیادہ کام لینے سے بھی وہ خراب اور ناکارہ
ہوجاتی ہے تو اوسکی مثال اسطرح سمجھنا چاہیے کہ مثلاً کوئی شخص ایک فولادی سوئی کے ذریعہ سے سنگین
کے پہاڑ کو کاٹکر اوسکے دوسری جانب کا حال دریافت کرنے کا ارادہ کرے تو یہ بالکل ناممکن ہے کیا وجہ
یہ ہے کہ اوسکی نوک تو صرف پتھر کے چھو جانے ہی سے ریزہ ریزہ ہو جائیگی پہاڑ کا کاٹنا کیسا۔ علی ہذا القیاس
اگر کوئی اس عقل کے ذریعہ سے صانع بیچون کی قدرت کا حال معلوم کرنا چاہے تو یہ بالکل کند بلکہ گم ہوجاتی
ہے۔ تو لبس گویا کہ ایسے معاملات مین عقل سے کام لینا اوسکو بیخ و بنیاد سے کھونا ہے۔ ہان البتہ کارروائی
دنیا کے لئے جسقدر اس سے زیادہ دیگر کام لیا جائے اوتنا ہی بہتر ہوگا۔ چنانچہ حتے الامکان ہر ایک کو لازم ہے کہ
عقل کو ترقی کرنے کی فکر رکھے ورنہ پیدائشی دیا موجودہ کو تو قائم رکھنے کی ضرور کوشش درکار ہے یعنی اون
عادات و افعال سے احتراز رکھے کہ جنکی وجہ سے جوہر عقل کی آب و تاب مین فرق آتا ہے۔ علاوہ ازین

پوشیدہ نہ رہے کہ جیسے انسانکا جسم امراض سے مبرا دیکھنے مین نہین آتا یعنی ہر ایک فرد بشر کو کچھ نہ کچھ مرض ضرور ہوتا ہے گو وہ اپنی کم توجہی اور بیعقلی سے معلوم نہ کر سکے اسیطرح کسی متنفس کی روح بھی صحیح و سالم پاک و صاف حالتمین نہین ملتی۔ بلکہ جسم کو تو شاذ و نادر کسی خاص وقت مین بحالت صحت ہونا ممکن بھی ہے مگر روح کا تو اسقدر کم ہے کہ جسکو ناممکن ہی کہا جاتا ہے۔ اور جو شاذ و نادر لاکھون مین کوئی شخص ایسا مل بھی جاوے تو اوسکو بڑا زبردست حکیم روحی سمجھنا چاہئیگا۔ ان حکیمون کی اشد ضرورت تو بڑے خوفناک اور مقیمی مرضون کیلئے ہوتی ہے ورنہ چھوٹے اور خفیف حالات مرض کا علاج تو اس قسم کی حکمت کی کتابون کو زیر نظر رکھنے اور انکی قوانین مقررہ پر اعتدال کے ساتھ قائم رہنے سے ہو سکتا ہے بشرطیکہ مریض کو اپنے مرض کا یقین ہو جاوے اور اسکے دفعیہ کی کوشش بھی منظور ہو۔ لیکن قبل اسکے کہ چند امراض روحی کی کیفیت لکھی جاوے انسان کی قسمونکا بیان کیا جاتا ہے +

تقسیم انسان بجہت کمی و بیشی عدم وجود عقل

اگرچہ کل انسان بچشم ظاہری دیکھنے مین ایک سے معلوم ہوتے ہین مگر باعث صفت باطنی و کمی و بیشی جوہر بے بہائے عقل انکے آپس مین بہت بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ لہذا براے سہولیت بیان انکو پانچ قسمون مین تقسیم کیا ہے اور بعدہ ہر ایک قسم تین تین درجون مین منقسم ہے۔

قسم اول عاقل کامل۔ یہ وہ لوگ ہین جو کہ ظاہر اور باطن عقل سے معمور ہین یعنی ہر وقت و ہر دم اپنے خالق کا دھیان رکھنا اور ہمیشہ عبادت مین مشغول رہنا اور اسکی صنعتون پر غور کرکے حیرت کرنا دنیا کا کام ہے پس بایں حالت قصور انکا سرزد ہونا تو ان سے ممکن ہی نہین۔ لیکن اگر ہے کوئی لغزش ہو جاوے تو اوسکے خیال مین تا زیست ہر وقت توبہ و استغفار کرکے گریہ و زاری کرتے رہتے ہین اور چونکہ دنیا اور اوسکی نعمتین انکی نظرون مین بالکل نیست و نابود معلوم ہوتی ہین اسلئے زیب و زینت آرام و آسائش چند روزہ پر یہ لوگ قطعی توجہ نہین کرتے بلکہ ایک قسم کی نفرت رکھتے ہین۔ اور جو ضرورتاً دنیا کے کاروبار کیجانب رجوع بھی کرین تو صرف دفع وقت کیلئے شریک ہو جاتے ہین ورنہ دل انکا ہر وقت اللہ تعالی

ہی جانب غلطان و پیچان رہتا ہے۔ دنیا کے غم اور تفکرات کو تو یہ حضرات قریب نہین آنے دیتے
البتہ فکر آخرت خوف روز قیامت و یا خیال موت ہر وقت اونکے زیر نظر رہتا ہے۔ عقل ظاہری یعنی
دنیا مین بھی اگرچہ یہ لوگ کامل ہوتے ہین کہ جسکا امتحان انکی گفتگو و یا تدابیر سے معلوم ہو جاتا مگر حقیقت
مین عقل سے اونکو بہت کم کام پڑتا ہے کیونکہ جسقدر جسکو دنیا کے ساتھ علاقہ ور لگاوٹ ہوتی ہے اوسیقدر
اوسکی عقل دنیاوی بھی کارآمد ہوتی ہے ہان البتہ انکی عقل باطنی مین اسقدر ترقی۔ روشنی و صفائی ہوتی ہے
کہ یہ روشن ضمیر ہو جاتے ہین یعنی جبکہ وہ ذرا توجہ اور غور کرین تو بذریعہ آئینہ باطن ہزارون کوس بلکہ بعض مرتبہ
تو بالائے آسمان تک کا صحیح و بعینہ حال انکو ساعیان ہو جاتا ہے ایسی حالت مین ظاہر و غائب انکے نزدیک
قریب قریب یکسان ہوتا ہے۔ زبان مین یہ اثر کہ جو مونہہ سے نکلے انشاء اللہ اکثر پورا ہو۔ نگاہ مین یہ تاثیر کہ جسکی
جانب بہ نیت صفائی باطن ایک نگاہ توجہ اور غور سے دیکھین تو اوسکی کل عادات بد و عقائد نامعقول کو کہ
جنکے پاک ہونا امر غیر ممکن معلوم ہوتا ہو ایک دم مین اسطرح چھیلکر نکالدین کہ جسکا اثر بھی باقی نہ رہے علاوہ
انکے ان مین یہ صفت بھی ہو سکتی ہے کہ دوسرونکی نگاہ سے غائب ہو جاوین و یا ایک لمحہ مین کہین سے
کہین چلے جاوین۔ و یا تبدیل شکل کر دکھا دین۔ و یا اونکے کہنے سے جانور شجر و حجر کلام کرین یا مردہ زندہ
ہو جاوے۔ علاوہ ازین اسیطرح کے اسی قسم کے اور بھی اونکے خاصہ و نمونے پائے جا سکتے ہین جنکا کہ عوام مین ہونا ناممکن ہے
اور کچھ تعجب کی بات نہین ہے صرف لوگون کے فہم کا نقص ہے کیونکہ گو بظاہر ایسے افعالونکا صادر ہونا
انسان سے غیر ممکن ہے مگر اللہ تعالی تو ہر امر پر قادر ہے وہ جو چاہے سو کرے و یا جیسے وہ چاہتا ہو تو اس قسم کے عجائبات
و یا ظہور قدرت اپنے خاص بندے ان کے ذریعہ سے کرا دیتا ہے بلکہ ایک قسم کا روشن و لطیف مادہ جو کہ صرف ریاضت
او مشقت سے حاصل ہو سکتا ہے ہر ایک شخص ہی مین موجود ہے کہ جسکے ذریعہ سے مختلف کافر بھی چند
عجیب کرشمے مثل کشف حالات و تسخیر قلوب و نقل روح اور جسم کا منتقل کرنا وغیرہ دکھلا دیتے ہین۔
غرضکہ جب بندہ اپنے خالق کی کامل طور پر تابعداری کرے اور اپنے تئین ہر وقت اوسکے ذکر و شغل مین
رکھے و یا نفس کو قابو مین لاکر تمام دنیاوی خواہشات اور لذات کو ترک کر دیوے تو ممکن ہے کہ ایسے
بندہ کی عرض کو اللہ تعالی بھی نہ ٹالے و یا اوسکی محنت اور ریاضت کو رائگان نہ کرے یعنی جو کچھ وہ

شخص دعا کرے ویا زبان سے نکالے ویا خیال میں لادے فوراً پورا کر دیوے ۔ **شعر**
مردان خدا خدا نباشند ۔ لیکن ز خدا جدا نباشند ۔ اور گاہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ عزوجل شانہ
کو تمام گذشتہ و آیندہ کے سب حالات روشن ہیں کسی خاص غرض کو شاذ و نادر بنظر حکمت قبول بھی کرے
تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ اسی سے تو عین اسکے حکم اور قدرت کا ظہور یوں ہونا ثبوت ہوتا ہے
پس اس قسم کو بجہت انکے درجہ اوصاف تین درجوں میں تقسیم کیا ہے

درجہ اول میں تمام پیغمبر داخل ہیں اور درجہ دوم میں غوث قطب شامل ہیں اور درجہ سوم میں بجز
تمام اولیاء اللہ ہیں چنانچہ ان تینوں درجوں کے حضرات کا اگر مفصل بیان کیا جاوے تو ایک مجلد کتاب
درکار ہے لہذا اس مقام پر صرف معنی اور انکے مجملاً بیان پر اکتفا کیا گیا ۔

پیغمبران اور رسول یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغام پہونچانے اور احکام بتلانیوالے بندے چنانچہ ان میں سے
سب سے اول دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام پیغمبر ہوئے اور یہی سب کے جد امجد بھی تھے اور انکے بعد رفتہ
رفتہ جب کہ لوگ اپنی شامت نفس و شرارت شیطان سے خالق و معبود حقیقی کو فراموش کرکے طرح بطرح
کی نافرمانیاں اور بد عقیدگیاں کرنے لگے یعنی بت پرست آتش پرست شیطان پرست وغیرہ وغیرہ بنکر
گمراہ ہوجاتے تو اوس حالت میں بحکم رب العلیٰ اس وقت کی موجودہ قوموں میں سے پیغمبر مبعوث ہو ہوکر
لوگوں کو راہ ہدایت بتلاتے اور انکی شناخت اوسی طرح پر کیجاتی تھی کہ یہ حضرت در اصل شروع ہی سے خود بخود
ہدایت یافتہ نیک طینت و پاک باطن ہوتے اور بغیر سکھلائے اور بتلائے عالم ہوتے اور بغیر از تلقین دیگرے خدا کی
وحدانیت بیان کرکے اوسکی خالصاً عبادت کرنا سکھلاتے اور بتلاتے اور خاصکر یہ سب مجمع الکمالات و منبع الحسنات
ہونیکے یعنی راست گو ۔ رحم دل ۔ حلیم ۔ خوش خلق ۔ سخی ۔ لاطمع ۔ عابد ۔ زاہد ۔ متقی ۔ شاکر ۔ صابر
مستجاب الدعوات وغیرہ وغیرہ اور ظاہر ہونے معجزات کے لوگ انکے پیغمبر ہونیکا یقین کرتے بلکہ بڑے
بڑے اور تعجب انگیز قدرتی اور الہامی افعال و اقوال کی خوب طرح سے آزمایش اور پڑتال کرکے اونپر
یقین کامل اور ایمان صادق لاتے چنانچہ نصیحت پذیر نیک نیت اور روشن طبع لوگ تو اپنے گذشتہ گناہوں
سے توبہ کرکے اونکے پیرو ہوجاتے اور بد طینت کور باطن اونکے نیک اوصاف پر خیال نہ کرکے معجزات کو جادوگری

کیجانب منسوب کرکے راہ راست پر نہ آتے ۔ بلکہ اونکو ایذا اور تکلیف دیکر انپر سے جدا کرنیکی کوشش کرتے لیکن پیغمبر بموجب حکم الہی بلا خوف ان تنہا لوگون مین گھسکر اللہ تعالے کی وحدانیت اور طریقہ عبادت سکھلاتے افعال بد سے منع فرماتے ۔ پیشین گوئیان سچے ہونیوالے امور خصوصًا طوفان اور عذاب جو کہ گمراہ قوم پر آنیوالا ہوتا ایک عرصہ پیشتر بتلا دیتے ۔ اپنی رسالت تصدیق کرانیکے واسطے اکثر لوگون کے مطالب و مشکلات بذریعہ دعا بر لاتے اور حل کرتے اور یہ سب امور خداوند برتر کیطرف سے تھے جسطرح اوسکو منظور ہونا وہی ہوتا ۔ اور مخفی نرہے کہ احکام الہی برائے تلقین اقوام گمراہ پیغمبرون پر مختلف طور سے صدور پاتے تھے یعنی کسیکو بذریعہ الہام اور کسیکو بذریعہ خواب اور کسیکو بذریعہ فرشتگان مقرب اور کسیکو بذریعہ وحی یعنی خود بخود کلام غیبی کا سنائی دینا ۔ اور بعضون نے خود کلام کرکے اللہ تعالے سے حکم پایا اور علاوہ ازین اکثر پیغمبر ایک دوسرے کا ظاہر ہونا و یا انکے بعد پیغمبر ہونیوالے کا نام و نشان انکے پیدا ہونے سے پیشتر ہی بتلاتے جو کہ فی الحقیقت برابر تصدیق ہوتا گیا اور یہ کسی زمانہ مین ایک اور گاہے ایک ہی زمانہ مین متعدد جا بجا مختلف قومون مین پیدا ہو کر ہدایت کرتے اور بعدہ انپر اپنے وعدون پر رخصت ہوتے گئے یہانتک کہ پیغمبر آخر الزمان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونیکی بھی سلسلہ وار خبر ملی اور آپ بھی حسب قاعدہ وقت مقررہ پر ملک عرب مین ظاہر ہوئے اور موافق مرضی ایزد منان ہدایت تعلیم اور تلقین پورے طور پر فرماکر وعدہ مقررہ پر دنیا سے انتقال فرما گئے ۔ اور اسوقت سے پیغمبرونکا پیدا ہونا بھی ختم ہوگیا سوائے اسکے اس مقام پر یہ بھی معلوم رہے کہ پیغمبر ہمیشہ بے گناہ ہوتے ہین ۔ البتہ گاہے کسی سے لغزش ہوگئی ہے ورنہ اونسے ہمارے موافق صریحًا کوئی نافرمانی ۔ یا گناہ ہونا ممکن نہین ۔ اور وہ جو کچھ خلاف فطرت بشری افعال اونسے صادر ہوئے ہین اونکو معجزات کہتے ہین ۔

درجہ دویم اور سویم ۔ یہہ بزرگ بھی شروع زمانہ سے قیامت تک متعدد ہر زمانہ مین اور ہر جگہ ہوتے آئے ہین اور ہوتے رہینگے ۔ یہ بھی اللہ تعالے کے پکے سچے تابعدار عابد اور زاہد بندے ہوتے ہین ۔ اپنے نفسون سے لڑائی کرکے روح اور جسم کو خالق مطلق کے نام پر کھپا دیتے ہین اکثر تو یہ لوگ اوستادونکی توجہ تعلیم و تلقین سے رفتہ رفتہ بڑی محنت شاقہ سے انہی درجون تک پہونچتے ہین

اور بعض مرتبہ بلا محنت و بالغیر از مدد اوستاد اکیدم سے بھی این درجون تک پہونچ جاتے ہین مگر ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے۔ بعض ان مین سے بالکل تارک الدنیا ہو جاتے ہین۔ اور بعضے برائے حاجت ضروری دنیا سے علاقہ بھی رکھتے ہین۔ اور گاہے یہ لوگ عوام الناس مین ہی ملے جلے دنیا کے کسب و پیشہ کرتے ہین اور اللہ تعالےٰ کی پوری پوری عبادت بھی کرتے ہین اور کوئی انکے درجون سے واقف نہین ہوتا اور کبھی بباعث انکے نیک صاف ہونیکے لوگون مین ظاہر اور جہان مین مشہور بھی ہو جاتے ہین اور ان حضرات سے جو کوئی فعل خلاف فطرت بشری صادر ہو تو اوسکو کرامت بولتے ہین۔ چنانچہ ان تینون درجون مین سے جو کہ رتبہ مین اعلے ہین اون مین اصحاب پیغمبران امام مجتہدین۔ غوث و قطب تو سب درجہ دوم مین داخل ہین اور باقی دیگر اقسام کے اولیاء اللہ درجہ سیوم مین شامل ہین جو کہ درحقیقت روشنی باطن کشف و کرامات تحقیق و تصفیہ مین بہ نسبت اصحاب درجہ دوم کے بدرجہا کم ہوتے ہین مگر یاد رہے کہ یہ درجہ سیوم والے بحصول ترقی امورات باطنی و صفائی قلب بعبادت و ریاضت وغیرہ درجہ دوم کو پہونچ جا سکتے ہین بلکہ مستحق ہین اور علاوہ انکے دیگر زیرین اقسام کے آدمی بھی بعنایت ایزدی۔ توجہ استاد اور اپنی محنت سے درجہ دوم تک پہونچ جاتے ہین مگر درجہ اول مین پہونچنا عبادت و یا محنت وغیرہ سے ممکن نہین کیونکہ یہ درجہ شروع ہی سے نام بنام برائے ہدایت و رہبری علیحدہ ہی مقرر کیا گیا تھا۔

قسم دوم عاقل۔ یہ وہ شخص ہین جنکو کہ موافق اپنی تاثیر قلب و خواہش نفس ہر دو امورات دینی و دنیوی کا خیال ہے چنانچہ انکو بھی تین درجون مین تقسیم کیا ہے۔ درجہ اول بندہ عاقل یہ اس قسم مین سے اعلے درجہ کے لوگ ہین جو کہ اوقات مقررہ پر اپنے خالق کو یاد اور اوسکی نعمتون کا ہر دم شکریہ بیان کرتے ہین۔ اور شامت اعمالون پر گریہ و بکا کرکے توبہ استغفار بھی کرتے ہین موت کو یاد کرکے افعال بد سے پرہیز کرتے ہین اور قیامت کی سختی کا خیال کرکے کسیکو ناحق تکلیف نہین دیتے۔ دوسرے کا حق نہین دباتے۔ اور ماسوا اسکے اخراجات ضروری کے لئے دنیا کے معمولی کسب و پیشہ مگر حلال مثلاً زمینداری سوداگری و نوکری و یا مختلف دستکاری محنت مزدوری کرکے بسر اوقات کرتے ہین۔ اور دنیا کی نعمتون پر کم توجہ کرتے ہین مگر تاہم شادی بھی کرتے ہین۔ اولاد کی پرورش اور انکی نیک راہ ہونیکا بھی فکر ہے۔ اور جیسا کچھ موٹا و باریک مزہ دار

وہ بے مزہ کپڑا او کہانا ملتا ہی اوسکو بہ کشادہ پیشانی استعمال مین لاکر اللہ تعالے کا شکر کرتے ہین اور اگر بالفرض کوئی تکلیف یا رنج کا معاملہ پیش آجاوے تو خوشی کے ساتھ صبر کرتے ہین۔ تو گویا اس درجہ کے آدمی بھی لائق و فائق اور در حقیقت پورے پورے تابعدار و نیک کام کرنیوالے بندے ہین یہ سب وقت مین زیادہ حصہ اللہ تعالے کے ذکر و شغل مین صرف کرتے ہین اور تھوڑا حصہ ضرورتاً فکر معاش اور دنیا کے کاروبار مین خرچ کرتے ہین صبر و شکر زیادہ کرتے ہین۔ دنیا کی طمع بہت ہی کم رکھتے ہین۔ گناہون سے بچنے کا بھی بہت خیال ہی اور جو کبھی شامت نفس سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہی تو فوراً اوسی وقت پشیمان ہوتے ہین چنانچہ اس مین اکثر عالم باعمل و دیگر پرہیزگار و نیکوکار بندے شامل ہین اور صفتین انکی بالکل اولیاء کے موافق ہین صرف فرق یہہ ہی کہ ان سے کرامت ظاہر نہین ہوتی۔

درجہ دویم بندہ کا حال اس درجہ والے۔ احتیاط کم رکھنے کی وجہ سے اگرچہ ظاہر ہر دو دین و دنیا کی کاروبار دونون رکھتے ہین مگر دنیا کے کاروبار مین زیادہ غلطان و پیچان رہتے ہین اور اکثر اوقات دنیا کے حاصل کرنے مین اور اسکی ذوق و شوق مین کھو دیتے ہین اور کچھ وقت اللہ تعالے کا نام لینے مین صرف کرتے ہین اور اوس سے ڈرتے بھی رہتے ہین توبہ و استغفار بھی کرتے رہتے ہین اور شامت نفس سے نافرمانیان بھی کرتے ہین اور وقت بے وقت اوسکو یاد بھی کر لیتے ہین۔ چونکہ یہہ لوگ زیادہ پابند نہین ہین صرف تھوڑے ہی زیست کے لئے آخرت اور موت کا خیال کرکے بھول جاتے ہین اور اکثر وقت دنیا کی ترقی کے خیال مین ضایع کرتے ہین اسلئے بوجہ زیادہ گوئی دروغگوئی اور مبالغہ کے ساتھ گفتگو کرنے و بالسبب زیادہ روشنی عقل دنیاوی بعض بعض امور مین غرض اور تاویلات و یا کسی فن و کسب مین کچھ ایجاد کرکے بزبان مخلوق عاقل مشہور ہو جاتے ہین برخلاف بالائی درجہ والون کے کہ جنکو یاد الہی خوف خدا فکر موت و قیامت سے ہی فرصت نہین ملتی جو جانکر دنیا کے کاروبار کی جانب غور و فکر کرین جو کہ در اصل ہیچ اور بے ثبات ہی ورنہ وہ حقیقتاً بیوقوف نہین ہین جیسا کہ عوام کوئی انکو پاگل کہتا ہی اور کوئی بیوقوف اور سادہ لوح خیال کرتا ہی۔ اور کوئی بکتا ہی کہ میان پچھلے زمانہ کے آدمی ہین یعنی بے عقل ہین۔ اور حالانکہ بیوقوف نالائق اور خارج از عقل وہ خود ہین جو کہ اپنے رب سے زیادہ غافل رہتے ہین۔

درجہ سوئم بندۂ فاسق - اس درجہ کے آدمی زیادہ تر بے احتیاط ہونیکے سبب سے بڑے بڑے افعال بد کے مرتکب ہو جاتے ہین بلکہ ترکیب قریب شب و روز اونکا ایسے ہی شغلون مین گذرتا ہے جس سے کہ وہ ہوا و ہوس کے بندہ معلوم ہوتے ہین مثلاً شراب خوری - قمار بازی - زنا کاری - خون کرنا - چوری کرنا - فحش بکنا لوگون کے حق دبانا - ناحق ستانا وغیرہ وغیرہ گویا کہ رندان اونکا کام ہے لیکن اگر کوئی لعنت و ملامت کرے تو پشیمان ہو جاتے ہین گو ظاہر البعض از راہ زبان درازی تاویلات کرکے جواب دیتے ہین مگر دل مین خوب سمجھتے ہین کہ وہ دراصل بڑے گنہگار ہین اور انکے فعل بہت ہی خراب و لائق سزا ہین - اور اکثر مہینون اور برسون بعد اللہ تعالے کے سامنے سر جھکا لیتے ہین اور توبہ استغفار بھی کر لیتے ہین مگر دوسرے دن پھر وہی حال ہے غرض کہ اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ گو وہ ظاہر ایسے درجہ کے بدفعل اور رند ہوتے ہین مگر اونکے اندر ایمان ضرور ہوتا ہے جو کہ کسی ظاہری سبب مثلاً نشہ امیری - جوانی اور صحبت بد وغیرہ سے مغلوب ہو جاتا ہے - لاکن جس وقت سبب دور ہو جاتے ہین تو گاہے اونکے ایمان مین روشنی آجاتی ہے اور اپنے فعل بد بھی ترک ہو جاتے ہین جیسے کہ وہ بوجہ ضعف رفتہ رفتہ درجہ دوئم یا اول مین داخل ہو جاتے ہین اور گاہے اسی طرح وہ بباعث زیادہ احتیاطی و پرہیز مردان قسم اول کے درجہ سوئم تک پہونچ جا سکتے ہین - اور یہ بھی ممکن ہے کہ افعال بد کی سیاہی رفتہ رفتہ اونکی عقل مین تاریکی لاوے اور زیادہ گمراہ ہو جاوین اور قسم سوئم مین شامل ہو جاوین -

قسم سوئم - عاقل غافل - یہ بھی کچھ نئی قسم یا فرقہ نہین ہے بلکہ زمانہ سابق سے ہوتے آئے ہین یہ وہ لوگ ہین کہ جنکی عقل باطنی پر تو حسب اونکے عقیدہ کے تاریکی چھائی ہوئی ہے مگر بجا اوسکے اونکی عقل ظاہری مین کچھ زیادہ روشنی پائی جاتی ہے اسیواسطے انکو دنیا سے (کہ جسکو وہ خود روا اور ابدالآباد جاری رہنے والی سمجھتے ہین) بڑا پیار رہتا ہے - شب و روز اوسکے حصول کی فکر اور انکو نفس و جسم کی پرورش مد نظر رہتی ہے - اور ہر ایک کو یہی فکر رہتا ہے کہ دنیا اور اوسکے اسباب مین ترقی پیدا ہو اور اپنا نام مشہور ہو موت تو اونکو بھولکر بھی یاد نہین آتی - اور اگر شاید کوئی مرد نظر پڑ گیا تو کہتے ہین کہ فلان فلان بے احتیاطی سے مر گیا اسلیئے خود بہت کچھ احتیاطین کرتے ہین تاکہ مرنے نہ پاوین مگر تاہم میعاد مقررہ پر جسقدر عمر جب سے چلتے ہین کسی نے بھی از روئے احتیاط و علاوہ زیادہ ایک منٹ زندہ رہکر نہ دکھایا - ہان اس مین کچھ شک

نہیں کہ اس قسم کے لوگ اکثر دنیاداری امور مین بہت عقلمند و چالاک ماہر اور کامل ہوتے ہین جو کہ کچھ تعجب
کی بات نہیں ہے کیونکہ جب کوئی آدمی دنیا و عقبے سے فارغ ہو کر (یعنی نہ معاش کی فکر۔ نہ خدا کے موجود ہونیکا
یقین۔ نہ اوسکے امر و نہی سے مطلب۔ نہ عبادت کی ہوس۔ نہ قہاریکا خوف۔ نہ موت کا ڈر۔ نہ قیامت کا
اعتقاد وغیرہ وغیرہ) ہر وقت دنیاداری کے کاروبار مین ہی غور و خوض کرتا رہیگا تو وہ خواہ مخواہ ہی اوس مین
نو بنو باتین نکالیگا۔ جیسا کہ حکیمان دنیاداری ماہران ظاہری نے طرح بطرح کی کلین اور رنگ برنگ کے ساز و سامان
ایجاد کیے۔ و عاقل کہلائے مگر عقل باطنی سے جو کہ حقیقت مین عقل ہے انکو علاقہ ہی نہیں اسواسطے یہ گویا کہ صد درجہ کے
غافل اور نادان ٹھہرے کیونکہ انہون نے دین کو ضائع کرکے دنیا حاصل کی ہے جو کہ بالکل ہیچ اور ناپائیدار ہے
شعر غم دنیا مخور کہ بیہودہ است ✦ ہیچ کس در جہان نیاسودہ است ✦ ہان البتہ تعریف تو جب تھی کہ اسطرف
انسان اپنے خالق و مالک سے بھی غافل نہ رہے۔ اور اوسطرف دنیاوی ترقی بھی حاصل کرے جو کہ بظاہر دشوار اور
مشکل ہے اور دونون مین کمال حاصل کرنا تو گویا کہ ناممکن ہی تصور کیا گیا ہے بموجب **شعر** ہم خدا خواہی و ہم دنیائے
دون ✦ این خیال است و محال است و جنون ✦ اور بعضے اس قسم مین ایسے اشخاص بھی پائے جاتے
ہین کہ جنکو نہ تو عقل باطنی ہی میسر ہے اور نہ عقل ظاہری مین چندان کمال مگر وہ عاقلان دنیا کی ریس کرکے
بجائے اسکے کہ کوئی نیا علم یا ساز و سامان آرام جسم کے لئے ایجاد کرین جو کہ اونسے ممکن نہین
امورات دینی اور بزرگوں کے اقوال ہی پر اعتراض کرنے لگتے ہین یعنی پچھلے علمون کو خواہ وہ کیسے ہی سچے اور
اظہر من الشمس کیون نہون خواہ مخواہی سر کو پیر اور پیر کو سر لکھنا شروع کر دیا چنانچہ کوئی بد دین تو آیات قرآنی
ہی کی تحریف و تکذیب کر رہا ہے اور کوئی پیغمبران اور بزرگان دین کے اقوال کو جھوٹا سمجھ رہا ہے اور نزدیک خود
عاقل اور ایجاد کنندہ بنے بیٹھے ہین تو گویا کہ انکا خیال ہے کہ دوسرے کے اقوال کو رد کرنا اور اوسمین اعتراض
نکالنا ہی لیاقت اور دانشوری مین داخل ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ پس اس قسم کو بھی موافق
انکے حصہ غفلت کے تین درجون مین تقسیم کیا ہے **اول کافر** یہ وہ لوگ ہین جو کہ خدا کے موجود ہونیکا
تو اقرار کرتے ہین مگر اوسکے پیغمبرون اور احکام امر و نہی سے انکار ہے اسمین علاوہ عوام الناس کے وہ فرقہ فقیرونکا
بھی شامل ہے جو کہ باوجود ہوش قایم ہونیکے شروع ظاہر کے پابند نہیں ہین یہ لوگ حالانکہ موحد ہوتے

ہوتے ہیں وہ اپنی زبان سے کبھی نماز بھی نہیں پڑھتے۔ اور ظاہر کوئی عمل بھی نہیں کرتے شہوات
و لذات کو ترک کرکے دنیا کے تمام مخصوصوں سے جدی بچتے ہیں۔ محنت اور ریاضت کرکے نفس کو
بھی تابع کر لیتے ہیں۔ اس سبب سے اُن سے اکثر افعال خلاف فطرت بشری صادر ہونے لگتے ہیں جنکو کہ جاہل
کرامت استدراج سمجھتے ہیں نہایت عوام ان کے افعال دیکھکر جلد سے معتقد ہو جاتے ہیں اور ولی اللہ کے
نام سے مشہور کر دیتے ہیں اگر باعث نہ تابعداری کرنے اور نہ اعتقاد رکھنے کسی پیغمبر اور شریعت کے
یہ لوگ بھی کافروں کے زمرہ میں داخل کئے جاتے ہیں اور یہ بے دین خشک اگرچہ خدا کو وحدہ لاشریک
جانتے ہیں لیکن بلا ہادی و رہبر راستہ چلنے کے سبب گمراہ خیال کئے جاتے ہیں۔ دوم مشرک یہ وہ
فرقہ ہے کہ جو خدا کا تو قائل ہے مگر اوسکو وحدہ لاشریک نہیں سمجھتا یعنی کوئی تو نعوذ باللہ کہتا ہے
کہ خدا کے بیوی اور اولاد ہے اور کوئی کہتا ہے کہ بجائے ایک کے تین خدا ہیں اور ہر ایک کو ایک ایک
فعل کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اول پیدا کرنیوالا دوم رزق دینے والا سوم مارنیوالا۔ اور بعضے اس قسم کے
مشرک ہیں کہ زبان سے خدا کے ایک ہونیکا اقرار بھی کرتے ہیں اور ظاہرا اونکے پیغمبرون اور احکام کو
بھی مانتے ہیں مگر وہ چند صفتیں جو کہ خاص خدا سے تعلق رکھتی ہیں کسی دوسرے میں بھی خیال
کرتے ہیں بلکہ اون سے بایں گمان خواہان بھی ہوتے ہیں تو گویا کہ انہوں نے کسی دوسرے کو خدا کا شریک
یعنی ساجھی ٹھہرایا مثلاً۔ جلانا۔ مارنا۔ روزی دینا۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا۔ مرض و صحت کا دینا
بیٹا بیٹی دینا وغیرہ وغیرہ خاص خدا ہی کے اوصاف ہیں ہاں البتہ موافق اپنی خواہش کے اگر کسی بندہ
سے دعا کراوے یا اونکا وسیلہ دیکر خود دعا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں مگر اونکو بالاستقلال فاعل
ایسے امور کا نہ سمجھے اور یہ خیال بھی نہ رکھے کہ وہ خواہ مخواہ خدا سے کرا ہی لینگے۔ علاوہ ازین بجز
خدا دوسرے سے مدد چاہنا یا کسی کی دوہائی دینا اور پکارنا۔ اور عبادت کرنا یہ سب شرک ہے۔
درجہ سوم دہریہ یہ وہ کور چشم انسان ہیں کہ جو خدا کے موجود ہونیکا بھی یقین نہیں کرتے ہر ایک کا پیدا
ہونا خود بخود ہی خیال کئے ہوئے ہیں۔ تو گویا کہ اول درجہ کے بیوقوف نامعقول اور لائق سزا کے
سخت ہی لوگ ہیں کہ باوجود ہوش و حواس اور ظاہری سمجھ بوجھ کے خالق دوجہان کا انکار کرتے ہیں

مگر بعض موقعون پر تجربہ سے دریافت ہوا ہے کہ جب ان لوگون یعنی دہریون کو کسی وجہہ سے سخت
تکلیف پہونچے مثلاً مرض شدید مین مبتلا ہو جاوین ۔ ویا اتفاقیہ مجرم قرار پاکر پابجولان کئے جاوین
ویا کسیکا جہاز طوفان سخت مین آجاوے ۔ ویا تین چار روز تک انکو بالکل کہانا نہ ملے ۔ ویا اسیطرح
کسی ایسے خوف کے مقام مین آجاوین کہ جہان انکو اپنا مرنا سامنے نظر آنے لگے تو اسحالت مین
یہ انکاری خدا کو پکارنے لگتے ہین اور پچھلے افعال سے توبہ و استغفار کرتے ہین ۔ آیندہ کفر و شرک سے
بچنے کا اقرار کرتے ہین ۔ اور ہر سانس پر خدا کا نام لے لیکر اوس آفت سے چہوٹنے کی التجا بھی کرتے ہین
اب جو اسحالت مین دریافت کیجیے کہ تمنے یہ کیا کیا تو جواب دیتے ہین ۔ تقدیر اور جو کہیے کہ کچہ تدبیر کرو تو
کہتے ہین کہ ہم عاجز ہین اللہ تعالےٰ جو چاہے سو کرے ۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ تر یہ لوگ دنیا کے
عیش و آرام مین آنکہ اندہے ہو جاتے ہین ۔ جبکہ کسی قسم کی آفت سر پر آجاوے ویا کوئی اہم مقصد پیش
ہو جاوے تو فوراً انکی آنکہین کہلجاتی ہین اور خدا کو یاد کرنے لگتے ہین مگر صرف اسحالت کے فرو ہو جانے
پر پہر جیسے کے تیسے بلکہ اب پہلے سے بھی زیادہ زبان دراز بن جاتے ۔ **قسم چہارم جاہل**
دنیا مین اس قسم کے آدمی گوشجات زمین پہاڑون اور ٹاپوؤن مین آباد ہین ۔ انکے افعال قریب قریب
حیوانات مطلق کے موافق ہین یعنی جنگلون مین برہنہ پہرتے ہین ۔ خود رو میوہ جات اور جانورون کے گوشت
سے شکم پوری کر لیتے ہین ۔ گرمی و سردی سے بچنے کے واسطے جہونپڑیان بناکر ویا غارون مین بسر گذر کرتے
ہین ۔ اکثر ونکا نہ تو کوئی مذہب ہے اور نہ طریقہ ۔ اسیطرح شتر بے مہار کے موافق پہرتے ہین نہ تن کا ہوش
نہ جانکی فکر ۔ چنانچہ اس قسم کو بھی موافق انکی انسانیت کے تین درجون مین تقسیم کیا ہے ۔ **اول جاہل اصغر**
یہ لوگ شائستہ انسانون کے قریب آباد ہین اسواسطے انکو کسیقدر اپنی روح و جسم کے آرام کی فکر
ہے یعنی مکان ویا جہونپڑیان اپنے رہنے کے لئے خاصی گذر کے لائق بنا لیتے ہین ۔ اور
کاشتکاری کے ذریعہ سے کچہ اناج ترکاریان اور میوہ جات حاصل کر لیتے ہین ۔ روٹی کے نام سے بھی
کچہ نہ کچہ پکا لیتے ہین ۔ کوئی قسم کا سالن بھی بنانا جانتے ہین چاہے مزیدار نہو ویا ہر روز نہ پکاوین اور پوشاک کے
بارہ مین اکثر بدن کو تو وہ کہلا رکہتے ہین مگر مقام ستر کو پوشیدہ رکہتے ہین ۔ اور مذہب کے بارہ مین

بعض بعض قومین تو ان مین دیندار بھی پائی جاتی ہین مگر بباعث نہونے تعلیم و تربیت کے طریق عبادت خوب صحیح نہین جانتے اور بعض صرف خدا کے ہونیکا اقرار کرتے ہین۔ لیکن زیادہ تر بت پرست و شیطان پرست ہی نظر آتے ہین اور ذرا ذرا باتون پر آپسمین لڑنا۔ انسان کا خون کر دینا کچھ بھی نہین سمجھتے۔ بلکہ زیادہ سخت دل والے تو ہمیشہ رہزنی کر کے ویا آپسمین ہی ایکدوسری قوم کو لوٹ مار کر کے گذارہ کرتے ہین اور تھوڑے مال کے واسطے انسانکا خون کرنا روا سمجھتے ہین۔ اور چونکہ زیادہ تر افعال کے نتایج سے واقف نہین اور نہ پس و پیش سوچتے ہین اسلئے یہ لوگ بہادر زیادہ ہوتے ہین۔ شادی و مرگ کی رسمین بھی کودنا۔ اور ڈھول بجا کر وحشیانہ طور پر گانا و ناچنا و یا کسی قسم کی پرستش کرنا وغیرہ کرتے ہین۔ اور بوقت ضرورت تیر چھرون اور برچھون سے لڑتے ہین۔

دویم جاہل اکبر انمین بہ نسبت درجہ اول جہالت زیادہ ہوتی ہے۔ چونکہ یہ لوگ شائستہ انسانون کی آبادی سے دور فاصلہ پر رہتے ہین اسلئے بالکل برہنہ رہتے ہین بجز جوان عورتون کے کہ وہ صرف مقام مخصوص کو پوشیدہ رکھتی ہین۔ کشتکاری کا چندان طریقہ نہین جانتے۔ قلیہ ر الی سے بالکل ناآشنا ہین۔ ہان البتہ کسی لکڑی نوکدار سے زمین کو گود کر ہر قسم کے تخم کو ایک ہی موسم مین پوشیدہ کر دیتے ہین اور جو کچھ وقتًا فوقتًا حاصل ہوتا ہے کچا پکا کہا جاتے ہین۔ روٹی سے واقف نہین البتہ بعض چیزو نکو بالکل اور گوشت وغیرہ کو جہلسکر کہا جاتے ہین۔ و یا گاہے صرف میوہ جات کہا کر گذر کر دیتے ہین۔ اور مذہب کے بارہ مین بعض تو بالکل کچھ نہین جانتے اور بعض دیو و یا شیطان اور بت وغیرہ کو پوجتے ہین ہر قسم کے جانورونکا گوشت خنزیر کتا۔ گیدڑ۔ ریچھ زندہ مردہ سب کہا جاتے ہین۔

سویم جاہل مطلق یہ وہ قوم انسان ہے جو کہ بالکل وحشی جانورون کے موافق ہین یہہ ایسے مقامونپر اور بفاصلہ سب سے علیحدہ رہتے ہین کہ جہان شائستہ انسان کا پہونچنا دشوار ہے یعنی دور و دراز ٹاپوون مین و یا سمندر کے کنارے بڑے بڑے دشوار گذار پہاڑون مین آباد ہین جہانکہ اتفاقیہ ہی کوئی شائستہ انسان جہازون کی تباہی مین آ جا پنہچے گیا ہے اور اس نے اس قسم کے لوگون کا دیکھنا بیان کیا ہے یہ نہ تو زراعت کا کوئی طریق جانتے ہین اور نہ پکانے سے آگاہ کپڑے کے تو نام سے بھی بے واقف

نہین مکان بنانیکی بھی انکو ضرورت نہین تہا صرف درختون پر گھونسلہ بنا کر دیا تھا۔ دن مین رہتے مین۔ خود رو میوہ جات درختون کے پتے اور چرند و پرند جانور انکی گوشت مچھلی سیپ و گھونگا۔ مینڈک۔ کچھوا وغیرہ شکار کرکے کہا لیتے ہین اور انہین سے بعض قومین تو انسان کو بھی کہا جاتی ہین خصوصا اپنے خویش و اقارب کا گوشت بعد مرنیکے بہت شوق و محبت سے کہاتے ہین گویا کہ بجائے زمین مین دفن کرنیکے اپنے پیٹ مین جگہ دینا زیادہ محبت سمجھتے ہین ملت و مذہب سے کچھ بھی واقف نہین۔ دن بھر جنگلون پہاڑون اور سمندر مین خوراک حاصل کرنیکے لئے گھومنا اور شبکو اپنے مسکن مین سو رہنا انکا کام ہے۔ چنانچہ ان تینون درجون مین گو کہ عقل موجود ہے مگر وہ صاف حالت مین نہین ہے صرف جانورون کے موافق اپنا تھوڑا سا ظاہری نفع و نقصان جانتے ہین لیکن اگر انکی عقل کو تربیت اور تعلیم کے ذریعہ سے صاف کیا جاوے تو یہ لوگ قسم سویم مین داخل ہوسکتے ہین اور اگر عقل باطنی کو بھی صاف کیا جاوے تو قسم دویم اور اول تک پہونچ سکتے ہین اور ہر زمانہ مین اسطرح اقوام جاہل تعلیم و تربیت پاکر شائستہ ہوتی رہی ہین اور روز بروز ہوتی جاتی ہین بلکہ تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ ان لوگون کو اثر تعلیم و تربیت بہ نسبت اون جاہلون کے جو کہ شائستہ قومون مین صرف اپنی بد افعالی سے جاہل بنے ہوئے ہین زیادہ اور جلدی ہوتا ہے۔ **قسم پنجم مجنون**۔ یہ وہ لوگ ہین جنمین کسی قسم کی عقل پیدا ہی نہین ہوئی و با موجودہ کسی خاص سبب سے زائل ہوگئی ہے اور اگر ہوئی تو بہت کم۔ اور یہ در اصل ایک قسم کی دماغی بیماری ہے جو کہ گاہے شروع ہی سے پیدا ہوگئی اور کبھی درمیانی حصہ عمر مین کسی باعث رنج و فکر و یا کسی صدمہ وغیرہ سے ہوجاتی ہے۔ اس قسم کے اشخاص دیوانہ اور بیحواس ہوتے ہین۔ انکو نہ تو ظاہری سمجھ ہوتی ہے اور نہ باطنی۔ اپنے اپنے خیال و وہم مین مست رہتے ہین۔ کوئی بالکل خاموش رہتا ہے اور کوئی شب و روز بک بک کرتا ہے اور کوئی ہنستا اور کوئی روتا ہے غرضکہ اسیطرح سے ہر ایک مختلف حالات مین مبتلا ہے بعضونکو کہانے پینے کی ہوش رہتی ہے۔ اور جواب سخن بعض وقت درست دیتے ہین اور بعض وقت نادرست اور بعضے پاکی اور ناپاکی اور ستر کا خیال رکھتے ہین۔ اور بعضون کو اسکا بھی ہوش نہین یعنی پیخانہ و پیشاب بدن پر مل لیتے ہین اور بعض کہا جاتے ہین۔ اور برہنہ بے پردہ

گھومتے ہین - اور بعض ان مین سے خونی بھی ہوتے ہین یعنی بوقت موقع و فرصت اگر کسی بچے عورت
یا مرد کو پا جاوین تو گلا گھونٹکر یا پتھرون سے کچلکر مار ڈالتے ہین - علاوہ ازین بعض اوقات اسی قسم مین چند
اصحاب قسم اول کے بھی ملتے جلتے پائے جاتے ہین جو کہ تو خود اپنے تئین دنیاوی لوگون سے
بچانیکے لئے ظاہر مجنون بنا لیتے ہین و یا بعض اپنے مالک خداوند لایزال اور اوسکے قدرتون کے
خیال مین ایسے محو و مستغرق ہو جاتے ہین کہ اون مین اور مجنون مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا - و یا بعض کو
اونکے پیر اپنی توجہ سے دنیاوی خیالات شائستگی کے واسطے اونکی ظاہری عقل اور ہوش کو سلب کر لیتے
ہین - اور پھر پیر اوستادی کی توجہ سے ہوش مین بھی آ جاتے ہین انکو مجذوب کہتے ہین اور یہ در اصل
اقسام اولیاء اللہ مین سے ہوتے ہین - انکو یا تو کوئی بزرگ ولی اللہ پہچانتے و یا عوام انکی سیف زبان
ہونیکی وجہہ سے بعض اوقات تاڑ لیتے ہین ورنہ اور کوئی خاص سبب انکو مجنونون سے علیحدہ کرنیکا
ہے - چنانچہ قسم پنجم کے اشخاص یعنی اصلی مجنون کو تربیت اور تعلیم سے کچھ بھی فائدہ نہین ہوتا -
اور خاصکر جو کہ پیدائشی اور سخت درجہ کا ہو و یا دماغ کی بناوٹ مین فرق آنے سے ہو جاوے تو اوسکا
آرام ہونا تو ناممکن ہے - اور درمیانہ درجہ کا جنون البتہ علاج و تدبیر سے کچھ اچھا ہو جاتا ہے - اور
تیسرے درجہ کا خفیف جنون جو کہ اکثر رنج و تفکرات کے ہجوم سے ہو جاتا ہے آب و ہوا کی تبدیلی ہلکی
اور اچھی غذا کھلانے اور خوشی مین رکھنے سے و یا باعث کو دور کرنے اور نصیحت آمیز گفتگو سے بالکل
آرام ہو جاتا ہے -

پس بیان مرقومہ بالا سے صاف ظاہر ہو گیا ہوگا کہ بے عقلی و یا کم عقلی ظاہری اور باطنی دو قسم کی ہین
اور انکے اصول صفائی اور ترقی کرنیکے بھی جدا جدا ہین - اور حکیم اور اوستاد بھی علیحدہ علیحدہ ہین -
عقل باطنی جو کہ در اصل اکسیر اعظم اور انسانیت ہی لوگون مین خالص صاف حالت مین بہت ہی کم پائی
جاتی ہے - اور اسکے اوستاد بھی بڑی تلاش سے شاذ و نادر ہی ملتے ہین - البتہ عقل ظاہری جو کہ
خالصاً زہر ہلاہل - بیوقوفی اور جہالت ہے اور ہمراہ عقل باطنی مصلح اور کارآمد ہے بکثرت
اور اسکے اوستاد مادہ شناس سب ہی ہین - اب گویا کہ بزرگان قسم اول تو شاذ و نادر ہی ملتے ہین - اور

اس مین بھی کچھ حکمت ہے اگر سب اوسیطرح کے ہوتے تو دنیا ایسی آباد اور پُرفضا ہرگز نہ ہوتی۔ البتہ قسم دویم و سویم البتہ دنیا مین زیادہ پائے جاتے ہین اور تاہم فی زمانناتو قسم سویم ہی کے آدمی زیادہ نظر آتے ہین۔ بلکہ جسکو دیکھیئے وہی اسیطرف مائل ہوتا جاتا ہے جسقدر آجکل تعلیم یافتہ مشہور ہین قریب قریب سبکے اعتقاد ٹھیک قسم سویم کیموافق ہین اسلیئے اس زمانہ کیحالت کو دیکھکر نہایت افسوس آتا ہے اور انکا طریقہ و گفتگو دیکھکر اور سنکر سخت ملال پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ بہ دقت انکی دستگیری کرنا ہے۔ اور انکی عقل بدرجہ غایت محتاج اصلاح ہے۔ مگر خرابی یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنے اعلے ہونیکے خیال مین دوسرونکے کلام اور ملاقات کو ناپسند کرتے ہین اور نصیحت آموز کتابون کو بھی از راہ ہذیان سمجھکر زیر نظر نہین لاتے ایسیحالت مین انکی مثال ٹھیک اوس مریض کی سی ہے کہ جو نہایت سخت مگر علاج پذیر مرض مین مبتلا ہوکر بڑے درجہ کا بد پرہیز ہو اور نیز حکیم کے نام سے دور بھاگتا اور بتلائی ہوئی دوا کا استعمال نہ کرے اور پھر اپنے کو عقلمند تصور کرے تو آپ فرمائیے کہ ایسے مرض سے نجات کی کون امید ہو

بیان ترقی گرفتن عقل باطنی

ان چند وجوہات مفصلہ ذیل یعنی علم۔ صحبت نیک۔ نصیحت زبانی۔ عقل آمیز کتابون کے پڑھنے یا سننے۔ اور تجربہ سے۔ عقل کو زیادہ و کم ترقی ضرور ہوتی ہے چاہے وہ شخص خیال کو بھی زور ندے اور اگر غور و فکر کرکے ہر ایک امر کو خوب ذہن نشین کرے تو بہت کچھ عقل بڑھ جاتی ہے۔ علاوہ ازین مادہ کی کمی و بیشی پر بھی منحصر ہے یعنی انسان مین جسقدر مادہ عقل قدرتی موجود ہوگا اوسیقدر اوسمین اسباب سے روشنی بھی زیادہ پیدا ہوگی۔ یعنی فرضاً دو شخص ایک ہی وقت سے کسی علم اور فن کے حاصل کرنے کے لیئے کوشش کرین تو بعد از اختتام دونوںکی معلومات و مہارت اوس علم مین ہرگز برابر نہوگی کیا وجہ کہ اول تو مادہ عقل قدرتی ہی ہر ایک مین مختلف ہوتا ہے اور دویم اوسکے صفائی حاصل کرنے مین سعی مختلف طور سے کیجاتی ہے یعنی آپس کی محنت خیال اور غور مین فرق ہوتا ہے سیوم پنج اسباب مذکورہ بالا مین سے کوئی صرف ایک اور کوئی دو دو یا زیادہ حاصل کرتا ہے جس سے کہ بالآخر اونکی

باہمی لیاقت اور عقل مین فرق ضرور ہو جاتا ہے پس جس شخص کا مادہ قدرتی زیادہ بھی ہو اور اسباب صفائی بھی اوسکو پورے پورے حاصل ہون تو وہ تو بھلے تو ہزارون مین ایک عاقل ہوگا اور باقی اپنے اپنے درجہ بموافق کم و بیش ہونگے

بیان علم کا

علم کے معنی سے قریب قریب سب واقف ہین یعنی کسی شے اور امر سے واقف ہونا یا اسکا حال معلوم کرنا خواہ وہ زبانی ہو یا پڑھنے سے حاصل ہو مگر اصطلاح مین لکھنے اور پڑھنے ہی کو علم کہتے ہین اور اس طریقہ سے حقیقت مین بھی واقفیت زیادہ حاصل ہوتی ہے بہرطور یہہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ اول علم دینی دویم علم دنیوی۔ چنانچہ قسم اول کے حاصل کرنے اور اوسکے پیرو ہونے سے تو رضامندی اللہ تعالے کی ہے۔ اور قسم دویم سے دنیاوی معاملات کی معلومات ہوتی ہے اور معاش پیدا کرنے مین مدد ملتی ہے پس قسم اول چونکہ در اصل علم ہے اسکا جاننا تو ہر ایک پر فرض ہے مثلاً خدا کا منتظر ہونا۔ اوسکے رسولون کو ماننا۔ طریقہ عبادت سیکھنا۔ ولی اللہ اور بزرگون پر اعتقاد رکھنا۔ اور ہر ایک کے درجہ کو پہچاننا۔ ماں باپ اوستاد ہمسایہ۔ دوست اور خویش و اقارب کے حقوق کی معلومات کرنا۔ دلمین ہر وقت خوف خدا رکھنا۔ ہمیشہ ذاکر و صابر رہنا۔ قیامت کا دغدغہ اور حساب کا خیال رکھنا وغیرہ وغیرہ یہ سب علم دین سے تعلق رکھتے ہین جسکا کہ حاصل کرنا ہر ایک کو سب باتون سے اول و لازم ملزوم ہے مگر فی زماننا عوام الناس نے اسکا حاصل کرنا کرانا تو موقوف کر دیا ہے بلکہ کہتے ہین کہ یہ سب پڑھانا فضول ہے و یا بعضے جو اپنے تئین ذہبی عقیدہ تصور کرتے ہین تو وہ کہتے ہین کہ حضرت علم دین بعد کو پڑھا لینگے چونکہ صرف کہنا ہی کہنا ہے بعد کو کون پڑھتا ہے اور پڑھاتا ہے پس جہان لڑکے کو ہوش آیا تو اوسکو نہ تو خدا کا نام سکھلاتے ہین۔ اور نہ کلمہ بتلاتے ہین۔ اور نہ وہ لڑکا بزرگون کے آداب اور درجہ سے واقف ہوتا ہے شروع ہی سے اوسکو اردو فارسی و انگریزی کے لغو قصہ جات اور چند حیوانات کے تذکرہ پڑھا کر کچھ حساب دکھلا دیا اور بعد کو چند کتب اخلاقی ریاضی اور تواریخ کی پڑھا کر یہ ہین کے چکے

مین ڈالدیا تو اب پھر اسکو بہلانے وہ قایل ہی نہین ہوتے ہیں بلکہ اونکے ہر وقت ورد زبان ہے کہ زمین اور
اوسکی موجودات آفتاب کے چوگرد گیند کے مانند لڑھکتی پھرتی ہے۔ اب جو ان سے سوال کیا جاوے
کہ ارے میان لڑکے یہ پہلا تمہارا کیا اعتقاد ہے۔ اور اس خیال سے حاصل ہی کیا ہے۔ ہو وہی تسبیح
مطلب۔ اور دوسرے خلاف خیال تو یہ بات ہے کہ آیا اوسکے معلوم کرنیوالے نے کسطرح جانا کہ داخل
یہی بات درست ہے۔ فرض کرو ہم دیکھتے ہین کہ آسمان گھومتا ہے۔ و یا صرف آفتاب ماہتاب اور ستارہ گھومتے
ہین کیونکہ موسم کی تبدیلیان تو زمین قایم رہنے اور آسمان و آفتاب کے گھومنے سے بھی تو ہو سکتی ہین۔
پس یہ کیا ضرور ہے کہ تم اوسی قول کو راست جانو۔ تو کیا جواب دیتے ہین۔ نہین صاحب کو فلان
دانا عاقل اور عالم نے دریافت کیا ہے اسواسطے یہہ بہت درست ہے۔ تو اب گویا کہ ان فلاسفر کے اقوال کو
انہون نے بغیر از کامل دلیل و ثبوت مان لیا یعنی اوسپر ایمان لے آئے۔ چنانچہ اب کوئی انہیں اتنا بتلاوے او سمجھاوے
کہ ارے میان وہ فلان دانا آخر عوام مین سے ہی ہمارے موافق ایک آدمی تھا جو کہ ایک قدم بھی زمین سے
علیحدہ نہین چل سکتا تھا۔ اوڑنا بھی اوسکا ثبوت نہین ہوا۔ آفتاب سے لٹکتا ہوا بھی کسی نے اوسکو نہین دیکھا
کبھی کسی ستارہ کو پکڑتا ہوا بھی نہین سنا بلکہ اوسکو اسقدر بھی معلوم نہ تھا کہ وہ خود کل کے روز کہان کہان
گھومیگا اور کس کس سے ملاقات کریگا۔ بھلا اسقدر عالیشان آفتاب کے چوگرد زمین کا پھرنا وہ کیسے معلوم
کر سکتا ہے۔ پیغمبر بھی اوسکا ہونا ثبوت نہین کرامت بھی اوس سے کوئی ظاہر نہین ہوئی کہ اوسکے
قول کو الہامی ہی تصور کیا جاوے۔ بلکہ یہی کہا جاویگا کہ خیالی پلاؤ پکایا اور چلدیا جیسا کہ پیشتر چند سال قبل
حکما نے بھی انہین معاملات مین خیالی گھوڑے دوڑائے ہین اور سر پٹک پٹک کر بالآخر طعمہ اجل ہوئے
مگر استغفر اللہ اونکا اعتقاد اسطرف سے ہرگز نہین گھومتا۔ اور خیر یہان تک بھی غنیمت تھا مگر خرابی
تو یہہ ہے کہ رفتہ رفتہ اور اس قسم کے دہریون کے خیالات اور کتابین زیر نظر آئین جنکے وسیلہ سے بالآخر اونکی
عقل پر پردہ پڑنا شروع ہوا یعنی اول خدا کے موجود ہونیکا شبہہ ہوا۔ موجودات کا خود رو ہونا ذہن نشین
ہونے لگا پھر تو بعد از چندے بخوبی لا مذہب دہریہ ہو کر اپنے اون استادونکو بھی جنکی کتابین دیکھکر انکو
اعتقاد جما تھا کم فہم اور بیوقوف بتلانے لگے۔ انکی بلا سے وہ یا اوستاد تو ثبات کے قایل بھی تھے کہ ضرور کوئی

خدا سے یا بعض شیئًا اقرار کرتے تھے مگر یہ تو صاف ہی انکار کر بیٹھے - نفس اور شیطان کے تابع ہو گئے - جو چاہا سو کیا - جو دل میں آیا سو بکا - عقل تو انکو سلام کرکے رخصت ہو گئی - اور یہ خواہ نخواہ اپنے کو عاقل اور دوسروں کو جاہل تصور کیے ہوئے بے پرکی اڑا دیتے ہیں - اجی حضرت یہاں پر میری مراد علم سے یہ نہیں ہے جو آپنے حاصل کیا - بلکہ اسطرح تو آپ لاعلمی کے درجہ سے بھی پس پا ہو گئے - مانا کہ آپنے انگریزی بہت پڑھی ہے اور دیگر چند ممالک کی زبانوں سے بھی آپ واقف ہیں حساب دانی میں بھی آپ لاثانی ہو گئے ہیں جغرافیہ دنیوی سے بھی آپ خوب ماہر ہیں - اور بڑے بڑے پاس (اسناد) بھی حاصل کیے ہوئے ہیں یہاں تک کہ حرف اے (A) سے لیکر زیڈ (Z) تک (حروف انگریزی جو کہ براے علم دانی بطور لقب کے عطا ہوتے ہیں) آپکے نام پر ثبت کیے جاتے ہیں - اور کسی سرکار میں آپ اعلے عہدہ پر بھی قائم ہیں مثلاً صدر الصدور - جج - تحصیلدار - سررشتہ دار - انسپکٹر مدارس یا ہیڈ ماسٹر ہیں گو تنخواہ بھی آپ قرار واقعی پاتے ہیں - کوٹ بوٹ سے بھی آراستہ و پیراستہ ہیں - تقریر بھی آپکی بہت چست ہے - اور ملک یورپ میں بھی آپ لکچر دے آئے ہیں لاکن ہنوز اگر خدا اور اسکے احکامات سے انکار ہے اور اسکی قدرت میں لیت و لعل یا چون و چرا کرتے ہیں تو آپ خالی فی الحال ہیں عقل سے آپکو علاقہ ہی نہیں - بیجا علم آپ لا علموں سے بھی بدتر ہیں - اور وہ خود بھی نادان ہیں جو آپکو دانا سمجھے ہوئے ہیں - اور جو آپ اپنے تئیں زیرک سمجھتے ہیں یہ خبط ہے یا خلل دماغ - حالانکہ تمام عمر آپنے پڑھنے اور لکھنے میں صرف کی حتی کہ بینائی تک جاتی رہی یعنی قبل از وقت عینک لگانے لگے مگر حاصل اسکا اسلئے بہتر ہوا کہ یہ جو کچھ آپنے پڑھا ہے ایک حصہ علم دنیوی کا تھا - معاش کے لئے تدبیر تھی خیر اسکا بھی کچھ مضائقہ نہیں انسان سے جسقدر لئے کوشش اپنی آرام کے لئے ہو سکے کرے بموجب مصرع ع مقدور اپنا اپنا آزمائے جسکا جی چاہے مگر یہ جو آپ بدعقیدہ ہو گئے - خدا کا انکار کر بیٹھے - بزرگوں کو نظر حقارت سے دیکھنے لگے دیا انکے اذکار پر آپکے دانت نکل آتے ہیں - مزاج میں تعلی پیدا ہو گئی ان باعثوں سے آپکی عقل کٹ گئی اور اسکا کچھ تعجب نہیں جسطرح کہ اکثر اشیاء تیزاب سے فوراً نابود ہو جاتی ہیں اسیطرح بداعتقادی اور بے ایمانی سے عقل بھی رفتہ رفتہ منہدم و پارہ پارہ ہو جاتی ہے - گو کہ پیشتر آپکی یہ حالت نہ تھی مگر اس اثر غلیظ کیوجہ سے آپکے مادہ میں

تمیز ملی آگئی ویا اسطرح سمجھئے کہ اوصاف غلیظ اور اعتقادات بد و ناپسندیدہ کی تہین آنکی عقل پر چھا گئی
سے اوّل اوسکی آب و تاب جاتی رہی۔ اور بعد کو رفتہ رفتہ اوسکی گرانی سے عقل ناکارہ ہوکر آپ پرسلے
درجہ کے بالمعنی نامعقول ہوگئے۔ چنانچہ اسحالت مین گو کہ یہ مرض آپکا درجہ اخیر کو پہونچ گیا ہے اور قریب ہے
کہ لاعلاج بھی ہو جاوے مگر تاہم اسکی اصلاح ہو سکتی ہی بشرطیکہ مریض رجوع بہ حکیم لاوے۔ اور جو کچھ تدابیر
اور علاج تبلایا جاوے اوسپر اعتقاد کے ساتھ عمل کرے۔ مثلاً اوصاف بد، بد اعتقادی، بے ایمانی
اور قتل کو قے اور جلاب کے ذریعے سے نکالدینے پر راضی ہو۔ بعدہ چند روز شربت علم عقائد و وحدانیت کا
پیکر معجون حمد و ثنا ورد زبان کرے۔ من بعد توبہ و استغفار کی سکنجبین کے ذریعے سے زنگ قلب دور ہونا
شروع ہوگا۔ اور اخیر مین ذکر و شغل کی مقوی معجون کے استعمال کرنیسے آپ بالکل تندرست ہوکر صاف
باطن اور پاک طینت ہو جاوینگے۔ غلاظت اور کثافت دور ہوکر آپکی عقل اسقدر شفاف اور مجلے ہو جاوے
گی کہ آئینہ و دوربین بھی اوسکے سامنے کچھ حقیقت نہ رکھیگا اور بالآخر اس قسم سویم کے اخیر درجہ سے
جہانتک آپ اب موجود ہین قسم اول کے درجہ سویم تک پہونچ سکتے ہین۔ پس اس بیان مذکورہ بالا سے یہ تو خوب
معلوم ہوگیا ہوگا کہ یہ مرض یعنی علم دنیوی کو پہلے سکہلانا کیسا خوف ناک ہے۔ اور اسکے پیدا ہو جانیکے
کسقدر بڑا اندیشہ ہے کہ مریض اکثر تو روبصحت ہی نہین لاتا۔ اور دویم یہہ مرض ہی اس قسم کا ہے
کہ اسکو بیمار مرض ہی خیال نہین کرتا اسلئے رجوع بہ حکیم بھی نہین ہوتا علاج کرنا زہر معلوم ہوتا ہے۔
اور بالفرض اگر تلاش حکیم بھی کیجاوے تو دنیا مین اس قسم کے امراض دور کرنیوالے حکیم شاذ و نادر دستیاب
ہوتے ہین۔ اور بر تقدیر اگر بعد از تلاش کثیر کوئی حکیم بھی ملگیا تو اوسکی ترکیب علاج کی مریض کم برداشت
کرسکتا ہی اور موافق ہدایات پرہیز خاطر خواہ نہین کرسکتا لہذا یہی ممکن ہی کہ مریض بعد شروع کرنے علاج
کے بھی حکیم کو ترک کر بیٹھے۔ غرضکہ اس قسم کا مریض شاذ ہی اگر تقدیر کا زبردست ہوا تو بعد از تدبیر کامل
شفا کلی پاتا ہے ورنہ جہنم واصل ہونا تو اسکا اخیر نتیجہ ہی۔ لہذا عاقل کو لازم ہے کہ اس مرض کے
روکنے کا پہلے ہی بندوبست کرے تاکہ اس بیماری کا اثر ہی نہ ہونے پاوے یعنی لڑکون کو سب سے پہلے علم دین
ماہر کرا دیا جاوے تاکہ اعتقاد نیک اونکے ذہن نشین ہو جاوین اور بعد کو دیگر علم و فن و یا کسب دنیوی کی ضرورتا

تعلیم ویو سے مگر جتے المقدور فلاسفر نگی کتابون سے احتراز کرنا چاہیے **شعر**
عہد طفلی ہی سست ہے مشق تو اضع لازم ✤ حلقہ آسانی سے بن سکتا ہے چوب تر کا ✤ اور اگر شائد
کبھی یہان بباعث ناواقفیت لاعلمی بند ولبست شروع سے نہو سکا اور علامات بند اور غیر نمایان
ہوگئین تو فوراً اسباب مرض کو ترک کرکے تدبیر کامل کرین ورنہ بعد لو روکنا تو مبہم عظیم کا سامنا ہوگا
قطعہ درختیکہ اکنون گرفت است پائ ✤ بہ نیروے شخصے بر آید ز جائ ✤ گر ہمچنان روزگارے ہلی ✤
بگردونش از بیخ بر نگسلی ✤

بیان صحبت نیک کا

صحبت کے معنی سے بھی ہر کوئی واقف ہی یعنی آپس مین ملے جلے رہنا خواہ یہ از راہ محبت و مطلب کے ہو ویا تابعداری اور خدمت کے۔ قرب یعنی ہمسایہ رہنا بھی صحبت مین داخل ہے اگرچہ حرکات و سکنات افعال و اقوال دور سے ہی سنے اور دیکھے۔ بہر طور صحبت کا اثر در حقیقت جیسا کہ مشہور ہے ویسا ہی ہوتا ہے مگر صحبت نیک کا اثر بسبب خلاف خواہش نفس دیر مین اثر پذیر ہوتا ہے لہذا اسکے واسطے ذرا کوشش و صبر درکار ہے اور طرفین کا ارادہ بھی ہونا شرط ہے یعنی اسطرح سے اثر جلد ہوتا ہے اور اگر ایک کے بھی ارادہ مین خاصکر اثر گیرندہ کے فرق ہوا تو مدت کا راستہ طے کرنا پڑیگا

اسباب اثر صحبت

یہ ظاہر ہے کہ جس قسم کی صحبت انسان کو ہوگی ویسا ہی اسکو اثر ہوتا ہے مثلاً جیکہ ہمارے دوست اور ہمراہی دیا آقا شب و روز خدا کا ذکر اور اُسکی عنایات و اکرام کا اظہار اور اوسکے امر دینی پر تابع رہنے کا بیان کرینگے تو ہمکو بھی لامحالا انکے اقوال اور افعال کا تھوڑا یا بہت اثر پیدا ہو کر اونہین کے موافق ہونے پر مجبور کریگا۔ اور اگر ہمارے صحبتی زر دنیا کی تعریفین اور اوسکے چند روزہ عجائبات کا ذکر و از کار اور تجارت کا نفع۔ روپیہ جمع کرنیکے فائدہ اور عنوان اقسام کے فنون اور پیشہ و اکتسابکے محاصل بیان کرینگے تو ہماری طبیعت بھی اسی قسم کے کامون پر رجوع کریگی۔ پس اسواسطے یاد رہے کہ جس درجہ کی صحبت ہوگی اور جسقدر عرصہ تک رہیگی ویسا ہی پختہ اور دیرپا اوسکا اثر بھی ہوگا۔ اگر نیک صحبت

تو رفتہ رفتہ پچھلے خیالات کا زنگ علیحدہ ہوکر انسان کی عقل مین آب و تاب آجاتی ہے +

بیان نصیحت زبانی اور عقل آمیز کتابونکے اثر کا

نصیحت اور عقل آمیز کتابونکا پڑہنا اور سننا بھی وہی اثر رکھتا ہے جیسا کہ تاثیر صحبت اور انکے اثر ہونیکو واسطے بھی اپنا ارادہ اور عقیدہ رکہنا ضروری ہے۔ اور خصوصاً ایسی باتونپر دل جمانے اور ذہن نشین کرنیکے بعد عمل کرنے سے البتہ بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ ورنہ بے دلی و بلا دیگر ارادہ سے پڑہنا اور سننا تو تضیع اوقات کرنا ہے اگرچہ ایک مدت بھی گذر جاوے۔ جیسا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ہر ایک شخص دوسرونکو نصیحت کرنیکو تو موجود ہے یا بعضونکا تو خاص وعظ و نصیحت کرنیکا پیشہ ہی ہوتا ہے۔ اور اگر خیال کیجیے تو خود را فضیحت دیگران را نصیحت کی مثل اونپر صادق آتی ہے شعر ہر یکے ناصح برائے دیگران + ناصح خود یافتم کم در جہان + سننے والے اور گمراہ تو راستہ پاجاتے ہین اور وہ خود جیسے کے تیسے رہجاتے ہین کیا وجہ کہ انہون نے تو دل لگا کر سنا اور عمل کیا اور انہون نے بے غوری سے کام لیا۔ اکثر کتابین اور قصے اس قسم کے ہین کہ ظاہر تو اون مین کسیکی سوانح عمری اور حالات گذشتہ ہین مگر باطن مین ہر فقرہ اوسکا نصیحت اور پر از تجربات ہوتا ہے۔ پس خیال کرکے پڑہنے اور سننے سے تو البتہ فائدہ ہوتا ہے ورنہ خواہ مخواہ کی عمر زائل اور امر فضول ہے۔

بیان تجربہ کا

یہ بھی گویا کہ ایک بڑا آلہ عقل کو کامل اور صاف کرنیکا ہے۔ اسمین خیال اور غور کا کرنا بہت بڑی شرط ہے دنیا کی کارروائی کرنے اور دیکھنے سے اصلی حال معلوم ہوسکتا ہے کہ آیا کون سے افعال و اقوال سچ بہتر اور مفید ہین۔ اور کون کون لغو نالائق اور نقصان دہ ہین۔ تجربہ حاصل کرنیکے لئے جسقدر خیال کو زور دیا جاویگا اوسیقدر جلد اور کامل ہوگا چنانچہ بعض اشخاص کی تھوڑی سی ہی مدت مین تجربہ سے عقل بڑھ جاتی ہے۔ اور اکثر لوگ برسون بلکہ عمر بہر تک کرتے ہین مگر لاحاصل۔ اسلئے یہ کچھ ضرور نہین ہے

کہ عمر رسیدہ اوسیاح ہی ہمیشہ تجربہ کار خیال کیا جاوے جیسا کہ عوام مین مشہور ہے۔ البتہ ایک شخص کے
کسی کام مین عمر گذارنے سے یہ یقین ضرور ہوتا ہے کہ وہ اوس خاص کام مین بہت بڑا تجربہ کار ہوگا۔ مگر یہ بھی
ہمارا خیال اوسیوقت تک راست ہے کہ جب اوس شخص نے اپنے وقت کو خوب غور اور فکر کے ساتھ
گذارا ہو۔ اور اگر لاپرواہی اور بے دلی سے انجام دیا ہے تو یہ مثل صادق آئیگی۔ دلی مین بارہ برس
رہے مگر بھاڑ ہی جھونکا۔ اور علاوہ ازین تجربہ کا حاصل ہونا بھی مادہ عقل کی تیزی پر منحصر ہے تو گویا
کہ تیز مادہ والا اگر غور و فکر کے ساتھ ہر ایک کام کو خیال کرے تو چند ہی روز مین سب پر حاوی ہو کر کمال کو
پہونچ سکتا ہے اور سست مادہ والا بے غوری سے عمر بھر کام انجام دیتا رہے بہت ہی کم ترقی پائیگا۔ اور دوسرے
یہہ بھی صاف ظاہر ہے کہ انسان جس قسم کا علم پڑھیگا۔ جس فن و کسب کو سیکھیگا و یا جس پیشہ و دستکاری
مین دسترس پہونچائیگا۔ اور سیاحی مین جن خاص امور پر نگاہ رکھیگا تو وہ اوسیکا عاقل اور ماہر خیال کیا جاویگا
کیونکہ دنیا مین صدہا اقسام کے علوم و فنون اور کسب و کمالات ہین جنکا حاصل کرنا اور اون سے
واقف ہونا ایک مفرد شخص کا کام نہین۔ اسلئے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اوسکی عقل کمال کو پہونچ گئی۔ اور
وہ سب سے بہتر ہے۔ و یا کوئی اپنی رائے کو سب پر افضل جانے۔ اور کسی خاص علم و کمال اور کسی
مخلوق اور شے کا قطعی انکار کر بیٹھے تو اسطرح تو سمجھائے لیاقت عین حماقت ثبوت ہوتی ہے۔ کیونکہ
یہ کچھ ضرور نہین ہے کہ دنیا کے تمام علم و کمال سے ہی آپ واقف ہون۔ و یا کل مخلوقات اور
موجودات آپکے زیر نظر آئی ہون۔ ہان البتہ جس علم و فن کو آپنے حاصل کیا ہے اور یا جس مخلوق کو
آپنے دیکھا ہے اوسکے واقف کار ہین اور باقیون کے لئے جاہل کہتا ہوگا۔ ابھی حضرت صدہا فنون
اور کمال دنیا مین ایسے پائے جاتے ہین کہ اونکو آپکے اوستاد کے اوستاد نے بھی نہ سنا ہوگا آپکی تو حقیقت
ہی کیا ہے اور ہزارہا ایسی مخلوق موجود ہین کہ اونکو آجتک کسی نے بھی دیکھا اور سنا
تک نہ ہوگا۔ خیر دنیا کی تمام مخلوقات کا تو معلوم کرنا کیسا آپکو یہ تو خبر ہی نہین کہ مکھیان اور مچھر جو کہ
انسان کے ہر وقت زیر نظر اور سب سے زیادہ قریب رہتے ہین کسطرح پیدا ہوتے ہین یعنی مکھی اور مچھر کو انڈے
دیتے سب جنتے و یا انڈون کے ذریعے سے بچہ پیدا ہوتے۔ اور پھر اونکو کسی مقام و کہو نسلہ مین

پرورش پاتے یا کسی دیکھلے یا دوسرے کے بدلنے کیوقت دو چار روز ہی مین لاکھون بلکہ بیشمار انکے وجود مین آجاتے اور ایک مدت
وقت مین نیست و نابود ہو جانیکی جگہ اور طریقہ کسی نے ملاحظہ کیا۔ امید ہے ہرگز ہرگز نہین۔ پس اسیطرح
اور بہت سی معلومات پر قیاس کر لینا چاہئے۔ اور مثلاً علم مقناطیس انسانی کے بارہ مین جسکو انگریزی
مین اب مسمریزم کہتے ہین جو کہ درحقیقت علم تصور کی ایجاد ہے ایک پرانا علم ہے مگر بنسبت چند ہی روز گذرے
کہ اس سے اکثر لوگ انکاری تھے اور اس علم کے عامل کو مکار تصور کرتے تھے جبتک کہ انگریزون نے اسکا
سراغ نکالکر کچھ حاصل کیا اور مسمر صاحب کے نام پر اسکا نام مسمریزم رکھا گیا تو اب اون سب مدعیون نے بھی
جو کہ پہلے انکاری تھے۔ بغیر دیکھنے سمجھنے اور دریافت کرنیکے آمنا و صدقنا کہنا شروع کر دیا
تو گویا کہ باہر ان ظاہر ہے یہ لوگ ایسے معتقد ہین اور اونپر الیقین جما ہوا ہے کہ انکے اقوال کو تو بغیر ادنٰی ثبوت
اور بلا چشم ظاہری دیکھنے کے بھی صادق سمجھ لیتے ہین اور اہل باطن کے افعال و اقوال کو جو کہ در اصل سچ
مین اگر اپنی آنکھ سے بھی دیکھلین تو ہزار تاویلات کر کے مکاری اور وہم کو دخل دیکر ملتی کرتے ہین **مصرع**
ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ مسلمانون مین تو اس علم کے ذریعہ سے علاوہ حاضرات کے اور دیگر بڑے بڑے
عمل اور تصرفات کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہین۔ اور قوم ہنود مین دیوتا کا آجانا مہابیر اور دیبی کا بل
ہونا کے نام سے مشہور کر کے بہت سے مخفی احوال دریافت کرتے تھے جنکو کہ اکثر اشخاص ابھی تک فعل
عبث اور لغو سمجھتے ہین۔ علم رمل۔ علم نجوم۔ جادو۔ اور مختلف عملیات مثلاً عمل ہمزاد۔ عمل موکل۔ عمل دعوت جنات
و دیگر عملیات۔ تسخیر۔ و مختلف نقشجات تعویذات و اسماء وغیرہ وغیرہ کہ جنکے اثر ایسے حکمی اور لازمی ہین
کہ باید و شاید مگر آجکل کے کم فہم اور تھوڑی پونجی والے مشہور بہ عاقل ہر ایک اوس شئے و علم کا جس سے
کہ وہ واقف نہین ہین یا انکے فہم ناقص مین نہین آتا انکار صاف کر کے اپنی عقل کا اندازہ اور ہلکا پن ثبوت
کراتے ہین۔ اور انکے خوشامدی اور چیلیون نے ہان جی بہت درست اور کیا خوب کر کے اور خراب کیا۔
ابھی حضرت پڑھے ہے۔ نہ لکھے نام محمد فاضل۔ ذرا گھر سے نکلو۔ دنیا کو چھانو۔ تلاش کرو۔ محنت اور بہادر
تجربہ حاصل کرو انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک علم و فن کا انسان پاؤگے یقین۔ خدمت اور محنت سے امید ہے
کہ حاصل بھی کر سکو۔ محض ناقص اور بے بنیاد خیال ہے کہ انسان علاوہ اپنی زبان کے دوسرے کسی ملک

کی چند کتابین پڑہکر اپنے تئین عالم اور ہر فن و کمال کا ماہر سمجھ بیٹھے اور دوسرونکو خواہ نخواہ لغو اور جھوٹا
سمجھنے لگے۔ حالانکہ قاعدہ تو یہہ ہے کہ جب آپ کسی بات سے واقف نہو تو ہنگام تذکرہ خاموش
ہو جاوے۔ عجائبات خیال کرکے اوس شے کا ہونا ممکن سمجھے۔ کیونکہ خداوند تعالے سب بات پر
قادر ہے۔ جو چاہے سو ہو جاوے۔ اور جو چاہے سو ظاہر کیا اور وہ شئے یہ کمترین اور حقیر بندون کو
بھی عقل دی ہے اور ایسے ایسے علم و کمالات دئے اور بتلائے ہین کہ سبحان اللہ و ماشاء اللہ۔ اور بلکہ یہ انسان خود
دنیا مجمع کمالات پیدا کیا گیا ہے اور اس مین اسقدر جوہر رکھے گئے ہین کہ اوسکی حد نہین جو چاہے سو کر سکتا ہے
مرد محنت اور مشاق شرط ہے۔ اور یہہ جو قصے لکھے ہین کہ فلان نے اسقدر سفر کئے ہین اور فلان فلان
کتابین دیکھی ہین مگر ایسے علم و عمل کا آج تک کوئی بھی نظر نہین پڑا اور نہ کسی فرشتہ و شیطان جن اور بہوت
سے ملاقات ہوئی۔ دنیا انگریزون نے تمام دنیا کو چہان ڈالا۔ بھی ایسے کمالات کے راست ہونے
کے قائل نہین ہین اسواسطے یہ سب لغویات ہین۔ واہ کیا خوب آپ اور انہون نے جو چیز نہ دیکھی ہو تو گویا
خدا اوسکے بنانے پر قادر ہی نہین ہے۔ اور دنیا کی سیاحی کا حال سنئے آپ اور وہ گھر سے ریل مین سوار ہو کر
بمبئی چلے گئے یا کلکتہ اور کراچی چلے گئے اور وہان کسی ہوٹل مین فروکش ہوئے کھانا کھایا
پئے تو سیر کی۔ بعدہ گاڑی مین سوار ہو کر یا پیدل سڑکون پر ہواخوری کرنے لگے۔ اس بعد اگر کچھ
زیادہ ہمت ہوئی تو جہاز مین سوار ہو کر انڈمن۔ برہما۔ آسٹریلیا۔ فرانس۔ اور لندن کو چلے گئے
اور اگر زیادہ پیش قدمی کی تو امریکا کو روانہ ہو گئے اور فرماتے ہین کہ ہم دنیا کو چہان آئے۔ اجی
حضرت اسکا نام پوری پوری سیاحی نہین ہے اور اسطرح تو کچھ بھی حاصل نہین ہوتا۔ ریل اور جہاز پر
تو جنگل پہاڑ اور سمندر کو سوتے گئے اور جو کسی شہر مین پہونچے تو اپنے آپ کو دور کھینچے ہوئے مونہہ
کو پھلائے ہوئے نخوت کے نشہ مین غرق نہ کسی سے کلام اور نہ کسی سے ملاقات ان تو کتب خانہ لائبریری
کے جہوٹی کتابون و یا اخبار بینی مین گذرا اور شب قہقہوں مین کٹے اور خواب خرگوش مین صرف کی اب
ایک عرصہ کے بعد چند صد و یا چند ہزار روپیون پر پانی پہیر اپنا سا مونہہ لیکر والدین کی طرف لے آئے
اور اپنے تئین بڑا سیاح اور دنیا دیکھا ہوا خیال کرکے سب کمال والون کو مکار اور دست چالاک سمجھنے لگے

اجی حضرت ابھی آپنے کیا خاک دیکھا ہے۔ دنیا کا تو آپنے ہزاروان حصہ بھی نہین دیکھا۔ اور ان سیاحیون سے یہ عقدے حل نہین ہوتے۔ علاوہ ازین اسقدر سفر کی بھی کیا حاجت ہو ہر ایک اہل کمال یہان ہمارے ہمسایہ ہی مین موجود ہین اور آپکے سامنے پہرتے ہین لیکن شیشۂ تعلی اور غرور کی چربی کو آنکھون سے اوتار کر یقین کا سرمہ لگاؤ اور چشمہ محبت اور شوق سے دیکھو۔ اونکی بابت تلاش کرو کسی سے دریافت کرو تو نظر آوین لیکن بموجب شعر آپکی اور اونکی ملاقات ہی دشوار ہے شعر نشست گاہ چند دیگر و ہمای دگر کجا بود کہ ملاقی شود یکے بدگر۔

بیان تنزلی گرفتن عقل باطنی

ان مفصلۂ ذیل عادات اور اعمال سے عقل باطنی کو تنزلی ہو کر رفتہ رفتہ وہ زائل ہو جاتی ہے صحبت مردمان بد عقائد۔ بد عقیدون دہریون اور لامذہبیون کی کتابین زیر نظر رکھنا۔ خدا کی کنہ دریافت کرنا اور اوسکی قدرتون مین چون و چرا کرنا۔ نفس کی خواہشون پر چلنا یعنی امراض روحی مین مبتلا ہونا۔

بیان صحبت مردمان بد عقائد اور انکی کتب بینی کا

صحبت انسان قسم سوم یعنی دہریہ مشرک و کافرونکی تاثیر زہر ہلاہل کی رکھتی ہے۔ بلکہ چاہیے کہ انسان حتی الوسع ان لوگونکی صحبتی بور و ستون سے بھی کوسون بھاگے تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ ایسے لوگونکی صحبت کا اثر بجلی کی مواق فوراً اور دفعتاً ہو جاتا ہے شائستہ آدمی اگر صرف تین روز انکی صحبت مین رہے تو اونکے بعض عقائد بد اور سخنان غلیظہ کا زنگ عقل پر ایسا چمٹ جاتا ہے کہ جسکا چھوٹنا سالہا سال تک اور گاہی عمر بھر دشوار ہو جاتا ہے۔ اور اگر کچھ زیادہ عرصہ تک انکی ہمراہی کیجاوے تو عقل بالکل زائل ہو جاتی ہے۔ علے ہذا القیاس اس قسم کے لوگون کے خیالات کا تذکرہ سنتے اور انکی کتابین پڑھنے سے بھی ایسی تاثیر نقش کالحجر ہوتی ہے کہ عقل حیران ہے گویا کہ اون کتابون کی تمام و کمال سیاہی عقل پر ایسی چھاجاتی ہے کہ جسکا صاف کرنا اور دھونا امر غیر ممکن سا معلوم ہونے لگتا ہے

شروع اغراضکی صحبت کا اعمال نیک مین کاہلی کرنیسے معلوم ہوجاتا ہی جو کہ یہ رفتہ رفتہ ترک ہوتے شروع ہوتے ہین اور بالآخر زنگ مین رنگ ملکر یہ بھی ویسے ہی لا مذہب ہوکر خدا اور اوسکے احکام کے صاف انکاری ہوجاتے ہین۔ اور جو کہ بعضے اشخاص اس قول کی بنا پر کہ میان یارکی یاری سے مطلب ہے نہ کہ افعال سے۔ ایسے لوگون سے صحبت اور دوستی کر بیٹھتے ہین ویا منع کرنیسے ترک نہین کرتے تو وہ درحقیقت نہایت ہی غلطی پر ہین شروع مین اگرچہ اونکا یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ اپنے عقیدہ پر ثابت قدم رہکر ہرگز ہرگز اپنے خیالات تبدیل نکرینگے مگر چند ہی روز مین ان لوگونکی گفتگو اور دلائل عقلی کا اثر ہو ہی جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ جب ایک جگہ شب و روز اسی قسم کے تذکرہ ہون اور اسیطرحکی کتابین زیر نظر رہین۔ اور دہریہ خبط الحواسون کے خیالات کی پختگی۔ نیکان اور بزرگونکی برائیان بیان ہون تو سننے والا دو چار روز اعتراض کرنیکے بعد ضرور کچھ نہ کچھ تسلیم کرنا شروع کردیتا ہی اور فرض کرو اگر کسی شخص واقف کار اور ذی علم نے چند ماہ یا سال تک ثابت قدمی کو ہاتھ سے ندیا تو ایسے لوگونکی ملاقات کے سبب اگر کچھ نہوگا تو اتنا ہوگا اوراد مین نماز اور ورد وظائف مین تو ضرور حرج واقع ہوگا مثلاً وقت مقررہ عبادت مین اونکے لحاظ وغیرہ سے دیری ہوویگی جو کہ رفتہ رفتہ ترک کا سبب ہوجاویگا پس جہانتک ممکن ہوسکے ایسے لوگونکے سایہ سے بھی پرہیز کرے اور بشرط ضرورت مثلاً نصیحت اور اصلاح ویا کسی دوسرے کار ضروری کے لئے اگر اتفاق ہوجاوے تو کلام آمد سوال و جواب کے بعد ایک لحظہ کا بھی رو دار نہ رہے ۔

بیان خدا کی قدرتون مین چون و چرا کرنیکا

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگونکی شروع ہی سے اور بعضونکی صحبت النسانی اور کتابی کے بعد یہ عادت ہوجاتی ہیکہ وہ خواہ نخواہ اسی قسم کے تذکرہ کیا کرتے ہین کہ خدا کیا ہی۔ کیونکر اور کہانسے ہے ویا اوسکی قدرتون مین چون و چرا کیا کرتے ہین اور خصوصاً آجکل کے تعلیم یافتہ علم دنیوی ایسے خراب اور بد عقیدہ ہوگئے ہین کہ اونکو یہہ کلمات (خدا کی مرضی۔ قدرت الہی۔ واللہ اعلم یعنی خدا جانے) کہتے ہوئے شرم آتی ہے ویا اونکی ہتک عقل

ہوتی ہے۔ اسلیے وہ ہر بات مین دلائل عقلی پیش کیا کرتے ہین مثلاً بارش کے معاملہ مین یہ کہنا کہ خدا کی قدرت سے برستا ہے۔ انکو نہایت ہی دشوار معلوم ہوتا ہے۔ البتہ دلائل عقلی سے بیان کرینگے وہ بہ مستعد ہین اور کہتے ہین کہ موسم گرما مین طپش آفتاب سے دریا اور سمندر بخارات آبی مین تبدیل ہوکر زمین کے چوگرد جمع ہوتے رہتے ہین جو کہ دفعتاً فوقتاً سردی پہونچنے سے قطرات کی شکل مین برسجاتے ہین۔ مگر اختلاف بارش دو مقررہ جگہ پر کم و زیادہ برسنے۔ و با بعض ملک و خطون مین بعض مرتبہ چار پانچ برس تک بالکل بارش نہونے۔ اور بعض مقام پر بارہ مہینے برسنے اور بعض جگہ ہونی مین ضروری بھی بارش نہونیکا کچھ بجز سبب بیان نہین کرسکتے۔ اور جو دریافت کیجئے کہ بعض مرتبہ بعض ملکون مین موسم مقررہ پر سامان بارش مثلاً شروع مین گرمی اور بعد کو گھرے ابر کا آنا۔ رعد و بجلی کا ہونا برابر ہوتا رہے اور بالآخر مخلوق بغیر بارش دست تاسف ملتی رہجائے تو اسکا کیا سبب ہے تو بے زبان ہو بغلین جھانکتے ہین۔ پس جبکہ بقول انکے زمین کا آفتاب کے چوگرد گھومنا۔ اور موسم کا تبدیل ہونا۔ اور بخرات کا بننا برابر جاری ہے تو فتور بارش کی کیا وجہ چاہیے تہا کہ شروع پیدائش دنیا سے ہر جگہ پر ایک ہی موافق جیسا کہ پہلے مرتبہ بارش کا ہونا مقرر ہوا تہا برستا رہتا۔ مگر نہین یہ سب دلائل بے ثبوت قابل تسلیم نہین۔ اور ایسی باتونکا بیان کرنا بیفائدہ اور اوقات ضایع کرنا ہے۔ فرض کرو جسکی قدرت سے زمین و سمندر آفتاب و آسمان قایم ہوئے ہین کیا یہ ممکن نہین ہے کہ اوسنے سامان بارش کچھ اور ہی کر رکھا ہو۔ کیا ضرور ہے کہ سمندر ہی سے انجرات حاصل کرکے بارش بنادے۔ ہوسکتا ہو کہ ایک دریای عظیم اوپر ہی تیار رکھا ہو اور اسمین سے موافق اپنی مرضی جہان چاہا برسادیا۔ غرضکہ کسی قدرتی کارروائی کو ہم یقیناً نہین کہہ سکتے کہ اسیطرح ہی پر ہوتی ہے بجز اونکے کہ جنسے ہم بذریعہ رہبر صادق آگاہ کرائے گئے ہین۔ اور نہ ہمکو ایسے معاملات مین خیال کرنیکی ضرورت ہی اور نہ ان امور مین اوقات ضایع کرنیسے فائدہ بس ہمارے واسطے یہی کافی ہے کہ خدا کی مخلوق اور صنعتون کو دیکھکر حمد و ثنا اور شکر زبان سے جاری کرین کہ کیسی کیسی چیزین اوسنے ہماری آرام کے لیے پیدا کی ہین۔ ہم گویا کہ موافق مہمان کے ہین اور اوسکے ارادہ اور حکم سے زمین پر بستے ہین اور اپنے خالق کی عنایت سے انواع اقسام کی چیزون سے نفع اوٹہاتے ہین چاند و سورج کیسے بیش قیمت چراغ ہمارے لئے

مقرر کئے ہین کہ سبحان اللہ وبحمدہ ہمکو کیا مطلب اور نہ حقیقت مین معلوم کہ زمین گھومتی ہے یا آفتاب
اور در اصل اگر غور سے ملاحظہ کیجئے تو اکیلے زمین پر ہی کیا منحصر ہے کوئی بھی قدرتی کارروائی ہماری
سمجھہ مین نہین آتی - اور اسیواسطے ہمارا اوسپر اختیار بھی نہین - جبکہ کسی وقت بھی اپنی مرضی کیموافق ہم
ایک بوند پانی نہین برسا سکتے - اور نہ ہوا کو کھول سکتے ہین یا آندہی کو بند نہین کر سکتے تو ہماری
جھوٹی اور خیالی معلومات سے کیا حاصل - اجی یہ سب اوسکے اختیار مین ہے جب چاہتا ہے جہانپر اور جسقدر
پانی برساتا ہے اور جب ضرورت سمجھتا ہے آندہی جاری کر دیتا ہے تیز یا سخت نرم - سرد گرم جسطرح کی مناسب
ہوتی ہے چلتی ہے - اور جب بہتر جانتا ہے حبس کر دیتا ہے - اسکے واسطے کچھہ باعث درکار نہین - اگر
چاہے تو ہوا کو اسقدر تیز و تند کر دے کہ تمام پہاڑ تک بڑے بڑے ہوکر اڑ جائین - اور اگر منظور
ہو تو ایسا حبس کر دیوے کہ سب دم گھٹکر مرجائین - جبکہ اسکی مرضی مین آتا ہے تو اسقدر بارش نازل کرتا
ہے کہ شہر بہہ جاتے ہین اور پہاڑ گر پڑتے ہین - اور اگر چاہتا ہے تو ایسی امساک بارش کرتا ہے کہ بعض مقامونپر
سات سات برس تک قطرہ نہین برستا - تو کیا ایسے وقت مین یہہ کہا جا سکتا ہے کہ اسقدر عرصہ تک
بخارات آبی ہی نہین بنے یا انکو سردی نہین پہونچی اب خیال فرمائے بعض مرتبہ بعض موقعہ پر موافق
خواہش انسان بارش خوب ہوتی ہے - مگر غلہ کی پیداوار عمدہ نہین ہوتی یعنی زراعت کو کسی قسم
کا کیڑا کہا جاتا ہے یا اسمین ایسا مرض ہو جاتا ہے کہ دانہ بخوبی پیدا نہین ہونے پاتا - اور اگر لگے ہے موافق
مرضی پیداوار بھی ہوگئی - تو وبا اور بیماری کی کثرت سے انسانون مین موت زیادہ ہو جاتی ہے
اور لگاتے ہے ہزارہا چارپائے مر جاتے ہین اور لوگ نفع سے محروم رہجاتے ہین - اور کبھی ایسا بھی دیکھنے مین آتا ہے
کہ بارش بھی خاطر خواہ ہوئی اور پیداواری غلہ بھی خوب کثرت سے ہوئی - انسانون اور چارپایونکی
صحت مین بھی کچھہ فرق نہین آیا - پس اس سے معلوم ہوا کہ کسی قدرتی کارروائی کا ظاہر ہونا کسی خاص
وجہہ پر منحصر نہین - نہ تو یہی ضرور ہے کہ بارش خاطر خواہ ہونیسے نفع ہی ہو - اور نہ یہ امر لازمی ہے کہ زیادتی
بارش سے بیماری ہی ضرور ہو - غرضکہ وہ قادر مطلق جو چاہتا ہے سو کرتا ہے کوئی ذرہ اور تنکا اوسکے حکم بغیر
حرکت نہین کر سکتا - انسان کو چاہئے کہ کسی قدرتی کارروائی مین دخل نہ دے - اور نہ کوئی عقلی دلائل

پیش کرے۔ نہ کسی قسم کی تاویل کرے۔ اور نہ اپنی زبان پر لاوے کہ آیا آندھی نے فلق کر ڈالا اور پانی نے ظلم کر رکھا ہے۔ یا اسقدر گرمی اور سردی کی کیا ضرورت ہے و یا ہوائے سخت کو گالیان دینے لگے و بعضے بے تحاشا کہہ اٹھتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کے یہان انصاف نہین کہ فلان کمینہ اور بیوقوف کو مالامال کر دیا اور فلان عقلمند اور اشرف کو غریب کر رکھا ہے بس یہ بات ہے۔ انسان کو چاہیے کہ ایسے معاملات مین قطعی خاموش رہے زبان کو بند رکھے اور جو کچھ قدرتی تکلیف بھی پہونچے تو اسکو شکر اور صبر کے ساتھ سہے بموجب **مصرع**۔ ہرچہ از دوست میرسد نیکو است۔ کیونکہ یہ ایک موٹی بات ہے اور ہر کوئی اسکو خوب سمجھ سکتا ہے کہ معاملات اور کارروائی دنیا کو خدا بہتر جانتا ہے یا ہم۔ کجا صانع حقیقی اور کہان مصنوع بندہ گندہ بے عقل خبط الحواس ہرگز ہرگز اسکو زبان کھولنا لازم نہین اور جو لوگ کہ اس قسم کے کلمات اکثر زبان سے نکالتے ہین تو بالآخر انکی عقل سلب ہو جاتی ہے اور خدا کا انکار کر بیٹھتے ہین جو کہ انکے حق مین نہایت ہی خراب اور مضر ہے۔

بیان امراض روحی کا

گو کہ ظاہرا تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان بوقت پیدائش ان امراض سے بالکل بری ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ بہ تعلیم تربیت اور صحبت ایسے کے اثر سے اسمین یہ امراض بعد کو پیدا ہو جاتے ہین مگر حقیقت مین انکی بنیاد قدرتی شروع ہی سے کم و بیش ہر ایک مین موجود ہوتی ہے جو کہ وقتاً فوقتاً بدصحبت وغیرہ کے باعث سرسبز و ترقی پذیر ہو جاتی ہے غرضکہ یہ امراض ایک مرتبہ ظاہر ہو چکے بعد بہت کم زائل ہوتے ہین اور انکے حکیم بھی کمیاب ہین مگر تاہم خفیف حالت مرض نو گاہ صحبت نیک اور نصیحت بانی و کتابی سے ہی رو بصحت ہو سکتی ہے اور حالت شدید البتہ بغیر از حکیم حاذق دور نہین ہوتی لہذا اس مقام پر چند مرضون کا مجملاً بیان لکھدینا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

تفصیل امراض۔ بداعتقادی۔ و بے یقینی۔ تعلّی۔ ناشکری۔ حسد۔ کینہ۔ بغض و عداوت۔ طمع۔ بخل۔ غصہ۔

بداعتقادی۔ یہ ایک بڑا سخت اور مہلک روحی مرض ہے۔ اسکی خفیف یا شروع حالت مین تو انسانکو

عوام کیجانب سے بدظنی شروع ہوتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ یہ مرض یہان تک ترقی پا جاتا ہے کہ بعد کو وہ چیدہ اور بزرگون کے اقوال و افعال پر بے یقین ہو نکلتا ہی اور اخیر مین خدا کی قدرتون سے بد اعتقاد ہو کر اوسکے مالک کا بھی انکار کر بیٹھتا ہے شروع اسکا ہر ایک کو جھوٹا اور بد دیانت سمجھنے سے ہوتا ہے۔ حالانکہ لازم یہ ہی کہ جب تک انسان کا فعل پایۂ ثبوت کو نہ پہونچ جاوے تب تک اوس سے بدگمان نہو۔ ہر ایک کی جانب سے خواہ نخواہ بے یقین ہونا اور ہر ایک کو دروغگو تصور کرنا پہلے درجہ کی بد اعتقادی ہے۔ اور ثانیاً یہ ہی کہ دنیا مین ہر ایک قسم کا انسان موجود ہی بموجب **مصرع** خدا پنج انگشت یکسان نکرد۔ پس چاہئے کہ اپنے مزاج اور اعتقاد کو اعتدال پر رکھے نہ تو ہر ایک کیجانب سے بے یقین ہو جاوے اور نہ ہر ایک اعلے و ادنے کے کہنے پر اعتماد کرنے لگے۔ علاوہ ازین یہ بھی یاد رہی کہ جسقدر انسان کا اپنا اعتقاد صاف ہوگا اسیقدر اسکو ثمرہ بھی نیک حاصل ہوگا اور فائدہ اوٹھائیگا۔ اور جبتک یہ دوسرون کی طرف سے بے یقین ہوگا اونسا ہی فوائد دینی و دنیوی سے بے بہرہ رہیگا۔ بعدہ اسیطرح رفتہ رفتہ عقل موجودہ مین فتور آنکر اسکو اللہ تعالےٰ کی قدرتون مین بھی شک ہوتا جائیگا۔ اور آخر کار یہ اپنا ایمان تک کھو بیٹھیگا۔ پس ایسا شخص دوسرونکا کیا اعتبار نہین کرتا بلکہ حقیقتاً اپنا ہی اعتبار کھوتا ہے اور دراصل ایسا شخص کسیحالت مین بھی لائق اعتماد کے نہین ہے یعنی وہ جس کام پر مقرر کیا جاویگا وہان خود بد دیانتی اور غبن کریگا۔ اور خلق خدا کو تنگ کرے اور فساد برپا کرنے مین اسکو کچھ بھی خوف نہوگا ❊

تعلّی یعنے اپنے تئین اعلےٰ سمجھنا گو کہ تھوڑا یا بہت اثر اس مرضکا قریب قریب سب لوگون مین پایا جاتا ہی مگر حقیقتاً تو کہنے کے قابل اور مریض تو اوسکو سمجھا جاتا ہے کہ جو شخص بالتخصیص ہر ایک امر مین خصوصاً عقل مین اپنے تئین دوسرون سے افضل جانے اور ظاہر بھی کرے۔ ورنہ ویسے تو ہر کوئی جانتا ہی کہ دنیا مین خود اللہ تعالےٰ ہی نے ہر قسم کے بھلے اور برے۔ خوشحال و تنگدست آدمی پیدا کئے ہین جنمین سے ہم بہت لوگون سے بہتر اور بہتون سے کمتر ہو سکتے ہین لیکن انسان کیلئے یہی مناسب ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے آپکو بہ نسبت دوسرونکے نظر حقارت سے دیکھے اور اپنے منہہ سے اپنی بڑائی نکرے چنانچہ بموجب کمی و بیشی علامت مرض اسکے تین درجہ قرار دئے گئے ہین **درجہ اوّل** یعنی خفیف ہونیکی حالت مین تو انسان ظاہرا اپنی عاجزی بیان کرتا ہے مگر درپردہ

اپنی تعریف ہی چاہتا ہے اور سننے سے خوش بھی ہوتا ہے اور یہہ بات گویا کہ سب مین ہی موجود ہے۔ اور
درجہ دوئم مین علاوہ صفت مرقومہ بالا کے یہہ بات پیدا ہو جاتی ہے کہ دوسرونکی تعریف سننے سے ناخوش
بھی ہوتا ہے۔ اور ثنا بتایہہ وقت اپنی اور اپنی قوم و خاندان کے قول و فعل کی ثنا کرتا رہتا ہی اور دوسرونکے
کلام او تذکرہ مین ہنستا ہے۔ جس سے یہہ مطلب ہوا کہ وہ دوسرونکو بیوقوف اور لغو تصور کرتا ہی اور درجہ سیوم
وہ ہے کہ جسمین یہہ مرض درجہ حد تک پہونچ جاتا ہے یعنی وہ شخص خلاصہ طور پر سب کو بے عقل سمجھے اور کہے اور اپنے
تئین نہایت زیرک عاقل تصور کرے بلکہ دوسرونکی برائی اور غیبت کرنا اور اپنی ہر قول و فعل کی مدح و ثنا
کرنا اوسکا شیوہ ہو جاتا ہے رفتہ رفتہ غرور تکبر و خود پسندی جو کہ دراصل اسی مرض کی علامات و نتیجے ہین اوسمین
پیدا ہو جاتے ہین پھر تو اپنے اعلے ہونیکے خیال مین منہہ پہلائے ہوئے علیحدہ ہی پہرتا رہتا ہی۔ اور دوسرون سے
صحبت اور ملاقات کرنے مین ہتک اور عار سمجھتا ہے اور خصوصاً اپنے سے ذرا کم درجہ والون سے تو گفتگو کرنا اسکو
نہایت ہی شاق گذرتا ہی مگر یہہ لاچاری کیونکہ تنہائی مین رہنا اور کام چلنا مشکل ہی اپنے سے اعلے
درجہ والون سے بظاہر کشادہ پیشانی اور مساوی درجہ والون سے غرور کے ساتھ اور ادنے درجہ والون سے منہہ پہیرکر
حقارت اور بے پروائی کے ساتھ صحبت اور کلام کیا کرتا ہے۔ اور خواہی نخواہی اپنے تئین ہر ایک سے اعلے و بہتر
اور دوسرونکو بے عقل و حقیر سمجھتا رہتا ہی بلکہ چاہتا ہے کہ ہر ایک اوسکو ایسا ہی سمجھین لہذا خوشامد و تعریف
پسند اکثر ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ ان مین کے موافق قاعدہ زیادہ گو۔ کم گو۔ اور کوئی طبیعت کا تیز ہوشیار اور
کوئی غبی اور کند اور کوئی متحیر اور کوئی طامع وغیرہ وغیرہ ہوتا ہے اسلئے انکے آپس کے مزاج عادت اور برتاؤ
مین بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض جو کہ زیادہ گو ہین تو وہ ذرا ملنسار بھی ہوتے ہین۔ اسیطرح دیکھنے
مین آتا ہے کہ ایسے لوگ ہر ایک سی بات بات پر بحث و مباحثہ کر کے اپنے کو بالا اور دوسرے کو زیر کرنیکی فکر مین
رہتے ہین۔ اور یہی ایک بڑی شناخت خود پسند آدمی کی ہے کہ وہ دوسرے کا کہنا بھی نہین مانتا۔ اور بعض جو کہ
کم گو ہین تو وہ اپنے اعلے ہونیکے خیال ہی مین خاموش کسی سے بھی علاقہ نہین رکھتے۔ بہر طور کوئی بھی ہو ایسے
شخص کی موجودہ عقل مین بھی اسیطرح ہر جانب کر باب نہونی عقل مفقود ہو کر رفتہ رفتہ کمی آجاتی ہے کیونکہ
اصل مین عقل کو علم صحبت اور تجربہ ہی سے ترقی ہوتی ہے جو کہ دوسرون کے ذریعے سے حاصل ہوتی

سبب ہے اور یہہ بات ہے انکو دوسرونکی صحبت سے نفرت و انکار اور اونکی بات کو آمنا کہنا و یا کسی سے صلاح لینا دشوار ہے

بیان ناشکری کا

یہہ بھی ایک ایسا مرض ہے کہ جسمین اکثر لوگ مبتلا نظر آتے ہین۔ اسکا ادنے درجہ تو یہہ ہے کہ جیسمین انسان آپسمین ایک دوسرے کی ناشکری کرے۔ اور اعلے درجہ وہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ناشکری کرنے لگے۔ یہہ عادت نہایت ہی بد اور خلاف از عقل معلوم ہوتی ہے اور نتیجہ اسکا ہمیشہ ذلیل و خوار رہنا رنج و تکلیف اوٹہانا ہے خصوصاً ناشکری خدا کی کہ جسکے سبب سے اول تو اسکو دنیا ہی مین خواری ہوتی ہے ورنہ آخرت مین تو ضرور قہر خدا او سپر نازل ہوگا۔ اور جو شخص کہ صرف بندونکا ناشکر اور احسان فراموش ہو تو اوسکو بھی دنیا کے فائدون اور خوشی سے ہاتھ دہونا چاہیے کیونکہ اس صفت کا آدمی جہان جائیگا دمان دور دور ہوگی اور کوئی بہی اوسکو اپنے پاس بیٹھنے اور اوس سے نیکی کرنیکا روادار نہوگا۔ اور علاوہ ازین لاحاصل عادت کا نتیجہ بندونکی ناشکری کرنا ضرور ہو جاتا ہے خدا جو کہ ہمپر باوجود عدول حکم۔ گنہگار اور ناشکر ہونیکے ہر ہر دم مین بیشمار نعمتین مبذول کرتا ہے۔ اسکے شکریہ ادا ہونیکا تو ذکر ہی کیا ہے صرف اسکی نعمتونکا بیان کرنا ہی دشوار ہے۔ اور کجا کہ یہہ بندہ گندہ حقیر۔ بے اصل۔ ذلیل کہ جسکے عدم و وجود کی عمر حباب سے بھی کم ہے۔ ایسے بڑے اور برتر احکم الحاکمین اور اپنے رب و مالک کی اس زبان سے ناشکری کرنیکا ارادہ کرے العظمت اللہ و استغفر اللہ۔ اسکو تو ہر کوئی جانتا ہے کہ جب ہم مین سے کوئی خویش و اقارب۔ دوست و آشنا۔ نوکر یا ملازم ایکدم ہمارے کی ناشکری و احسان فراموشی کرتا ہے تو ہمکو کیسا کچھ ناگوار گذرتا ہے حتی کہ اوسکی شکل دیکھنے کو دل نہین چاہتا۔ مگر خداوند کریم تو اپنے بندون پر بہت رحیم ہے۔ ستار العیوب ہے اور فی الحال بہت ٹالتا اور ڈہیل دیتا ہے یہانتک کہ بندہ اپنی آخیر عمر مین ہی تائب ہوکر باز آوے ورنہ اگر وہ شروع قصورون ہی پر پکڑتا سزا دینا شروع کرے تو دنیا ایکدن مین ہی ویران ہو جاوے۔ البتہ گاہے گاہے کسیکو گوشمالی کر دیتا ہے۔ اور سب سے بڑے ناشکر اور کفران نعمت کرنیوالے بندہ تو وہ ہین

کہ جو خدا کے انکاری ہین اور کہتے ہین کہ انسان وحیوان و دنیا و مافیہا سب خود رو پیدا ہوئے اور پرورش پا رہے ہین اور خود اپنے نزدیک گویا کہ خود آپ بنے ہوئے ہین یا دیگر مشرکین اور کفار ہین جو کہ دوسرونکو خدا کا شریک بناتے ہین۔ اور اسکے حکمونکی تعمیل نہین کرتے۔ اور علاوہ ازین دنیا مین بھی ہم یہ لوگونکو ایک دوسرے کا شکرگذار ممنون اور احسان مند ہونا چاہیے بلکہ جس کسی سے ذرا نفع اور کسیقدر مدد پہونچے تو اوسکا بابت خیال رکھی اور جتنے الوسع اوسکے نیکی کرے اور اگر یہ نہو سکے تو برائی کا تو کسی حالت مین بھی روادار نہین ہونا چاہیے اور خصوصاً والدین اور اوستاد کا کہ جنکی اگر تمام عمر خدمت کیجاوے تو حق ادائگی ممکن نہین۔ ہزار نفرین ان لوگون پر جو کہ اپنے والدین کیجانب سخت نگاہ سے دیکھنے کے لئے آنکھ اوٹھانیکا ارادہ کرتے ہین وہ بجائے انکی تعریف و فرمان برداری کے فحش کلامی سے پیش آتے ہین بلکہ مارتے بھی ہین۔ یہی لوگ ہین جو کہ بالآخر پرلے درجہ کے ناشکر اور منکر خدا ہو جاتے ہین۔

بیان حسد کا

اس صنف کا آدمی شب و روز خواہ نخواہ آتش حسد مین جلتا رہتا ہے اور خیال خام اوسکا یہ ہوتا ہے کہ فلان شخص مجھسے زیادہ خوشحال فارغ البال اور خوبصورت کیون ہے۔ و یا فلان کی اسقدر زیادہ توقیر و عزت کسواسطے ہے۔ و یا فلان شخص کی لوگ زیادہ تعریف کیون کرتے ہین و یا فلان اسقدر مالدار اور آمدنی والا کسواسطے ہے۔ چنانچہ ان مین خفیف یعنی درجہ سوئم کا حاسد تو وہ ہے جو کہ اپنی موجودہ حالت سے سیر ہو کر دوسرے شخص کے موافق رتبہ اور تعریف کا خواہشمند ہے۔ اور دوسریکا ذلیل ہونا بھی نہ چاہے۔ اور درجہ دویم کا حاسد وہ ہے کہ جو کسیکو معمور مالدار اور خوشحال دیکھکر رنجیدہ اور غم آلودہ ہو اور بدنیتی کے ساتھ لوگون کے نقصان کا درپے ہے۔ اور دوسرونکو کم حیثیت اور ذلیل کرنیکی کوشش کرتا رہے۔ خواہ اوسکی تعریف اور عزت اسکو ملے یا نہ ملے۔ درجہ اول یعنی اعلے درجہ کا وہ حاسد ہے کہ جو ہمیشہ اس خیال اور بند و بست مین رہے کہ دوسرونکا مال تعریف اور رتبہ اسکو ملجاوے اور وہ ذلیل اور خوار اسکے محتاج ہو جاوین۔ اللہ تعالے امان دیوے اسدرجہ کا آدمی نہایت ہی بدنیت سخت دل بے رحم اور ظالم ہوتا ہے کہ جو ہر حالت مین خواہ اوسکا

ذاتی مفاد متصور ہو یا نہو مگر مخلوق خدا کو تنگ۔ خراب وخستہ کرنیکی فکر مین رہتا ہی۔ اور جو کہ ایسا
آدمی خدانخواستہ کچھ با اختیار۔ اہل کار حاکم یا بادشاہ ہو جاوے تو غریب اور ماتحتون کے لئے زندگی وبال
ہو جاتی ہے چنانچہ یہ ہر سہ قسم ہائے مذکورہ بالا اشخاص روز اسی خیال اور فکر مین اپنی عمر ضائع کرتے ہین
مگر اُنکی سزا مین گویا کہ وہ خود ہی ہمیشہ رنجیدہ اور پشیمان رہتے ہین اور آگ مین رہتے ہین یعنی اُنکی مرضی کیموافق
کچھ بھی نہین ہوتا۔ وہ یہہ نہین سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ بڑا حکیم دانا بینا ہے جو وہ مناسب سمجھتا ہے وہی بہتر ہے
اُسکو کسی حالت مین بھی چون و چرا کرنیکا مجاز نہین اور نہ حسد کرنیسے فائدہ۔ اگر کسی ظاہرا نالائق اور کمینہ کو
عروج دیا ہے تو یہہ اُسکی حکمت ہی اور اگر کسی لائق کو کم حیثیت اور ذلیل کر رکھا ہی تو عین مصلحت ہے
ہان اگر تمکو کچھ خواہش ہی تو موجودہ حالت کا شکر کرکے آئندہ کیلئے اپنے رب العالمین سے عاجزی کے ساتھ
طلب کرو اور مانگو صبر کرو اور اُمید رکھو کچھ نہ کچھ موافق حکمت عطا ہو جائیگا۔

بیان کینہ بغض اور عداوت کا

یہ مرض روحی بھی قریب قریب موافق حسد کے ہی مگر فرق یہہ ہے کہ یہ بغیر ظاہری اسباب یعنی مخالف طبع کارروائی
کے پیدا نہین ہوتا۔ اور جبکہ ایک مرتبہ کسی وجہہ سے مزاج مین پیدا ہو جاوے تو پھر اسکی بیخ مشکل سے نکلتی ہی
اور ان تینون کا آپسمین بباعث کمی زیادتی حالت کے اول دوسرے اور تیسرے درجہ کا فرق ہی یعنی خفیف حالتین
کینہ سمجھنا چاہئے اور زیادتی کیحالت مین عداوت کہا جائیگا۔

بیان کینہ کا

جب کسی شخص کے مزاج مین دوسرے کی جانب سے اُسکے کسی خاص فعل یا اُسکی اولاد اور بزرگون کے
افعال کیوجہہ سے جو کہ درحقیقت اُسکے خلاف مرضی ہون فرق آجاوے تو اسکا نام کینہ ہی پس کا ہے خفیف
حالتین تو خود بخود نصیحت وغیرہ سے و یا طرف ثانی کے عذر کرنیسے دور ہو جاتا ہی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ
کہ آپسکے نقیض ترقی پاکر یہہ دوسرے اور تیسرے درجہ تک پہونچ جاتا ہی۔ بہر طور کینہ کے درجہ تک قایم
رہنیکی حالتین تو ظاہرا فریقین مین دوستی اور ملنساری رہتی ہی مگر باطن مین ایک دوسرے سے ناراض

رہتے ہین بلکہ موقع پاکر گاہی پوشیدہ ایکدوسرے پر وار بھی کرتے ہین کہ جسمین خلاف جانب والیکو رنج اور تکلیف پہونچے اور شاذ و نادر تو ایک کا دوسرے پر حال روشن بھی نہین ہوتا مگر اکثر دونون مین واقف رہتے ہین ۔ پس اسیطرح رفتہ رفتہ جو ترقی پذیر ہو جاتا ہی ویا اگرچہ سمجھدار رہے اور کوئی دوسرے اسباب بھی ترقی کا نہوا تو اولہی ہی درجہ مدتون قایم رہتا ہے

بیان بغض کا

یہ مرض گاہی تو کینہ سے ترقی پا جاتا ہی اور گاہے شروع ہی سے سخت مخالفت کے سبب کم و بیشے عاقلون مین پیدا ہو جاتا ہی ۔ علامات اسمین آپسکے دلونکا فرق خوب روشن ہو جاتا ہی یہانتک کہ اکثر واقف کار و ہمسایہ والون کو بھی معلوم ہو جاتا ہی کہ گو کہ ظاہر فریقین آپسمین ملتے ہین مگر باہمی گفتگو بھی نا اتفاقی ثبوت ہوتی ہی ۔ اسیواسطے ہمیشہ ایکدوسرے کو ذلیل اور حقیر کرنیکی فکر مین رہتا ہے مگر جانبین کبھی پوشیدہ اور اکثر ظاہر آپسمین حملہ آور بھی ہوتے ہین ۔

بیان عداوت کا

یہ گویا کہ اخیر درجہ اسمرض کا ہی یعنی جبکہ نا اتفاقی حد درجہ کو پہونچ جاوے اور باہمی بغض درجہ اعتدال سے بڑھکر نوبت بہ تنازع و جنگ جدل پہونچا دی تو اسکو عداوت کہتے ہین ۔ اس درجہ مین آتش نا اتفاقی یہانتک بھڑک جاتی ہی کہ اونکا حال سب لوگون پر روشن اور عیان ہو جاتا ہے ۔ فریقین آپسمین قطعی طور پر ہمکلام نہین ہوتے اور نہ ایکدوسرے کی شکل دیکھنے کی برداشت کر سکتے ہین ۔ ذرا ذرا اسباب ظاہری پر آپسمین تنازع ۔ لڑائی اور خون ریزی ہو جاتی ہے اور ہر وقت ایکدوسرے کے نقصان کا خواہان اور ساعی رہتا ہے ۔ اور بالآخر اس حد تک عقلمین فتور آجاتا ہے کہ انسان بغیر اپنے نفع و نقصان سوچنے کے مجنونون کے موافق کارروائیان کرنے لگتا ہی

بیان طمع کا

واضح ہو کہ ظاہرا ہر ایک انسان مین پانچ قسم کی خواہشین و با مطلب نفس پائی جاتی ہین جن مین سے چار تو عام ہین یعنی بھوک ۔ پیاس ۔ شہوت ۔ خواہش آرام تن جسمین کہ تندرستی فارغ البالی

اور آزادی بھی شامل ہے - اور ایک خاص سبب ہے کہ جو شامل ستہ مجیدہ اور والنفس کا ہی لوگون مین
موجود ہے یعنی طلب زر - چنانچہ معمولین خواہشین تو اس قسم کی ہین کہ ان پر زندگی کا دار و مدار ہے
اور دوسری وہ ایسی ہین کہ جنکو اگرچہ ہر ایک انسان طلب کرتا ہے مگر نہ ملنا انکا باعث موت نہین ہان
البتہ ایک قسم کی تکلیف ضرور ہوتی ہے - اور چونکہ بعض خواہشین ہوتی ہین حقیقتاً کل خواہشون کو بوجہ احسن
پورا کرنے اور ہر قسم کے انتظام بہم پہنچانے اور انسانی عیوب و امراض کو زائل کرنے
عزت اور ناموری بڑھانیکے لئے ایک عمدہ شے زر نہایت ہی مفید اور ضروری معلوم ہوتی ہے بموجب شعر
اے زر تو خدا نئہ ولیکن بخدا - ستار العیوبی و قاضی الحاجاتی - لیکن چونکہ بعض نفس انسانی خواہشات
مذکورہ بالا خصوصاً قسم سوئم و چہارم سے کبھی اتنا سیر نہین ہوتا کہ ہمیشہ ہر ایک چیز کو بقدر
حاجت سے زیادہ ہی زیادہ طلب کرتا رہتا ہے - بلکہ اکثر نفس حتی المقدور زر حاصل کرنے اسکو
بڑھانے اور جمع کرنیکی فکر رکھتا ہے اور بعض تو اپنی جان پر جبر کرتے اور کل خواہشات کو روک کر
بجائے اسکے کہ وہ زر سے نفع حاصل کرین صرف اسکو اپنے پاس ہی جمع شدہ دیکھکر گویا کہ کل خواہشات
سے سیر ہونا سمجھتے ہین پس جبتک کہ یہ انسان اپنی اوس حالت پر کہ جو منجانب اللہ کرم و سر اسکے لئے
مقرر کی گئی ہے اور جو کہ بغیر از کوشش و یا تھوڑی سعی کے بعد حاصل ہو سکتی ہے اکتفا کرے اور راضی برضا
ہو کر خوش و خرم رہے اور اپنے آپ کو بیقاعدہ اور ناجائز خواہشات سے روکے تو اسکا نام قناعت
ہے جو کہ خصلتہائے پیغمبران اور اولیا اللہ سے ہے - اور یہہ بھی یاد رہے کہ یہ صفت دو درجون
مین منقسم ہے چنانچہ قناعت درجہ اول تو وہ ہے کہ جسمین انسان اپنی حالت خداداد پر خواہ وہ کسی قسم
کی ہو ظاہر و باطن خوش رہے - اور قناعت درجہ دویم وہ ہے کہ انسان اپنی اوس حالت روان پر
جسمین ذرا بھی تکلیف کا سامنا ہو جاوے - پورا پورا دل مین خوش تو نہو مگر بلاچاری خاموش رہے -
اور جبکہ خواہشات ان حدون سے آگے تجاوز کر جاوین یعنی انسان اپنی اوس حالت پر جو کہ اللہ تعالے
کیجانب سے مقرر کی گئی ہے خوش نہ رہکر اپنی حاجت اور ضرورت سے زیادہ ملنے کی فکر اور کوشش کرے - اور
بیقاعدہ طلب کو بھی نہ روکے تو اسکا نام حرص و طمع رکھا گیا ہے مگر جبتک کہ ان خواہشات کا ہجوم صرف

خیال ہی تک محدود رہے ۔ یا اسکے ہمراہ کسیقدر کوشش بھی کرے تو اسکو حرص کہتے ہین اور یہہ ضعیف ناتوان اور کاہل وجودون کے لئے مخصوص ہے ۔ اور جسوقت کہ یہ عادت اس حد سے آگے بڑہجاوے یعنی ہر وقت ایسے خیالات مین غلطان و پیچان رہے اور کوشش بھی حاجت سے زیادہ حاصل کرنیکی برابر جاری رکھے اور سیری بھی نہو تو اسکو طمع کہتے ہین ۔ اور اسکی دو قسمین ہین طمع جائز ۔ اور طمع ناجائز ۔ چنانچہ جبتک کہ طلب نفس خواہ کسیقدر بڑہجاوے مگر محل جواز تک محدود رہے یعنی خلاف شرع نہو تو یہ طمع جائز ہے مثلاً ایک شخص ہے کہ وہ کسیکا بھی کام مفت کرنا نہین چاہتا یا اپنی مزدوری محنتانہ اور نفع دوسرونکی نسبت زیادہ طلب کرتا ہے ۔ یا اسکو اپنا مال بعد از لازمی حقوق ادا کرنیکے خواہ نخواہ کسیکو دینا ۔ معاف کرنا اور چھوڑ دینا ناگوار گذرتا ہے ۔ یا اپنی حاجت سے زیادہ کیلئے ہر وقت خدا سے دعا کرتا رہتا ہے کہ اسکو یہہ بھی ملجاوے اور وہ بھی ملجاوے یعنی امیر اور بادشاہ ہوجاؤن ۔ رستم کیموافق زور عطا ہوجاوے ۔ یا کوئی دوسری حسین اور مالدار بیوی ملجاوے ۔ اولاد کثیر ہو ۔ بیفکری اور آزادی اسقدر ہو وغیرہ وغیرہ تو اسحالت تک بھی اسپر کوئی حرف علت عائد نہین ہوسکتا اور نہ یہہ عادت مرض مین شمار کیجاویگی اور نہ چندان نقصان دہ ہے ۔ کیونکہ اپنے مال کا تو اسکو اختیار ہے کسیکو دے یا نہ دے علے ہذ القیاس محنتانہ اور نفع زیادہ دیا کم کوئی کچھہ نہین کہہ سکتا اور رہا خدا سے مانگنے مین بھی کوئی اعتراض نہین کرسکتا کہ وہ مالک ہے اور یہہ بندہ جو چاہے گا طلب کریگا اسمین کسیکا اجارہ نہین ۔ اور جبکہ خواہشونکو اسقدر ترقی ہوجاوے کہ حرام و حلال مین بھی یہ تمیز نہ کرے یعنی اکثر ایسی شی اور مال کے حاصل کرنیکی کوشش کرے جو کہ اسکا حق نہین ہے اور نہ اوسکے کسیطرح پہونچنے کا یہ مستحق ہے تو اسکو طمع ناجائز کہتے ہین اور اس خواہش کرنیوالیکو طامع اور بدنیت بولتے ہین اور یہ البتہ ایک اشد مرض امراض روحی مین سے ہے اور لوگ حد درجہ کے نقصانات دینی اور دنیوی اسمرض کے باعث سے اٹھاتے ہین ۔ اور جبکہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر انسان اسیمرض مین مبتلا ہین ۔ اور دنیا کے قریب قریب کل اعمال بد ۔ رنج اور تکلیفونکی بنیاد کا باعث یہی طمع ناجائز ہے اگر یہہ نہو تو یقیناً جہان مین رنج اور تکلیف کے نام سے بہی لوگ بہت کم واقف ہون ۔ مگر فی زمانا ہر ایک اسیکی وجہہ سے طرح بطرح کی رنگین تکلیف اور رنج اٹھا رہا ہے مگر ترک کرنیکا نام نہین لیتا ۔ چاہے جس تکلیف زدہ ۔

رنج یافتہ۔ قیدی اور مریض سے علت رنج دریافت کیجئے تو امید ہی کہ وہی جواب دیگا۔ ناجایز خواہش نفس۔ اور حقیقت مین بھی جب تک کہ انسان کسی شے کا طالب ہی نہو تو فعل کا مرتکب کس طرح ہو سکتا ہی۔ طمع ناجائز کی ایک شاخ ہی کہ جسکو ہوا کہتے ہین تعریف اسکی یہ ہی کہ جب انسان خواہش نفسانی اور قوت شہوانی کے ذریعہ سے امر حلال کو ترک کرکے مفصلہ ذیل افعال نازیبا کا مرتکب ہو۔ زنا۔ اغلام۔ مساحقت جلق وطی بہیمہ۔ تو اسی طمع ناجائز کو ہوا کہتے ہین۔ نتائج۔ خاص طمع کے باعث انسان ان اعمال بد کا مرتکب ہوتا ہی۔ خیانت۔ غبن۔ غصب۔ قمار بازی۔ دغابازی۔ ٹھگی۔ چوری۔ قزاقی۔ دروغگوئی۔ ریاکاری۔ رشوت۔ تنازع ولڑائی۔ خونریزی۔ گدائی۔ مقدمہ بازی۔ پس خیال کرنیکا مقام ہے کہ پادشاہ ملک بھی طمع ملک کے باعث آپسمین کیسی کیسی جنگ عظیم کرکے کسقدر مخلوق کا خون اپنی گردن پر لیتے ہین کہ الامان الامان۔ اگر دنیا مین ہر ایک پادشاہ صبر رکھے اور اپنے اپنے ملک خداداد پر اکتفا کرے تو کبھی جنگ وجدل کا ذکر بھی سننے مین نہ آوے۔ علی ہذا القیاس جب غور کیا جاتا ہی تو دنیا مین عوام کے لیے بھی اکثر رنج تکالیف۔ فضیحتی۔ رسوائی۔ خرابی کا اصل باعث یہی طمع یعنی لالچ دیکھنے مین آتی ہی۔ اسواسطے ہر ایک کو لازم ہے کہ اپنے آپ کو اس سے بچاوے حرص وطمع کے نام سے دور رہے کہ یہ نہایت سخت آزار دہندہ مرض ہی۔ اور جو کچھ منجانب اللہ اسکے لئے مقرر کیا ہی اوسپر صبر رکھے اکتفا کرے حق حلال کے حاصل کرنیکی کوشش کرے۔ دوسرے کے مال پر ہرگز نگاہ نہ ڈالے جو کہ اسکا حق نہین ہے اوسپر دست اندازی نہ کرے۔ **شعر ہندی**۔ روکھی سوکھی کہا کر ٹھنڈا پانی پی۔ مت دیکھ پرائی چوپڑی مت للچاوے جی۔ اور اگر ضا اپنے ہی حق اور مال کے لینے کیلئے تکرار وفساد عظیم کا سامنا ہو جاوے (جو کہ بعض اوقات ہو جاتا ہے) تو اوسکو بھی ترک کر دیوے۔ ایسے وقت مین تو گویا جائز طمع سے بھی انحراف رکھے۔ مگر کہان ہو سکتا ہی یہان تو برخلاف اسکے عمل ہو رہا ہے۔ اور تعجب تو یہ ہی کہ انسان کو جسقدر زیادہ ملتا جاتا ہی ویا یہ جسقدر عمر رسیدہ ہوتا جاتا ہی اوسیقدر ہر ایک قسم کی طمع بڑہتی جاتی ہے بموجب **مصرعہ** مرد چون پیر شود حرص جوان میگردد۔

بیان بخل کا

یہ وہ مرض ہے کہ جسمین انسان بشرط توفیق اپنا یا دوسرے کا بھلا نہ کرسکے یعنی جانی ومالی مدد نہ کرے چنانچہ اسکے چار درجہ ہین۔ درجہ اول یعنی اسکی خفیف حالت کا تو یہ اثر ہے کہ جسمین انسان اپنی جان پر تو

خوب خرچ کرے مگر حق اللہ یعنی زکوٰۃ عشر اور حق العباد یعنی اپنے اہل کو نان نفقہ دینے مین تساہلی اور اعراض کرے۔ اور غربا و مساکین کی مدد کرنیمین انکار روا رکھے۔ درجہ دوئم وہ ہے کہ جسمین علاوہ صفات درجہ اول کے لوگون کے سمجھی اور ظاہری حقوق مثلاً قرضہ۔ امانت و مزدوری وغیرہ مین کم دینے کی نیت رکھے اور دبانے کی کوشش کرے۔ ایسا آدمی ہر کے جھگڑے و تکرار مین مبتلا رہتا ہے۔ درجہ سوئم مین وہ لوگ ہین کہ جو نہ اپنی جان پر لگاوین اور نہ حقدار و نہ حق ادا کرین اور نہ غربا و مساکین کی تواضع کرین انکو لئیم کہتے ہین درجہ چہارم وہ ہین کہ جو علاوہ اوصاف مرقومہ بالا کے دوسرے انکو معقول خرچ کرنیسے روک دیا انکو خرچ کرتے ہوے دیکھکر اسکو رنج پہونچے تو گویا سب سے زیادہ منحوس درجہ چہارم والا ہے کہ نہ راہ مولے مین دیتا ہے اور نہ لوگون کے حق ادا کرتا ہے اور نہ کم نصیب اپنی جان پر لگاتا ہے بلکہ دوسرونکو بھی ضروری اور معقول خرچ کرنیسے روکتا ہے و یا اسکو رنج پہونچتا ہے تو اسکو شقی کہتے ہین مگر بعض بیوقوف ناعاقبت اندیش ان اتقام دکار روائی کرنیوالے معقول خرچ کرنیوالون زیرک و ہوشیار لوگون کو بخیل کہدیتے ہین اور مسرف اپنے اور حیثیت سے زیادہ خرچ کرنیوالون کو مخیر اور سخی کہدیتے ہین لہٰذا اس مقام پر لازم ہوا کہ مختصر تعریف سخی کی بھی بیان کیجاوے تاکہ غلط طور پر ان مین سے کوئی تمیز کرسکے چنانچہ واضح ہو کہ سخی کی تین قسمین ہین اول سخی دینی۔ دوئم سخی دنیوی سوئم سخی مجہول اسخی دینی وہ ہے کہ جو راہ خدا مین غربا و مساکین کو اپنے شکم اور جسم سے بھی مقدم اور افضل سمجھے۔ اور سخی دنیوی وہ ہے کہ جو بشرط حیثیت لوگونکو (بالتخصیص امیر و غریب تقریب و غیر تقریب) صرف دنیا نام کے لیے خوب کھلاوے اور انکی ضروریات رفع کرے مگر ایسے بھی لوگ کم ہین سوئم سخی مجہول یہ دو قسم کے ہین اول تو وہ کہ جو بلا حیثیت صرف شادی اور غمی کے تقریبون کے وقت خرچ کرنے مین اسقدر دلاور اور شیر ہو جاوین کہ اندوختہ کا اوڑا دینا۔ جائیداد کا فروخت کرنا اور قرض لینا کہا جان تک تم بیان کرین دریغ نکرین دوئم وہ کہ جو ہمیشہ ہی فضول خرچیان کرکے خوب گلچھرے اوڑاوین و بیموقع اور خلاف قاعدہ زر کثیر خرچ کرکے بجائے روشنی ناموری اپنی حالت ظاہر اخراب رکھین اور بدنام بھی ہون چنانچہ خلاف حیثیت خرچ کرنیمین دو صورت سے خالی نہین یا تو ناجائز مال کہین سے مارا جاتا ہے و یا قرض لیا ہے جسکے سبب سے بالآخر بجز نام دین و دنیا کی فضیحتی رسوائی بدنامی اور اپنی جان کو

رنج اور تکلیف دیتا ہے جو کہ محض خلاف از عقل ہے اور بیقاعدہ خرچ کرنا ایک ایسا بدزیب اور تکلیف دہندہ فعل ہے کہ انسان بڑے بڑے والوں سے زیادہ خرچ کر کے بھی ممسک کے نام سے مشہور ہو جاتا ہے۔ مثلاً بیمار ہونیکے وقت ٹونا اور ٹوٹکے میں تو چاہے بیس روپیہ خرچ ہو جاویں مگر عطار و حکیم کو پیسہ نہ دیں یا شادیوں میں تو چاہے دس ہزار روپیہ صرف کر دیں تو پروا نہ کریں مگر خود میلے اور پھٹے حال اور خشک روٹی پر گذران کریں اور بعض اوقات لوگوں کو دیکھا ہے کہ جو بڑا شوق لباس ہونیکے چڑھے ہوں یعنی پیٹ میں تو ایک پیسہ دو رکھا چاہیں مگر کپڑے رکھیے تو ہلکے ہیں غرضکہ بیجا بے پرواہی کرنے مہمان اور دوست کی وقت بیخاطر و تواضع نہ کرنے خویش و اقربا کی ہو فتع پرند خیر و یا اپنا ظاہری سامان موافق حیثیت نہ رکھنے سے آدمی بدنام بخیل ہو جاتا ہے۔ پس انسان کو ہمیشہ اوسط درجہ میں رہنا مناسب ہے نہ تو اسقدر کشادہ دست ہو کہ دوسروں کا حق دبا کر قرض لیکر بیجا ناک کر اپنی جان کو تکلیف دیکر بیٹ کا کھلاڑی نامور ہی حاصل کرے اور نہ بخل کرنا لازم ہے کہ حق داروں کا حق ادا نہ کرے غرباء و مساکین کی بالکل مدد نہ کرے اور اپنی جان پر جبر و سختی کرکے روپیہ جمع کرے۔ یہ دونوں حالتیں خراب ہیں جو کہ اور فعل نتیجہ کم عقلی ہی کا ہے اور بے رحمی کا ہے ۔

بیان غصہ کا

حالانکہ یہ تھوڑا بہت سب کو ہوتا ہے مگر تاہم بعض کو حد سے زیادہ ہی ہوتا ہے جسکے باعث سے کم درجہ کے ادنے مخالفت پر بھی بڑی چڑھ لیتا ہے۔ بات بات پر کلہ بدکلامی گالی مار دھاڑ پر مستعد ہو جاتا ہے۔ اور جبکہ مقابلہ میں کچھ بھی زبردست پاتا ہے تو دل ہی دلمیں گھٹ کر رہ جاتا ہے یا کسی ایسے فعل کا مرتکب ہو جاتا ہے کہ جس سے اسکو ظاہری و باطنی سزائے سخت کا مستحق ہونا پڑتا ہے۔ اللہ تعالے پناہ دیوے۔ یہ عادت نہایت ہی خراب ہے بعض وقت اس غصہ کے باعث انسان کو ادنے بات پر بڑے بڑے نقصان سہنے ہوتے ہیں جاگیر و ملک تک ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں مال کا ضائع ہونا نوکری سے مستعفی ہو جانا۔ وطن کا ترک ہونا فوجداری و خون ریزی میں مبتلا ہونا۔ قید اور پھانسی تک کا پاجانا

اکثر غصہ ہی کے نتائج سے دیکھنے مین آتے ہین ۔ یہ مرض انسان مین ہر وقت موجود نہین رہتا بلکہ
طبیعت کے مخالف کلام اور فعل کرنیکے وقت فوراً پیدا اور موجود ہو جاتا ہے ۔ اور موافق ہونے پر اپنا
رنگ دکھلاتا ہے ۔ بلکہ اصل تو یہ ہے کہ جس وقت غصہ انسان پر سوار ہوتا ہے اوس وقت عقل تو اوس
سے بالکل دور ہو جاتی ہے اسیئے اوس حالت کے اقوال و افعال لائق سند شمار نہین کیے جاتے جو کہ عقل
کے عامل ہین وہ ہمیشہ غصہ کو پی جاتے ہین اور جتنے المقدور اوسکی حرارت کو نہین بڑھنے دیتے
یہان تک کہ وہ فرشتہ سیرت ہو جاتے ہین ۔ اور جو کہ ان سے کم درجہ کی عقل رکھتے ہین تو وہ بہت سے
موقعون پر غصہ کی آگ بجھا نہین سکتے مگر جب تو بھی دوسرے سمجھانے اور البتہ پشیمان ہوتے
ہین اور اپنے آپ کو بہت لعن و طعن کرتے ہین اور آئندہ کے لیے بہت کچھ احتیاط اور ارادے کرتے ہین
تاکہ اسقدر حرارت پھر پیدا نہو سکے بلکہ جن جن موقعون اور جس جس فعل و عمل پر اس آگ کے بھڑکنے
کا گمان بھی ہوتا ہے تو اوسکو ٹال جاتے ہین اور جتنے الوسع وہان سے دور رہتے ہین اور نہایت
مردانگی کے ساتھ ضبط کرکے گذشتہ و آئندہ باتون کے انجام کو پیش خیال رکھ لیتے ہین اسی
طریقہ سے وہ رفتہ رفتہ اپنی بری عادت چھوڑ دیتے ہین ۔ اور جو شخص کہ ناقص العقل اور بڑے درجہ کے احمق
ہین تو وہ بات بات پر غصہ لاتے ہین اور بیجا بیجا سخت کلامی کرتے ہین اور ہاتھ سے بھی کام لیا
کرتے ہین اور اگر ایسے وقت مین سمجھایا جاوے تو پشیمان تک نہین ہوتے بلکہ اور زیادہ تیز ہو جاتے
ہین ۔ اور درحقیقت اگر غور کیا جاوے تو یہ آگ انکی کسیوقت فرو ہی نہین ہوتی ہر وقت موجود رہتی
ہے مگر ذرا ذرا سے سبب سے بھڑک کر تیز ہو جاتی ہین ۔ کیونکہ ایسے آدمی صرف غصہ ہی کے باعث سے ہزارہا نقصان
اور خرابیان اوٹھاتے ہین مگر ہرگز خاص موقعون پر اوسکے روکنے پر ہرگز قادر نہین ہو سکتے اور خاصکر غریب
آدمی کو تو یہ عادت ہمیشہ جوتیان ہی کھلواتی ہے ۔ امیر و دیگر اوسط درجہ والون اور ذی اختیار لوگون کے
کاروبار اور انتظام مین حرج اور نقصان لاتی ہے اور کبھی بھی وہ بھلائی کے ساتھ ذکر نہین کیے جاتے ۔ اگر موقعہ
پر نہو سکا تو پس پشت تو ضرور انکو ہر کوئی لعن طعن اور گالی سے یاد کرتا ہے پس انسان کو لازم ہے کہ حتی المقدور
غصہ کو روکے نرمی اور سہولیت کے ساتھ کام کو انجام دے مخالف طبع کلام درمیان مین آنے پر اپنے کو

عمدہ گر لیوے۔ البتہ گاہے و ماہے بشرط ضرورت و لاچاری خاص بہ نیت سیاست و تنبیہ ذرا تیزی اور غصے سے جس مین آیندہ حرج نہو اگر کام لے تو جائز ہے۔ نہ ہر وقت اور ہر بات مین طبیعت پر غصہ لانا اپنا نقصان صاف اور اپنے تئین پشیمان کرنا ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جسقدر کام کی عمدگی ملایمت اور سہولیت سے ہوتی ہے اوسقدر غصے سے ہرگز نہین ہوتی بغیر خاص خاص مقامات کے کہ جنکا تجربہ خود انسان معلوم کر سکتا ہے۔ اور چونکہ زیادہ تر غصہ کا باعث خلاف مرضی حاکم یا بیوقوف و خلاف طبع ملازم و زیردست و یا دوست یا بیوی و اولاد وغیرہ ہوتے ہین لہذا زیادہ غصہ والون کو چاہئے کہ حتی المقدور اپنے تئین مخالف طبع کلام و کاروائی کرنیوالون سے دور رکھنے کی کوشش کرین یا کم کلام کرین اور دوسرے ویسی باتون پر صبر کرلینے اور ٹالنے کا شیوہ اختیار کرین۔ چونکہ زیادہ غصہ ہونا حقیقت مین ایک قسم جنون کا ہے اسواسطے۔ ایک کو لازم ہے کہ اس قسم کے آدمی سے حتی الوسع ضد کے کلام نہ کرے بلکہ جواب سقیل کو بھی چھوڑ کر خاموشی اختیار کرے اور یہی اوسکے غصہ فرو کرنے کی ترکیب ہے ٭

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

مقالہ دویم صیقل معاملات

اس حصہ کتاب مین انسان کے اون حرکات وسکنات واعمال وافعال کا ذکر ہوگا کہ جو اسکو دنیاوی کاروبار مین روزمرہ کرنے ہوتے ہین اور نیز اونکی بھلائی اور برائی جسکو کہ انسان خود وقوع نتائج نیک وبد سے معلوم کرسکتا ہے مفصل طور پر ظاہر کیجاویگی۔ لہذا برائے سہولیت فہم تعلقات دنیاوی کو ایک فرضی جسم قرار دیکر اوسکے باقاعدہ کارروائی کو تندرستی اور بے قاعدہ وضررسان کاروبار کو بیماری معاملات سے نامزد کرنا مناسب ہوگا پس جو انسان کہ دنیا مین پیدا ہوتا ہے تو اوسکو موافق اپنے درجہ کے دنیاوی کاروبار سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہوتا ہے۔ خصوصاً معاشرت کے لئے حیلہ اور نسل قائم رکھنے کے لئے شادی کرنا عین خالق مطلق کی منشا ہے بلکہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو یہ حضرت انسان دنیا کی آبادی اور رونق کے واسطے اور دنیا اسکے چند روزہ آرام وآسائش کیلئے بنائی گئی ہے لہذا ضرور ہوا کہ بعد ادائے امورات دینی کچھ حصہ وقت بنا کے معمولی اور ضروری کاروبار مین بھی صرف کیا جاوے لیکن چونکہ ان کاموں کا عمدگی کے ساتھ انجام پانا بھی عقل ہی کے صاف ہونے پر منحصر ہے۔ اسلئے انسان کو چاہئے کہ حسب ضرورت آرام وآسائش دنیوی مہیا کرنیکے لئے عقل ظاہری کی بھی روشنی حاصل کرے چنانچہ انسان جسقدر عقل کی روشنی ہوگی وہ اوسیقدر دنیاوی نفع اور آسائش بھی اوٹھا سکتا ہے نیز طبیعت کی تندہی بھی یاری رہے۔

بیان عقل ظاہری کا

قبل ازین لکھا گیا تھا کہ عقل ظاہری کے وسیلہ سے کاروبار دنیا کا انجام پانا اور نیز سمجھ کے علم دنیاوی

ہر دو پیشہ و فن و کسب اور کمالات کا شامل کرنا [illegible] اپنے جسم کو امراض سے محفوظ رکھنے اور صحت میں لانیکے
طریقے علوم کا زیادہ قوت سے آشنا ہے لہذا ہر ایک فرد بشر کو [illegible] ترقی عقل باطنی واجب ہے کہ عقل
ظاہر کے وسیلہ سے معاش پیدا کرے اور اپنے جسم کو صحیح و سالم رکھنے کی [illegible] تدبیر کرے اگرچہ ہر حالت
میں رزق و حکمت و فنون [illegible] کچھ نہ کچھ [illegible] ضروریات سے بہا
[illegible] اسی طرح تعلیم بھی [illegible] بلکہ [illegible] شائستگی بنا بھی آئیو اسلئے
قایم [illegible] اور شائستگی بھی
حاصل ہو [illegible] انگلینڈ [illegible] ترقی [illegible]
[illegible] سے تمام [illegible] کمال [illegible] پیشہ
نہیں ہے تو وہ [illegible] غریب [illegible] بعض ملکوں میں [illegible]
پیشہ شروع ہی سے [illegible] کوئی [illegible] پیشے
[illegible] ہیں تو وہ قوم [illegible] انکی محتاج [illegible] دنیا
[illegible] شائستگی آئی [illegible] آرام اور بندوبست کی
صورتیں [illegible] نہیں اور چونکہ یہ ظاہر ہے کہ [illegible] ہر ایک کام کی عقل سے تعلق رکھتی ہے یعنی جسقدر
مادہ عقل تیز اور صاف ہوگا اسیقدر وہ کام بھی عمدہ ہوگا۔ اسلئے ہر ایک کو لازم ہوا کہ اپنی عقل
میں بھی حسب ضرورت ترقی پیدا کرے مگر استقدر کہ عقل باطنی بھی کم نہ ہو کیونکہ تجربہ سے دریافت
ہوا ہے کہ یہ بات قریب قریب ناممکن ہے کہ ایک انسان ہر دو عقل ظاہری و باطنی میں اعلے درجہ
کا کمال یا روشنی حاصل کر سکے کیونکہ ان دونوں میں آگ اور پانی کے موافق کالنقیض ہے مثلاً اگر کوئی
شخص ایک عقل میں کمال حاصل کرلے دوسری میں بھی کمال حاصل کرنا چاہے تو اول تو وہ اسمین رجوع
ہی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر رجوع بھی ہوگیا تو اوسپر دل نہیں لگے گا اور نہ وہ امورات ذہن نشین ہون
اور اگر فرضاً دوسری میں اسنے دخل بھی پالیا اور بڑہنے لگا تو جون جون اسمین کمال ہوتا جائیگا اسیطرح اول
والی عقل میں تاریکی آتی جائیگی حتے کہ دوسری میں کمال حاصل ہونے تک اول زائل اور گم ہو جائیگی اسواسطے

لازم ہے کہ ایک شغل مین جو کہ باعث امداد عمدہ بہتر اور کارآمد ہو کمال توکل کرے اور دوسری جو کہ نا باعث امداد ہیں اور ان کا کارآمد ہونا دوسرے مین حسب ضرورت واقف کاری کرلے ۔

پس جبکہ ثابت ہو چکا کہ جب انسان کے ذمہ حیلہ و فکر معاش فرض قرار دیا گیا تو ہر ایک شخص کو لازم ہے کہ بعد از معرفت عبادت و حمد و شکر الٰہی کے ہمارا ایک حصہ وقت کا معاش پیدا کرنیکے حیلہ مین صرف کرے اور اسکے واسطے خواہی نخواہی کوئی زراعت یا علم یا پیشہ یا ہنر سیکھنا ہوگا لاکن وہ حیلہ ایسا ہو جس سے اپنی اور عیال کی شکم پری کا بندوبست ہو اگرچہ بہتر تو یہہ ہے کہ بسبب ضرورت معاش پیدا کرنیکے بعد جس قدر وقت بچے اوسمین اللہ تعالیٰ کی یاد کرے کیونکہ دنیاوی امور مین زیادہ دل لگانے کے باعث محبت دنیاوی کو ترقی ہوکر عقل باطنی مین فتور پڑنیکا اندیشہ ہے۔ اور اگر بالفرض کسی شخص نے ضرورت سے زیادہ ترقی معاش مین کوشش بھی کی تو کچھ مضائقہ نہین مگر شرط یہہ ہے کہ معمولی عبادت اور یاد الٰہی سے کسی حالت مین غافل نہ رہے۔ اور امر و نہی کے احکام پر قائم رہے خیال کرنیکا مقام ہے کہ اگر کسی نے بغیر نام لینے اپنے مالک کے شب و روز زرق نفاق - جھوٹ و غیبت - چوری و بیزاری - گالی و ایذا رسانی مین عمر صرف کرکے زیادہ زر پیدا بھی کیا تو کیا حاصل اور اس ظاہری چند روزہ عمدہ طعام و زیب زینت اور آرام و آسائش سے کیا فائدہ۔ بلکہ بڑا افسوس اور ندامت ہے اوس شخص کے واسطے کہ جو اپنے پیدا کنندہ مالک و رازق کی یاد سے غافل رہکر زر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور اس بات پر تو ہر ایک کا تجربہ ہوا ہوگا کہ انسان ترقی معاش اور زر تو بغیر از منہیات بھی کرسکتا ہے۔ اور سوائے چند کوئی کسب و پیشہ ایسا نہین ہے کہ جسکی پابندی بندہ خدا کا نام لینے سے مجبور ہو۔ بلکہ دیکھنے مین آتا ہے کہ دراصل یہہ خود بندہ ہی غفلت کرتا ہے۔ اور اگر ارادہ کرے تو اکثر پیشے اس قسم کے ہین کہ جنمین زبان سے ہر وقت ذکر الٰہی کا شغل و توبہ و استغفار کرتا ہے اور کاروبار دنیا بھی جاری رکھے۔ ہان اگر زیادہ طمع کریگا یا کاہل الوجودی اور بےفکری سے کام لیگا تو ہر حالت مین غافل رہ سکتا ہے جو کہ نہایت ہی معیوب ہے۔ اکثر لوگ لالچ کے سبب اپنا تمام وقت کاروبار دنیا مین بایں خیال صرف کردیتے ہین تاکہ وہ فضول خرچی اور جمع کرنیکے واسطے زیادہ زر پیدا کرین ورنہ تقدیر کی رو سے تو تھوڑی ہی کوشش اور حیلہ سے ہر ایک شخص کا روائی کے لائق پیدا ہو

حق پایا جاتا ہے مصرعہ مندرجہ بالا کی تشریح میں۔ قبل اسکے کہ عقل ظاہری کی ترقی و تنزلی کی وجوہات بیان کی جاویں کچھ حال دربارہ مقابلہ عقل زمانہ سابق و حال لکھا جاتا ہے تاکہ ہر ایک شخص باسانی معلوم کرسکے کہ زمانہ ماضی سے اب تک کیا فرق ہو گیا ہے۔

بیان مقابلہ عقل مردمان زمانہ سابق و حال

بعض بزرگوں کا قول ہے کہ زمانہ گذشتہ کے سب آدمی بالخصوص عقل تھے کہ وہ اپنے باپ کے زمانے سے بھی ایک پیش آتے ہیں کیونکہ وہ بھی زمانہ ماضی میں شمار ہے۔ اور زمانہ حال میں کہ جسکی میعاد و ہیئت چالیس برس سے زیادہ نہیں ہوا کرتے قریب قریب بیکو ناقص العقل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس بیان کے دیکھنے سے یہ قول کہاں تک تسلیم کرنے کے قابل ہے اسطرح تحقیق کیا گیا ہے کہ ابتدا میں جبکہ دنیا کی آبادی ہوئی اور انسان سطح زمین پر پھیلنے شروع ہوئے تو اوس وقت بجز الفتہ وہ لباس سے چنداں واقف تھے اور نہ مکان بنانے جانتے تھے اور نہ اقسام و مزہ طعام اونکے خیال میں گذرا تھا اور نہ اونکے پاس کوئی مثال اور سامان مہیا تھا مگر اکثر وہ بموجب تلقین اپنے پیغمبر زمانہ (جو کہ اون میں ہی سے برگزیدہ اور بغیر تربیتی نورانی اور خود تعلیمیں کامل آدمی ہوتے تھے) اور بمقابلہ اپنے اقوال و افعال عام انسانوں سے علاقہ نہیں رکھتے تھے اعمال حقیقی کو ذکر اور دل و زبان سے اونکا حکم بجا لاتے اور اسوقت کی رائج عبادت کے موافق سر جھکاتے۔ اور علاوہ ازین اونہیں بزرگوں کے طفیل اور ہدایت سے رفتہ رفتہ ہر ایک نے آرام جسم کے لئے بھی کچھ کچھ سامان مہیا کرنا شروع کیا یہانتک کہ جیسے جیسے انسان زمین پر فراخ ہوتے گئے تو وہ خود اپنے اپنے آرام کیلئے طرح طرح کی چیزیں اور سامان ایجاد کرتے گئے چنانچہ دراصل لفظ ایجاد اونہیں لوگوں پر صادق آتا ہے کہ بغیر از موجودہ مثال اور آلات کے ہزارہا اشیاء ضروری ایجاد کیں۔ مثلاً مکان کیلئے پیشتر جھونپڑیاں اور بعد کو کوٹھریاں اور پھر صحن و دالان اور رفتہ رفتہ اعلےٰ مکانات محل۔ بارہ دریاں۔ صحنچیاں اور قسم قسم کی نشستگاہ۔ خوابگاہ۔ غسل خانہ باورچیخانہ۔ دستخانہ۔ کواڑ و قفل وغیرہ طیار کئے۔ اور لباس کے بارہ میں حالانکہ شروع میں کچھ بھی نہ تھا صرف درختوں کے پتوں اور چمڑے سے ستر کا پوشیدہ کرنا مقرر کیا گیا تھا مگر بعد کو روئی۔ اون اور ریشم سے سوت

حاصل کرکے کپڑا بنا نا ایجاد کیا جو کہ شروع میں بہت ہی موٹا بدرنگ و ناہموار بنایا گیا ہوگا اور بعد کو
رفتہ رفتہ اوسمین صفائی باریکی اور خوش قطعی ہوتی گئی اور مفصلہ ذیل اقسام کے کپڑے ایجاد ہوئے -
دولڑا - کھاروا - گاڑھا - چولتی - پینی - چھینٹ - دھوتر - ململ - تن زیب - سوسی - دوہرا -
ریشمین سوسیان - گلبدن - مشروع - تنابزہ - کمخواب - دیبا - حریر - پاٹات وغیرہ اور اون کے ذریعہ سے [illegible]
ل - پٹیان - شال - دوشالہ کشمیرہ - ایجاد ہوئے اور پوشاک کے واسطے اول لنگوٹی بعد کو تہ بند - دھوتی
لنگیہ اور پھر طرح بطرح کے پاجامے غرارہ - تنگ کلیدار - آڑے اور شلوار ایجاد ہوگئے - بالائی جسم کیلئے شروع میں صرف
چادر اوڑھتے تھے بعد کو کفنی - کرتہ - جامہ وا - انگرکھا - اور جغہ وغیرہ مردونکے لیے طیار ہوا اور عورتونکے واسطے انگیا - کرتیان
انگیان - روپٹہ - دوپٹہ - اور زیرین جسم کے لیے تہ بند گھگرہ اور مختلف قسم کے پاجامے ایجاد ہوئے
اور نوع بنوع کے زیورات انکی زینت کے لیے نکالے - اور سر کے واسطے پگڑیان عمامہ - اور قسم قسم
کی ٹوپیان - اور پیرونکی آرام کیلیے شروع میں چپلیان اور بعد کو انواع اقسام کی جوتیان بنائی گیئن -
او [illegible] ازین مختلف سادہ و [illegible] سادہ - کارچوبی - زرین - سلمہ و ستارہ [illegible] اور دریان غالیچہ
مسندین - سوزنی - چھت گیریان - دیوار گیریان - بیٹھنے اور سونیکے واسطے - موڑھے - کرسیان -
صندلی - تخت - چوکی - چارپائیان - چھپرکھٹ و مسہریان - شطرنجی - توشک - لحاف
در ضائی - دیگر ضروری سامان - و آلات - صندوق - الماریان - فرش و گاؤ تکیہ - اور رکابیان - کٹورہ
لوٹردان - دیگچیان - سرپوش - طباق - سینی - آفتابہ - لوٹہ - چلمچی - خاصدان - پاندان -
پیکدان وغیرہ وغیرہ اور آلات برہئی - لوہار - و سنارونکے لیے ایجاد کئے - اور کھانیکے واسطے انواع
اقسام کے کھانے بآمیزش مختلف مصالحہ جات اور اونکی پکانیکی ترکیبین عقل کے ذریعہ سے نکالین ورنہ
پیشتر سوا درختون کے پتون اور جنگلی میوہ دار کے اور کچھ ملنا ممکن نہ تھا اور بلکہ مثال کیواسطے اب تک اکثر جنگلی
اقوام کی اسیطرح گذر ہوتی ہے - چنانچہ نان - شیرمال - باقرخانی - نان ڈبے - چپاتی - سموسہ -
پوری - کچوری - ہریرا - حلوا - پراٹھا - قورمہ - قلیہ - کوفتہ - خاگینہ - قیمہ - شامی کباب -
سیخیا کباب - کھچڑی - کھیر - فرنی - پلاؤ - شیرین برنج - بریانی و متنجن - دال خشکہ - ہریسہ - [illegible] -

وغیرہ وغیرہ اور مختلف - اچار - چٹنیان - مربے - اور حلوے بیقنہ - دحلوائے زردک ایجاد ہو
اور صدہا قسم کی ترکاریان اور میوجات تلاش کرکے اوہانیکے لیئے مقرر کئے - اور سواری کی بابت گھوڑ
اونٹ - اور ہاتھی - کس کس جھنتون اور صدہا ہی ہنگاون اور پہاڑ ولنسے پکڑکر سدہائے اور انکی داہ
چارجامہ - دوکاٹھی - دہوپ - معہ لگام تنگ - نکیل - اور انکس جیسے کیسے سامان اونکی
سواری اور قابو رکھنے کے لیئے ایجاد کئے - اور خیال کرنیکا استقامت کرکس فہم وذکا سے کام
جنھوں - اور پھر کیسی نہ حاصل کیا اور کس طریقے سے دوہ کا نکالنا - جمانا - مکھن - گھی - اور ملائی
حاصل کرنا ایجاد کیا - اور کیسی محنت اور غور سے مکانکی تاریکی رفع کرنیکے لئے - تیل - بتی - اور چراغ
اور رفتہ رفتہ شمعدان - چراغدان - موم - وچربی - موم بتیان - فانوس - قندیل - جھاڑ
تیار کیئے گئے - اور شکار کھیلنے اور جانکی حفاظت وغیرہ دشمنونسے جنگ کرنیکے واسطے مختلف ہتھیار
چاکو - چھری - پیش قبض - تلوار - سیف - تفنگچہ - بندوق - توپ - برچھا - تیر کمان - غلہ
اور مختلف آتش بازیان ایجاد کین - اور امراض دور کرنیکے واسطے ہزارہا ادویہ مفردات ومرکبات تلاش
کرکے علم طب قایم کیا اور اسیطرحسے متعدد علوم فنون اور کمالات کہ جبکا نہ کوی عالم تھا اور نہ کوئی شاہ
تھی عقل سے اور ہستے ایسے ایسے ایجاد کئے ہین کہ جنسے تمام مخلوق تاقیامت فائدہ اوٹھاتی رہیگی - اور حال
عقلاسے اون علمون کے موافق یا مثل ایجاد کرنا تو درکنار - اون ایجاد شدہ مین سے چند علوم کا سمجھنا
حاصل کرنا شاق ہورہا ہے بلکہ اکثر ذہن کے باعث سمجھ مین نہ آنیکے اونکے وجود کاہی انکار کردیا
علم سحر - علم تسخیر - علم کیمیا - علم تصور - علم نجوم - وغیرہ وغیرہ - مگر یہہ قاعدہ ہے کہ جبتک
انسان ایک شئے کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھے تب تک یقین تو نہین ہوتا مگر تاہم اول اوسکے متعلق
پر غور کرنا چاہیے اور پہر بشرط ممکن خود اسکی تلاش اور دریافت پر کمر ہمت مضبوط باندہے اور بعد
نتیجہ قرار پاوے اوس شئے کا اقرار وانکار کرے یہہ کونسی عقل کی بات ہے کہ انسان گھر کے اندر
مین محدود اور سفر کیا تو ریل وجہاز مین بند نہ کسی سے دریافت اور نہ تلاش ہر ایک علم جو سمجھ مین نہ آیا
اور ہر ایک شئے جو اپنی آنکھ سے نہ دیکھی ہو اوسکے موجود ہونیکا انکار کرنے لگے خواہ صدہا آدمی اور کیسے

اوسکے موجود ہونیکا اقرار اور اپنی آنکھ سے دیکھنا بیان کرین مگر انکا تو یہہ خیال جما ہوا ہے کہ جو علم اور فن دنیا بھر کی انہون نے سمجھی اور دیکھی نہو تو وہ موجود ہی نہین اور یا خداوند کریم اوسکے بنانے پر قادر ہی نہین۔ حیف ہے ایسی سمجھ پر ہان البتہ یہہ ضرور ہے کہ ایسے علمون کے ماہر تو کمیاب ہین مگر نااہل اور بہروپیہ ہر جگہہ دربدر مارے مارے پہرتے ہین جنہون نے ایسے علمونکی سچائی مین داغ لگا دیا اور لوگون کو زیادہ تر بے یقین کر دیا۔ اور جبکہ انسان ایک دفعہ کسی علم و شئے کیطرف سے بے یقین ہوگیا تو پہر اوسکا حاصل ہونا ناممکن ہو جاتا ہے کیونکہ یہہ اوسکی تلاش ترک کر دیتا ہے اور اگر اتفاقاً گھر بیٹھے کوئی سچا اوستاد آبھی گیا تو بباعث بے یقینی یہہ اوسطرف رجوع ہی نہین کرتا لہذا یہی بڑا باعث انکے نامحروم رہنے کا ہے۔ زمانہ سابق مین اکثر حکما نے بعض بعض علم و فن کے حصول کیلیئے دو سو سے پانسو سال تک عمرین گذران صرف کئے ہین نہ کہ موافق آجکل کے لوگون کے کہ اول تو بغیر از دریافت و تلاش انکار کر بیٹھتے ہین۔ دوم بعض جو یقین والے مشہور ہین تو اونہون نے چند روز مین ہی دو چار بہروپیون سے دہوکہ کہا کے انکار کر دیا۔ غرضکہ مختصر یہہ ہے کہ سابقین اکثر عموم کو سعہ قانون کار آمد روزمرہ نونہال کو بہو نچا گئے ہین کہ جن مین کوئی حاجت اصلاح بہتر نظر نہین آتی اور یون چلے جاتے ہین گویا خواہ مخواہ ابتر حیرت سر رکھے اور علاوہ ازین اکثر فنون کسب و پیشہ ہنر و کمالات۔ اور سامان اسباب مہیا کرنیکی بنیادین قائم کر گئے ہین جو کہ حقیقت اہم اور بہت ہی بڑا عقل کا کام تہا۔ چنانچہ عقلاء حال نے اون تیار شدہ راستہ کی پیروی کر کے بعض بعض فنون و کسب مین ترقیان پیدا کی ہین جو کہ دراصل یہہ بہی عقل کا کام ہے گر نہ اسقدر جیسا کہ سابقین نے کیا کیونکہ موافق قاعدہ ہر ایک کام مین موجد کی تعریف ہوتی ہے نہ کہ ناقل کی۔ اجی حضرت ایک علم و فن و یا کوئی شئے اور اسباب کی بنیاد و شکل اور تصویر بنانا مشکل ہے۔ اور اُس تیار شدہ مین ایزاد کرنا۔ شاخین نکالنا امر دشوار شمار نہین کیا جاتا۔ موجد کا نام بدنام روشن رہتا ہے خواہ اوسکا استحقاق بہت ہی خفیف کیون نہو۔ اور اُسکے پیرو کار چاہے جسقدر ترقیان پیدا کرین مگر منزل اونکا درجہ شاگردون مین ہی شمار کیا جائیگا۔ مثلاً پیشتر سواریکے واسطے۔ ڈولیان۔ تام جہام۔ ہوادار۔ گاڑیان۔ منجہولی۔ اور رتھ۔ ایجاد ہوئین۔ چنانچہ موخرین نے اونکو دیکھکر صدہا اقسام کی گاڑیان تیار کین یہان تک کہ درجہ ریل گاڑی

تک پہنچایا۔ کشتیان۔ ناؤ۔ اور بادی جہاز زمانہ سابق مین ایجاد ہوئے تو دخانی ہونا اسمین ایزاد
کیا گیا۔ علے ہذا القیاس آجتک بہت ترقیان کین اور جتنے المقدور تو ایجاد بھی کیے مگر منصف مزاج آدمی
ہمیشہ سابقین یعنی پیشتر زمانہ والون ہی کو اپنا ہادی اور اوستاد اور اپنے تئین شاگرد تصور کرتے رہے۔ اور یہ
امت آخرین کہ جنکا زمانہ زیادہ پچاس سال سے نہین ہے کچھ ایسی بد دماغ و غیر منصف از قبیل العوام نکلی ہے
کہ متقدمین کو کہ جنکی روشنی عقل کے طفیل سے وہ آج اس حالت پر پہونچے ہین یعنی بنا بنایا پر تکلف مکان
رہنے کو اور طرح بطرح کی پوشاک زیب تن کرنیکو اور انواع اقسام کے نفیس طعام کہانیکو بغیر از تکلیف
موجود اور مہیا ہین سو نہ یہہ حضرات جواب ٹری ایکی اور جہکے ساتھ کلام کرتے ہین نہ وزن کیسے موافق
دم مارتے ہوئے بزرگون و ... ہین۔ کون کہے جیسا کہ آجکل بہت جنگلی قومین
بے سر و سامان پڑی ہین۔ اور اگر غور کیا جاوے تو شروع سے آجتک ہر زمانہ مین ہر قسم کے
انسان موافق تفریق مذکورہ متعارف دل جو تحریر مین رکھ قسم اول کے درجہ اول و الذین کردہ ایک ... زمانہ
سے ... تو ن کیے گئے یہہ کچھ ضرور نہین ہے کہ متقدمین بالتخصیص سب جاہل و ناشائستہ تھے اور اول
کے آدمی وحشی تھے ہون بلکہ از روے حساب اوسط زمانہ سابق مین زیادہ اور اچھے ایسے عاقل ہوئے
مین کہ جنکے روشن کیے ہوئے چراغون سے ہم آجتک منفعت اٹہا رہے ہین اور اٹہاتے رہینگے۔ شائستگی
باطن جو کہ حقیقت شائستگی ہے یعنی خدا اور رسول کا تابع فرمان ہونا تو متقدمین پر ختم ہو گئی اور شائستگی
ظاہری کہ جسکی کچھ بھی حقیقت نہین یعنی زیب و زینت جسم آرام و آسائش دنیا یہہ بھی متقدمین خوب
طرح سے ظاہر کرکے جاری کر گئے ہین کہ جسکے ترقی کرنے مین عقلا حال کو بہت ہی کم تردد کرنا ہوا اور نو ایجاد کی چیزین
بھی اکثر علوم و ہنر اور کمالات کے اصول سابقین کی کتب اور ایجاد شدہ آلات اور اشیا کی ترکیبون
سے اخذ کرنے مین بڑی مدد ملی۔ بلکہ شاید ہی کوئی ایسی نو ایجاد شئ ہوگی کہ جسکی بنیاد عقلا متقدمین قائم نہ کر
گئے ہون۔ پس باین حالت یہہ بات نہایت ہی بیجا اور انصاف سے دور معلوم ہوتی ہے کہ جن عقلا
اور اوستادون کے وسیلہ یا اونکے رستہ پر چلنے سے اسقدر ترقیان حاصل کین تو اب انکو بیوقوف اور جاہل اپنی
زبان سے کہا جاوے۔ اور علاوہ ازین یاد رہے کہ یہہ جو کچھ ہوتا آیا ہے اور ہونا ہے کا ان سبکا وقت

بھی اللہ تعالی کیجانب سے مقرر ہے وہ جسوقت اور جس زمانہ مین جس شی کا ایجاد ہونا مناسب سمجھتا ہے تو میدو حی
دلون پر اسکی قوت عطا کر دیتا ہی۔ ورنہ یہہ قوم جو فی زمانہ عاقل بنی ہوئی ہو کیا دنیا مین پیشتر آباد نہ تھی کیون بلا وجہ
اب زمانہ بعید تک ناشائستہ رہی پہلے سے پیدا ہوتی کیون انہون نے ترقی نکی۔ کیا یہ بات یاد نہین ہر کہ سب استاد اور انکے بزرگ تھے
اونہون نے یہ انسانیت پائی۔ اور کیسی کیسی علوم اور کمالات ور کسقدر اشیا اور سامان بڑے اہتمام سے بلا محنت انکو طیار ملے۔ تاہم انکے
بے عقل بے زنا شائستہ اور لوگونکو کہنا بجا ہوگا کہ جو اول تو بقول خود باوجود اسقدر روشنی عقل اور ترقی آلات و اشیا
اور موجودہ مستعمات بیکران اور خالق حقیقی کا شکریہ اور حمد وثنا تک نکرین۔ بلکہ برخلاف اس کے
نعوذ باللہ زبان سے نکالین کہ ہم ٹھیک نہین کہہ سکتے کہ کوئی خدا بھی ہے یا نہین۔ دوم
بزرگان متقدمین اور اپنے آبا اور اجداد کو جو تمام علوم و فنون اور ہر ایک شے و سامان ایجاد کرگئے ہمارے
واسطے چھوڑ گئے بے عقل خطاب دین اور اپنے آپ کو باوجود نکوئی نیا ایجاد نہ ترقی شائستہ اور عقلمند
سمجھیں۔ ہان بلاشک اکثرون نے بے ایمانی۔ بد اعتقادی۔ جھوٹ۔ افترا۔ مکر و فریب۔ غیبت۔
دغابازی۔ شراب خوری۔ انسانون سے نفرت۔ کتون سے پیار۔ دہریون کافرون سے محبت۔ خدا سے
انکار وغیرہ وغیرہ بد عادات مین خوب ترقی پیدا کی ہے۔ اور بعض چند نے جو کہ دراصل عاقل ظاہری ہین
خدا و رسول کو ترک کر عاقبت کو ضائع کر دنیاوی فنون و کسب ان مین کچھ ترقی پیدا کی ہے جو گویا کہ ہوتے
جواہرات کو سنگریزہ ملنے عام سے بدلا ہے۔ اور طرفہ یہہ کہ خلوف نہین کہ اپنا بزرگ سے بادی رہنما وہ سمجھی
جاتی ہے۔ البتہ تعریف تو جب تھی کہ یہہ لوگ اپنے مالک حقیقی کو یاد کرکے دنیاوی ترقیان بھی تھوڑی تھوڑی
کرتے مگر افسوس یہہ کہان ہوسکتا ہے یہہ تو سابقین کے افعال و اقوال کے رد کرنے ہی کو ترقی اور عقلمندی سمجھتے
ہین۔ اسیواسطے تو انہون نے خدا و رسول سے انکار کیا ورنہ کیا اپنے دل مین یہہ نہ سمجھتے ہونگے کہ بغیر صانع مصنوع
کسطرح ہوسکتی ہے۔ غرضکہ کیسا ہی نقصان کیون نہو مگر ان لوگونکا اصول تو یہہ ہے کہ برخلاف سابقین افعال
کئے جاوین۔ اگر اونہون نے خدا کو مانا تو انکو انکار کرنا پڑا۔ وہ چت سوتے رہے تو یہہ پٹ سوینگے۔ وہ بیٹھکر
پیشاب کرتے تھے تو یہہ کھڑے ہوکر کرینگے چاہے کپڑے خراب ہی کیون نہون۔ اونہون نے عورتون کو
پردہ مین رکھا اور دنیاوی علوم سے بچایا تو یہہ انکو (بی اے) پاس کراکر کھلے خزانہ بازارون اور باغون

مین گشت کرینگے اور تشریف مہمانی حسب حال اپنی اجازت دینگے اور مقولہ ہے کہ یہ فقیہ بھی علوم سے نہیں نہ فائدہ اٹھاوے اور لوگ اس سے کہ اگر کوئی کسی سے محروم رہے اور رسوم جنونی روزمرہ کے برتاؤ میں اٹھنے اور بیٹھنے وغیرہ میں ایسے ایسے نازیبا قواعد جاری ہین جو کہ بالکل خلاف عقل اور ازحد محتاج اصلاح ہیں تو انکی صفائی عقل اور شائستگی کا ہے اور اس قسم کے افعال نالائق کا کرنا نہایت ہی بری اور باعث خجالت کرتا ہے ۔

بیان ترقی یافتن عقل ظاہری

اگرچہ اس کا مختصر بیان پیشتر ہو چکا ہے مگر تاہم کچھ ضروری اور باقی ماندہ اس موقع پر بیان ہوتا ہے چنانچہ بیان کیا جاتا ہے [illegible] ترقی عقل ظاہری ام ہیں ایسے ہی ہین جیسے کہ عقل دینی کے آپس مطلب اور نتائج میں بہت فرق ہے جو کہ علیحدہ علیحدہ اونکے بیانات کے مطالعہ سے دریافت ہو سکتا ہے ۔ وہ یہ ہین ۔ علم ۔ صحبت ۔ نصیحت زبانی ۔ نصیحت آمیز کتابوں کا پڑھنا اور سننا ۔ تجربہ یا مشق ۔

بیان علم دنیوی

اگرچہ موافق [illegible] دوسرا ایک قسم کے باتوں کو [illegible] ہر ایک علم سے یہ بہت کہ ان علموں میں افعال یا حالات جاننے کے لئے [illegible] ضرورت [illegible] سبب اوس میں سالی ہو تو اوسکو اوس شے کا علم کہتے ہیں اور باقیوں کو فن [illegible] اب [illegible] مناسب ہوگا

تفصیل علم دنیوی ۔ علم انشا ۔ علم حساب ۔ علم ہندسہ ۔ علم طبابت ۔ علم تصویر ۔ علم تسخیر ۔ علم جبر ۔ علم تجلی ۔ علم کیمیا ۔ علم منطق ۔ علم تواریخ ۔ علم موسیقی ۔ علم رسوم ۔ علم نجوم ۔ علم سحر وغیرہ وغیرہ علم دنیوی کہلاتے ہین ۔ مگر کاروبار دنیا کو انجام دینے اور مناسب طور پر عقل ظاہر کو بڑھانے اور صاف کرنے کے لئے صرف دو تین علموں سے واقف ہونا کافی ہے مثلاً علم انشا حساب اور ہندسہ ۔ اور طبابت اگرچہ ایک

ایسا علم ہے کہ اس سے پورا پورا واقف ہونا تو مشکل ہے لیکن تاہم ہر ایک کو اس سے تھوڑا سا واقف ہونا ضرور ہے پس چند حصہ اس علم کا سب خاص و عام کے لئے مفید ہو وہ انشاء اللہ تعالیٰ مجملاً اسی کتاب کے مقالہ سویم مین بیان کیا جائیگا اور زیادہ ضرورت پر حکیم کی تلاش سے کار اجرا ہو سکتا ہی۔

علم تصور - یہہ ایک استقدر بڑا اور وسیع علم ہے کہ جسکے بیان کرنیکی نہ تو مجھ مین طاقت ہے اور نہ اس مختصر مین گنجائش مگر تاہم اس سلسلہ مین بطور معنی و مطلب نہایت ہی اختصار کے ساتھ کچھ لکھدینا خالی از مصلحت نہوگا۔ پس واضح ہو کہ یہہ ایک عجیب و غریب علم ہے کہ جسکا سمجھنا اور بیان کرنا تو در کنار صرف بباعث خلاف از عقل ہونیکے ابھی اسکے راست اور صحیح ہونے مین لوگون کو کلام ہے۔ وہ ایسا جسکے بیان کرنے اور سننے سے انسان کے ہوش پران اور عقل حیران ہوتی ہے۔ مگر خداوند برتر کے نزدیک کہ جو تمام موجودات کا خالق ہے کوئی امر بھی مشکل نہیں۔ وہ جو چاہتے سو کر دکھاوے دنیا مین جو کچھہ کارروائیان کہ ہو رہی ہین وہ سب اوسکی قدرت کا ظہور ہے ورنہ انسان کی کیا مجال ہے کہ کوئی کام بھی اپنے اختیار سے کر سکے۔ چنانچہ منجملہ بلا تعداد مخلوق و بلا حساب صنعتین ظاہر کرنیکے ایک یہہ بھی اوسکی قدرت کا نمونہ ہے کہ ہر ایک انسان مین ایک ایسا مادہ پیدا کیا ہے کہ جس سے تصوری امور صحیح ہو جاتے ہین۔ یعنی جب کوئی شخص اپنے خیالات کو ہر ایک جانب سے علٰحدہ کر کے ایک سوئی حاصل کرنے کی مشق کر لیوے تو پھر وہ موافق خواہش جس امر کا تصور کریگا وہ بعینہ ویسا ہی ہو جائیگا۔ لیکن یاد رہے کہ تصور کے ذریعہ سے کمالات کا حاصل کرنا گو کہ ظاہرا نہایت ہی آسان معلوم ہوتا ہے مگر در اصل ہر قسم کے خیالات کو منضبط کر کے ایک خاص امر و شے کا تصور کرنا ایسا مشکل ہے کہ جسکی دنیا مین کوئی بھی مثال نہین۔ اسیواسطے اسکا حاصل کرنا ہر ایک کے لئے ناممکن ہے لیکن صد آفرین حکما متقدمین کو کہ جنہون نے حد سے زیادہ مجاہدہ و ریاضت محنت و مشقت کر کے (یعنی تنہائی اختیار کرنا۔ تعلقات دنیاوی کو ترک کر دینا۔ خواہشات و لذات نفس کا دور کرنا۔ خوشی و غمی ہر دو اثرات کو اپنے سے محو کر دینا) ایسی ایسی ترکیبین نکالی ہین کہ جن سے انسان رفتہ رفتہ اپنی طبیعت کو ایک سو لانے پر قابو پانے لگتا ہے بعدہ

حسب توجہ۔ قوت۔ و عقیدت۔ یہ شخص ایسا مشاق ہو اپنے تصور مین اسقدر کامل ہوجاتا ہے۔ کہ جس سے اوس مین ایک علیحدہ ہی قوت کہ جسکو بجلی حیوانی کہتے ہین پیدا ہوجاتی ہے اور پھر وہ اس قوت کے ذریعہ سے جس جاندار بیجان پر جسحالت بستگی کے لئے تصور کرتا ہے اوسکو اللہ تعالے اکثر ویسا ہی کردیتا ہے ویا جن حالات ومخفی رازون کے معلوم کرنے کے لئے خیال جماوے تو وہ اسکو بذریعہ خواب وا دہام ظاہر ہونے لگتے ہین زان بعد اور زیادہ محنت وریاضت کرنے سے اسکے حواس خمسہ باطنی بھی روشن ہوجاتے ہین کہ جنکی تجلی سے اسکی بجلی حیوانی بدرجہا قوت بڑھجاتی ہے اور عمل الاعمال بڑے بڑے عجائب حرکات وافعال اس سے صادر ہونے لگتے ہین کہ جنکو بجائے ناممکن الوقوع ان لوگ دیکھتے ہے اونکی انقدر گنتی اور تصور کو ایک اعلے درجہ کی دعا والتجا اور وقوع مین آنیجو اللہ تعالے کی تائید اور اپنا عمل محنت سمجھنا چاہئے۔ چنانچہ علم مقناطیس حیوانی (مسمریزم) علم التسخیر۔ علم سحر کے اثرات سے جو کہ دراصل علم تصور ہی کی شاخین ہین صاف ثابت ہوتا ہے کہ خیال انسانی کو بھی اللہ تعالے نے کیا طاقت دی ہے۔ لیکن چونکہ بغیر از شغل وورد کسی اسم کے طبیعت کا ایک سو ہونا ناممکن ہے لهذا ایک فریق تو پاک حالت مین ایمان کی روشنی کے ساتھ اسم خدا وغیرہ نیک کلام کا ورد کرتا اور دوسرا ناپاک حالت مین شیاطین اور بد روح کے نام کا جپ کرکے یہہ قوت حاصل کرلیتا ہے مگر فریق اول تو بباعث روشنی ایمان تصور خالق کون ومکان اور ارادہ ہدایت ونیت نیک کے صالح ہوا اور دوسرا بسبب تاریکی کفر وتصور ماسوا اللہ نیت بد وارادہ حصول دنیا وایذا رسانی مخلوق طالح اور گمراہ ہوا۔ غرضکہ مختصر یہہ ہے کہ حصول علم تصور درجہ اعلے چونکہ ہر ایک سے ممکن نہین لهذا اسکو خاص الخاص لوگون کے لئے چھوڑ دینا چاہئے مگر تاہم عوام الناس کے لئے یاد رہے کہ انکو بھی حتے المقدور کسی امر مین بد تصور اور خراب خیال نہین کرنا چاہئے ورنہ اونکے اثر کے ذریعہ سے جو کہ قریب قریب ہر ایک مین موجود ہوتا ہی یہہ بھی اپنے اور دوسرون کے فائدہ ونقصان کے باعث ہوسکتے ہین۔

علم التسخیر۔ یہہ ایک بہت بڑا اور مشکل سے حاصل ہونیوالا علم ہے اس سبب سے اسکے واقف کار

شاذونادر بھی پائے جاتے ہیں اسکے عملہ سے (جوکہ ورد کے ذریعہ سے ہو خواہ تصور کے وسیلہ سے)
جنات ۔ موکل و ہمزاد کو تابع کر کے بڑے بڑے تعجبات کے کام لیتے ہیں ۔ علاوہ ازین کسی انسان
کو حلال اسکے خاص مطلب طمع کے ۔ یا ہر مخالف کو فرمان بردار کرنا اور ہر دشمن کو مغلوب کر لینا مختلف
امراض اور دردون کو بغیر امداد دوا یات جسم سے دور کرنا بھی اسی علم کے ذریعہ سے ہو جاتا ہے اور
بعض کلامون کی تاثیر تو جانورون اور ہتھیارون پر بھی ہو سکتی ہے مثلاً درندہ جانور شیر ۔ بچھو وغیرہ
اس عمل کے ذریعہ سے باوجود سامنے موجود ہونے کے ضرر نہین پہنچا سکتے ہیں ۔ یا آگ ہو جاوین سرد
علیٰ ہذا القیاس ہتیار سے بچنے کے لئے تلوار گرز و الا بعض سے تا صد ...
پہنچ سکتے ہیں یا وہ حالت دور کرنے کے اسکا کچھ اثر نہیں ... ہو سکتا ہے جیسا ...
ہین اور عملوی ... علم عملی قسم اول ... اور ...
اسکے لئے ہمیشہ پرہیزگار رہنا اور ... ہین جیسا کہ ... درست
شافہ درکار ہے ۔ اسکا حاصل کرنا مفید اور عمدہ ہے ... علم عملی مین کچھ کلام نہ جاننا
بجز ازحمد خدا وغیرہ کا ورد کرنا ہوتا ہے مثلاً ... کے نام ... اور انکا تابعدار
تبلانا ہوتا ہے ۔ اور علاوہ ازین ایسے قسم ...
ہے اور محنت سخت بھی درکار ہے ۔
علم جغرافیہ بجلی کیمیا ۔ عوام کے لئے چندان مفید نہین لیکن خاص لوگ اگر تحصیل کرین تو کچھ
مضائقہ نہین ترقی عقل کے لئے مفید ہین علم جغرافیہ سے تمام ملکون کے احوال معہ انکی قدرتی اور
مصنوعی موجودات کے معلوم ہوتے ہیں ۔ علم بجلی بھی نہایت مفید اور کارآمد علم ہے اسکے ذریعہ
سے بڑے بڑے اہم عقدے حل ہوتے ہیں ۔ مثلاً یہ بجلی ہی کا اثر ہے کہ تار کے ذریعہ سے خبر آناً فاناً
ہزارون کوس چلی جاتی ہے ۔ یا انسان منہ در منہ پانچ میل تک گفتگو کر سکے ۔ یا ایک بڑے
پہاڑ کو کہ جسے ہزارہا آدمی مہینون مین سمار نہ کر سکین تھوڑی ہی دیر مین اڑا دین ۔ یا ایک تار کے
وسیلہ سے بجلی کا اثر پہنچا کر بڑے بڑے جہاز دنگی غرق کر دین ۔ کسی جگہ پر آگ لگا دینا بغیر تیل

اور ہوا (گیس) روشنی کر دینا بغیر از وسیلہ آگ - پانی برف کا ملانا - اور کسی خاص بستی کے
باشندون کو بغیر از توپ و تفنگ ایکدم مین ہلاک کر دینا وغیرہ وغیرہ بہت کام ہو سکتے ہین -
درحقیقت یہہ ایک قسم کا قدرتی اثر چند دہاتون مین پایا جاتا ہے جو کہ اونکو تیزاب وغیرہ چند اشیا
کے مقابلہ مین لانے سے پیدا ہو جاتا ہے اور عقلانے بڑی محنت اور تجربونسے دریافت کرکے
بڑے بڑے سخت کامونکو آسان کر لیا ہے بلکہ روز بروز اس مین ترقی پیدا کرتے جاتے ہین اور
اسی قسم کا ایک عجیب اثر انسانون مین بھی پایا جاتا ہے جسکو کہ تجلی حیوانی کہتے ہین جو کہ خاص
خاص ترکیبون کے ذریعہ سے آپس مین ایک دوسرے انسان سے وہ اثر پیدا کیا جا سکتا ہے
جسکے باعث سے اوس اثر شدہ کے ہوش او خیال اسقدر روشن ہو جاتے ہین کہ وہ دور دراز پوشیدہ
حالات کو دریافت کرکے معاً بتلا دیتا ہے اور بعض مرتبہ گذشتہ اور آیندہ کے احوال بھی ظاہر کرتا ہے
اور گاہے اس تجلی حیوانی کے ذریعہ سے سخت اور لاعلاج جسمی امراض دفع ہو کر مریض بالکل تندرست
ہو جاتا ہے - اس علم کو علم مقناطیس حیوانی بھی کہتے ہین یا مسمریزم کہو جو کہ دراصل علم تسخیر کا
ایک حصہ و یا ابجد ہے - جس شخص پر یہہ عمل کیا جاتا ہے اوسکے حواس ظاہری زائل ہو کر یا تو ایسے
عالم خواب کے موافق طاری ہو جاتا ہے و یا مدہوش ہو جاتا ہے - اور بعدہ خود بخود یا دریافت کرنے
سے طرح بطرح کے حالات اگر شروع مین کچھ اولٹ پلٹ اور بے سر و نشان اور بعید کو رفتہ رفتہ پکے
اور سچے احوال اکثر گذشتہ اور گاہے آیندہ اپنے اور دوسرون کے بھی بتلاتا ہے - اور پھر اسمین پورا پورا
مشاق ہونے سے تو دور دور کے راز اور مخفی راز اور طرح بطرح کے عجیب وغریب باتین معلوم ہو سکتی ہین
مگر اس کیواسطے عامل اور معمول کا ہونا اور خاص ترکیبون کے ساتھ عمل کا کرنا اور سیکھنا ضروریات
سے ہے - اور جبکہ ایک مفرد آدمی بہوش و حواس خود قائم عجیب وغریب نا ممکن اور پوشیدہ حالات
بتلا دے تو وہ دوسرے علم و کمال پر حمل کیا جاویگا -

علم کیمیا - بقول عقلاء سابقین و عوام الناس یہہ وہ علم ہے کہ جس سے سونا اور چاندی
بنایا جاوے - اور بقول ماہران حال کیمیا وہ علم ہے کہ جس سے تمام موجودات کی ماہیت اور

مختلف دہاتوں و جواہرات کے حاصل و صاف کرنے اور جلاد دینے کی ترکیبیں معلوم ہو جاویں۔ چنانچہ پیشتر والوں کا قول تھا کہ تمام موجودات کی بناوٹ میں صرف چار عنصر پائے جاتے ہیں۔ خاک آب۔ آتش۔ ہوا۔ جو کہ مجملاً درست ہے۔ مگر دریافت کنندگان زمانہ حال نے مفصلاً اسطرح بیان کیا ہے۔ کہ دنیا میں دو قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اول مفرد۔ دویم مرکب۔ مفرد وہ ہے کہ جو بذاتہ تنہا ہو یعنی اوسکی بناوٹ میں کوئی دوسری شے نہ پائی جاوے اور یہہ مفرد چیزیں آجتک قریب ستر کے تو دریافت ہو چکی ہیں اور شاید آئندہ اور بھی دریافت ہوں اور انکے علحدہ علحدہ وضعی نام بھی رکھے گئے ہیں اور تمام عالم کی بناوٹ بجائے چار عنصر ان تمام مفردات سے خیال کی گئی ہے۔ اور یہہ تین قسم کے جسموں میں پائے جاتے ہیں یعنی چند بشکل ہوا۔ اور کچھ سیال اور اکثر ثقیل ہیں چنانچہ مشہور مفردات یہہ ہیں۔ گندک۔ لوہا۔ رانگ۔ سیسہ۔ پارہ۔ جست۔ چاندی۔ سونا۔ تانبا اور اسی بناپر عقلاء حال کا یہہ قول ہے کہ چاندی اور سونا بنانا ناممکن ہے کیونکہ یہہ مفرد ہیں اسواسطے یہہ سابقین و با عوام کے قول کو (کہ کیمیاگر چاندی اور سونا بنا لیتے ہیں) غلط خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بجائے مفردات بنانے کے یہہ ہو سکتا ہے کہ اگرچہ مفردات آپسمیں خلط ملط ویا کوئی مفرد کسی دوسری شئے مثلاً پتھر و مٹی کے ہمراہ ملا ہوا پایا جاوے علحدہ کر لیویں جیسا کہ چاندی اور رانگ ویا سونا اور تانبا اور لوہا پتھر کے ساتھ ملا ہوا پایا جاتا ہے۔ پس ان کے علیحدہ اور صاف کرنے ویا مختلف جواہرات۔ موتی۔ ہیرا۔ زمرد۔ پکھراج وغیرہ وغیرہ کے حاصل کرنے اور انکی چمک دمک کی رونق دینے کو اگر کیمیاگری کہا جاوے تو مناسب ہے بجائے چاندی و سونا بنانے کے جو کہ ہرگز ممکن نہیں۔ لیکن راقم کے نزدیک یہہ امر اسطرح پر ممکن ہے کہ اگر چاندی اور سونا برخلاف خیال اہل زمان حال مفرد نہوں بلکہ دراصل مرکب بھی شے ہوں اور اونکے اجزا کو خاص خاص ترکیب کے ساتھ ملانے سے وہ بنجاویں ویا کسی خاص جسکے شامل کرنے سے انکی ہم شکل دہاتیں بعینہ چاندی اور سونے کی شکل میں آجاویں اور اسکے جاننے والوں نے بباعث ایک نایاب علم ہونیکے اسکا نسخہ شائع نہیں کیا اور نہ وہ اس بات کو مشہور کرنا چاہتے ہیں کہ مبادا کوئی حاکم زبردستی اور تکلیف دیکر اون سے

دریافت کرے اور دوسرے اسکے چاندی و سونے پر ہی کیا موقوف ہے اور کوئی دوسرا مفرد جسم
حال کے عقلا کا آجتک مفرد ہونیکا خیال ہے ممکن ہے کہ آیندہ اسکا مرکب ہونا ثبوت ہو جاوے۔
غرضکہ تمام حیوانات و نباتات و جمادات کی بابت نہیں مفردات سے خیال کی گئی ہے مگر حسب الاتفاق
خاص خاص مرکبات کے مفرد بھی علیحدہ علیحدہ کرکے ثبوت دے سکتے ہیں اور انکا مقدار و وزن
تک بھی بتلا سکتے ہیں مگر ان مفردوں کو اس مقدار مقررہ میں ملانے سے اس مرکب کا بنانا حیوانات
اور نباتات میں تو بالکل ہی ناممکن ہے۔ مثلاً ایک گوشت کے ٹکڑے یا ایک درخت کے پتے کے مفردات
کو علیحدہ علیحدہ کرکے انکی مقدار تک بتلا سکتے ہیں اور انہیں مفردات کو مقدار مقررہ میں ملانے
سے نہ تو گوشت بنتا ہے نہ پتا البتہ مرکبات ارضی یعنی جماداتی جیسا شنگرف اور ہڑتال وغیرہ جو کہ قدرتی
قانون سے حاصل ہوتے ہیں اور انکی بابت بھی دریافت ہو گئی ہے مثلاً شنگرف۔ گندک اور پارہ
سے مرکب ہے اور ہڑتال سنکھیا اور گندک سے بنا ہے انکے مفردات کو علیحدہ علیحدہ بھی کر سکتے ہیں
اور مقدار مقررہ میں ان مفردوں کو ملانے سے یہ مرکب بھی بعینہ بن سکتے ہیں۔ مرکب اسکو کہتے
ہیں جو کہ دو یا زیادہ مفردوں سے ملکر تیار ہوا ہو۔ چاہے وہ صورت اور خاصیت میں اپنے اجزا کے
کے قریب ہو یا بالکل علیحدہ چنانچہ دنیا میں تمام اجسام سوائے مفردات کے مرکبات ہی میں
داخل ہیں اور ہم ان تمام اجسام مرکب کو قدرتی مقدار مناسب میں تیار شدہ پاتے اور دیکھتے ہیں
منجملہ انکے اجسام حیوانی اور نباتی کا تو بنانا ناممکن ہے۔ اور اجسام ارضی یا جماداتی کو البتہ علم
کیمیاگری کے وسیلے سے بوقت ضرورت بنا سکتے ہیں اور انکے مفردات کو بھی عمدہ طور پر علیحدہ علیحدہ
کرکے دکھلا سکتے ہیں چنانچہ اکثر مرکبات جماداتی جو کہ روزمرہ ہمارے کام میں آتے ہیں قدرتی ہمکو تیار
ملتے ہیں اور صدہا مرکبات جو کہ بعد کو حکما اور عقلا نے واسطے خاص خاص ضرورتوں کے ایجاد کئے
ہیں بنائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں مختلف جواہرات اور موتی وغیرہ کو جو کہ اکثر اجسام مرکب اور
بعض بعض مفرد خیال کئے گئے ہیں اور اپنے مقاموں سے تلاش و سعی کثیر دستیاب ہوتے
ہیں بنانا امر غیر ممکن سمجھا جاتا ہے اور جو کہ مصنوعی بنائے بھی جاتے ہیں تو وہ ایسے نہیں ہوتے

تو گویا کہ یہہ علم کیمیا بھی عوام کے لئے چندان مفید نہین البتہ خاص لوگون کے لئے جو کہ بیرون
اور نان نفقہ سے بے فکر بھی ہون اس مصرعہ پر عمل کرنے کے واسطے ؎ بیکار مباش کچھ کیا کر +
اگر کچھ کوشش کرین اور ترقی بہم پہونچاوین تو کیا مضائقہ ہے۔ مگر چاندی اور سونا بنانے کے
خیال مین البتہ روپیہ اور اوقات ضائع کرنا لاحاصل معلوم ہوتا ہے کیونکہ علانیہ نہ کوئی اسکو جانتا ہی
اور نہ بناتا ہے اور جو شخص کہ اس سے ماہر ہے وہ اپنی تئین پوشیدہ کرتا ہے اور اگر اتفاقاً کوئی ظاہر
بھی ہو گیا تو اوسکو نسخہ اور ترکیب تبلانے سے پرہیز ہے البتہ بہت سے دہوکے باز اور ٹہگ
فقیرون کی صورت مین دربدر پھر کر اپنا کیمیا جاننا ظاہر کرکے لوگون کے دلون کو پگلا کر کچھ جھٹک لیجاتے
ہین اور بیچارے مہوسون کو سوائے پھونک پھانک مین عمر ضائع کرنیکے خاک نہین ہاتھ آتا۔ البتہ بالآخر
بعض کو چند کشتہ جات کا بنانا آجاتا ہے جسکے باعث سے وہ چند مرضون کے حکیم مشہور ہو جاتے
ہین اور جو شاذ و نادر کسیکو اصلی نسخہ دستیاب بھی ہوا تو وہ اسقدر محنت اور کوشش کے بعد ملتا ہی
کہ تب تک وہ شخص تجربہ کار ہوکر دنیا سے خود مستغنی اور لاغرض ہو جاتا ہے و نیز اسکے اوستاد
اُسوقت بتلاتے ہین جبکہ اونکے شاگردون مین یہہ صفت پیدا ہو جاوے پس اوسحالت مین اوسکا
ملنا اور نہ ملنا گویا کہ بیفائدہ ہے +

علم منطق۔ یہہ وہ علم ہے کہ جسکے ذریعہ سے بزور دلیل کسی شئے کا موجود و معدوم و یا راست و لغو ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔ اسکا تھوڑا سا حصّہ صرف مناظرہ و مباحثہ کرنے و یا تقریر کو چست اور پر زور بنانے کے لئے حاصل کرنا البتہ مناسب ہی۔ مگر اسمین زیادہ مہارت بہم پہونچانا زہر ہلاہل کی تاثیر رکھتا ہے یعنی انسان بالآخر خداوند برتر کی ذات و صفات مین دلائل کرکے ملحد و منکر ہو جاتا ہے۔

علم تواریخ۔ یہہ وہ علم ہے کہ جس سے متقدمین کے احوال و اقوال مین معلومات حاصل کیجاوے۔ لیکن اسکا وہ حصہ کہ جسمین عاقلان کامل کے حالات درج ہین کہ جسکے پڑہنے اور سننے سے خواہ نخواہی دلمین روشنی اور اعمال مین صفائی آتی ہے تو یہہ علم دینی مین شامل ہے مگر یہانپر

علم تواریخ سے بادشاہوں۔ فلاسفروں دیگر نامور آدمیوں کی سوانح عمری اور احوال و اقوال سے مراد ہے جنکی کہ معلومات ظاہر فضول اور لغویات سے ہے اور خصوصاً جن کتب میں حالات کا ظہار ہے نقصان دہ دین و ایمان ہو انسے بہت احتراز ہے۔ ہان البتہ اگر دیگر انسانوں کے حالات پر غور کر کے پند و عبرت حاصل کرے تو کیا مضائقہ ہے۔

علم موسیقی۔ یعنی گانے بجانے میں مہارت حاصل کرنا۔ حاصل کرنا ہو تو دیگر علوم کا ہوتا ہے اور بیحد اقسام کیلیے تفسیر بحالانا ہی فیصلہ ہے لیکن دیدہ موسیقی نفرت ہے اور خاص کر اسکا یہ ہے کہ اس میں پڑ جانے سے اکثر انسان خود نفسانی دنیا میں مشاغل ہو جاتا ہے اور اگر صرف ان جوم تفکرات کو دور کرنے کیلیے جو ہر دو دین و دنیا کے مرج رائج ہوں۔ یا طبیعت میں یکسوئی پیدا کرنے یا مجنونی اور زیادہ غصہ اور طبیعت کے اصلاح کیواسطے علاج کا شغل کیا جاوے تو بجا ہے۔

علم موسم۔ یہ وہ علم ہے کہ جسمین حکماء نے عقل کے رو سے آسمان و زمین آفتاب و ماہتاب و دیگر سیارگان کی گردش کے حالات اور انکا اندازہ و اسباب تبدیلی موسم و ہوا کسوف و خسوف۔ بارش و برف۔ آندہی وغیرہ طوفان و بھونچال کے فرضی دلائل سے بیان کیے ہین چنانچہ اس علم کے حاصل کرنے اور ایسے کی باتون مین غور کرنے سے ظاہر بجز نقصان کے کوئی خاص فائدہ متصور نہین کیونکہ اول تو یہ گویا کہ بیحد بے سر و پا کی فرضی باتین ہین۔ دویم انسان ماہران ظاہر کے اقوال پر ایمان لاکر قدرتون مین چون و چرا کرنیکا عادی ہو جاتا ہے۔ سویم اس قسم کی باتون پر یقین لانے سے وہ شخص ضرور بالآخر کافر ہو جاتا ہے۔

علم نجوم اور سحر انکی تعلیم سے بھی بلاشک انسان بدعقیدہ ہوکر خدا کے احکام سے انکاری ہو جاتا ہے غیب کی باتین بتلانا اور اونپر یقین لانا انسان کی ایذا رسانی اس سے وقوع مین آتی ہے نیک راہ سے دور ہوتا جاتا ہے اور خصوصاً سحر کیلیے تو ناپاک رہنا اور غیر از نام خدا شیاطین کے نامونکا ورد شرط ہوتا ہے لہٰذا ان ہر دو مین ایمان کا ضرر ہے البتہ شاذ و نادر اگر کوئی بڑا عالم اور ماہر علم حقیقی جسکی عقل باطنی خوب صاف ہو اور اسکو علم عقائد پورا پورا حاصل ہو صرف برائے آزمائش ان علمون کے پڑھنے اور سیکھنے کا ارادہ کرے تو چندان حرج نہین ہوتا

کیونکہ اونکی عقل سالم کو ان علمونکی خاصیت بد کا اثر نہین ہونے پاتا اور بشرط خیالات فاسد وہ خود اپنے تئین جواب وافی بھی دیسکتے ہین۔

بہرطور اگرچہ تمام اقسام علم دنیوی سے عقل کو ترقی ہوتی ہے مگر خرابی یہہ ہے کہ اول تو ایک شخص کو ان سب علمونکا حاصل ہونا امر دشوار ہے کیونکہ اسکے لئے محنت تا تمہ عمر و از اوستاد دانا بہم پہونچنا اور انکا رجوع ہونا درکار ہے جو کہ اکثر ناممکن ہوتا ہے اور اگر بالفرض کسی نے بعد از محنت سخت اکثر علمون مین مہارت اور بعض بعض مین کامیابی حاصل بھی کی تو بجائے اسکے کہ وہ شخص پورا پورا غافل ہو جاوے خبطی ہو جاتا ہے کیونکہ اسقدر علمون کے حاصل کرنے اور تمام عمر سخت محنت کرنے سے اوس شخص کے دماغ مین فتور اور خلل آجاتا ہے جو کہ دنیا کی ظاہری برتاؤ ملاقات اور نشست و برخاست کے برخلاف ہوتا ہے دوم بڑا زبردست نقصان خصوصاً ان علمون کا خبکا تذکرہ مذہبی کے ساتھ اوپر تذکرہ ہوچکا ہے یہہ ہوتا ہے کہ انسان سے دین برادر شیطان بن جاتا ہے۔ لہذا دنیاوی علوم کی اعلے درجہ کی تعلیم سے کہ جسکا اثر اگر درحقیقت موافق نوشتہ بالا ہو تو اس علم سے تو جہالت ہی بدرجہا بہتر ہے۔ اور دنیا کی معمولی عقل کو ترقی دینے اور معاش کا حیلہ کرنیکے لئے علم انشا اور حساب و ہندسہ۔ خواہ وہ کسی زبان مین ہو اکثر لوگونکو سیکھنا کافی ہے۔ ہان البتہ اگر یہہ علوم اپنی زبان مین سیکھے جاوینگے تو کاروبار روزمرہ مین اپنے تئین مفید ہونگے اور اگر اعلے درجہ کا عہدہ دنیا اپنی قدر افزونی منظور ہے تو یہی علوم بادشاہ وقت کی زبان سیکھنے مفید ہونگے اور سوا انکے اور دیگر علوم جغرافیہ و تواریخ وغیرہ جیسا کہ آجکل انکا سکہلانا لازمی سمجھا جاتا ہے عوام کے لئے محض ناکام اور فضول ہے۔

بیان ہنر کا

دوسری قسم علم دنیاوی کو جسمین لکھنے اور پڑھنے کی چندان ضرورت نہین ہوتی مگر عقل ظاہری کے ترقی دینے اور حیلہ معاش کے لئے خاصکر زیادہ کارآمد ہے ہنر کے نام سے مشہور کرنا مناسب ہے اسکی تین قسمین ہین اول مدنیہ۔ دوم کسب سوم فن۔

مدنیہ اور [illegible]

آپ بھی اوسپر قایم ہو اور وہ کام اس قسم کا ہو جو کہ اکثرون کے لئے مفید ہو اور جسپر معاش اوسپر منحصر ہو اور اسی سبب سے وہ اوسکی ذات بھی گردانی جاوے مثلاً معمار۔ لوہار۔ بڑھئی۔ سنار۔ حجام۔ دہوبی۔ سفید باف بھنگی وغیرہ وغیرہ پس ان مین سے جو کہ خاص خدمتی اور تابعدار پیشہ ہین تو وہ ... وہین اوس حقیقی پیشہ ور کہلاتے ہین

کسب۔ اوس کار کو کہتے ہین جو کسی خاص قسم کے انسان پر منحصر نہو وذات ہونا بھی اوسکا شمار نہ کیا جاوے بلکہ ضرورتاً ایک خاص مدت کیلئے اوسکا کرنا مناسب سمجھا جاوے اور اوسکی ابتدا بھی ہو اور انتہا بھی اوسکا ختم ہو مثلاً سوداگری۔ دوکانداری۔ نوکری۔ مزدوری۔ کشتکاری وغیرہ۔

فن۔ اسکو کہتے ہین جو کہ ہر ایک کیلئے کارآمد و ضروری نہو لیکن بغیر اسکے جاننے کے سیکہا چندان حسن نہو اور خاص خاص اوقات پر مفید مطلب نکلے مثلاً سپاہ گری۔ بنوٹ۔ پٹہ۔ تیر اندازی وبرچھہ بازی۔ سواری۔ بندوق چلانی۔ کشتی کرنا۔ تیرنا۔ شمشیر بازی۔ بازیگری۔ [illegible] وغیرہ اسمین داخل ہین چنانچہ ان ہر سہ اقسام معلومات مذکورہ بالا کے لئے جنپر [illegible] زیادہ تر علم اور اکثر لوگونکا حیلہ معاش منحصر ہے چندان عقل کا روشن ہونا ضروریات سے نہین مگر تاہم مذاق قاعدہ کلی جسقدر عقل زیادہ ہوگی اسیقدر انسان اپنی اس معلومات مین زیادہ ترقی پیدا کریگا ان مین چند کا تو ایسے ہین کہ احمق بیوقوف بھی انجام دیسکتا اور ترقی کرسکتا ہے کیونکہ اس مین بڑی چالاکی و یا گفتگو کی مہارت درکار نہین البتہ اوسکے لئے اوسکام کی مشق کرنا اور استادی راستہ معلوم کرنا اور عقل کا کم از کم درمیانی درجہ کا ہونا ضرور ہے۔

بیان صحبت اور نصیحت زبانی وکتابی کا

صحبت اور نصیحت زبانی کا اثر بھی طبیعت انسانی پر بخوبی ہوتا ہے مگر اسکے لئے پیدائشی عقل اور طبیعت کا صحبت اور نصیحت پذیر ہونا بھی ضرور ہے اگرچہ دونون کیفیتین موجود ہون تو عقلمین جلد اور تیز روشنی پیدا ہو جائیگی اور اگر صرف کیفیت اول ہی موجود ہے اور ثانی مفقود تو اثر کچھ عرصہ کے بعد ہوگا یعنی کیفیت ثانی پیدا ہونے مین کچھ وقت خرچ ہوکر بعد کو تاثیر شروع ہوویگی۔ اور علاوہ ازین روشنی کا کم و زیادہ ہونا ہر دو کیفیتہائے مذکورہ بالا کی طاقت پر منحصر ہے یعنی جس شخص مین کہ یہہ کیفیتین کمزور ہین تو اسمین آدمی کی عقل

مین روشنی کم آنیگی غرضکہ انسان جس علم و ہنر والے کی صحبت مین رہیگا اور نصیحت حاصل کریگا تو اُسی قسم کی معلومات مین عقل کو روشنی ہوویگی اور بالسوا اسکے جسقدر زیادہ عرصہ تک اور زیادہ جاننے والے کی صحبت اور نصیحت حاصل کریگا اوسیقدر اثر بھی عمدہ اور پایدار ہوگا اور برخلاف اسکے کم اور چندروزہ۔ اور نادر لے اسکے برابر اور مختلف ملنے ہنر نصیحت لینا زیادہ تر مفید ہے۔

نصیحت آمیز کتابون کے پڑہنے اور سننے سے بھی کچھ نہ کچھ طبیعت پر اثر ضرور ہوتا ہے بلکہ بعض بعض کو تو نہایت ہی عمدہ تاثیر ہوتی ہے بھر طور کسیطور پر ہو مگر دل کا رجوع ہونا اور اُسپر خیال کا جمانا شرط ہے ورنہ بغیر اسکے لاحاصل اور فضول ہے۔

بیان تجربہ اور مشق دنیاوی کا

تجربہ بھی ایک نہایت ہی عمدہ راستہ عقل مین ترقی پیدا کرنیکا ہے بلکہ اسطریقہ سے ترقی ہونا یقینی ہے یعنی انسان بچشم خود دیکھکر اور بدست خود کرکے معلومات حاصل کرتا ہے اور کل علمونکا اچھی طرح سمجھنا اونکا قایم رہنا اور اونسے فائدہ حاصل کرنا تجربہ پر ہی منحصر ہے علاوہ ازین تمام دنیاوی کاروبار اونکا نیک و بد معلوم ہونا اور اونسے نفع و نقصان کا جان لینا اسی تجربہ سے حاصل ہوتا ہے مگر اسکے لئے بھی خیال کرنا اور ہر ایک امر کو غور کرکے ذہن نشین کرنا اور یاد رکھنا ضروریات سے ہے ورنہ بغیر اسکے عمر کو ضائع کرنا ہے کوئی علم بھی اصل مین بذاتہ عقل بڑہانیوالا نہین ہے جبتک کہ اوسمین تجربہ حاصل نکیا جاوے یعنی اوسپر عمل دیا اوسمین بحث غور اور آزمائش کا عمل نکیا جاوے۔ اسیواسطے بہت سے لوگ کسی علم و کسب مین باوجود پوری عمر گذارنیکے بھی ناواقف رہجاتے ہین۔

مشق۔ اسکی زیادہ تر خصوصیت پیشون اور فنون سے تعلق رکھتی ہے کہ جنمین اکثر دستکاریان شامل ہین پس جسقدر انسان اپنے کام مین مشاق ہوگا ویسے ہی اوسکے کام مین صفائی اور عمدگی ہوگی اور معلومات مین زیادہ دخل بھی ہوگا۔ اور جیسے جیسے غور اور ویسے کام انجام دیگا اسیطرح سے اوسکام کی باریکیان معلوم کرکے ایجاد بھی کریگا جو کہ اسکے لئے مفید مطلب ہونگی چنانچہ غور و محنت سے مشق کرنیوالا اپنے ہنر مین بہت

جلد ملکہ حاصل کرکے عاقل کہلاتا اور نام پاتا ہے۔ اور بے دل وکم حوصلہ باوجود لندنے ایک عمر کے بھی ہنوز
پیر نابالغ رہجاتا ہے ✽

بیان تنزلی گرفتن عقل ظاہری

ان مفصلہ ذیل عادات و افعال سے ترقی اور روشنی یافتہ عقل بھی کم ہوجاتی ہے اور جسکی شروع ہی سے کم ہو اور
ان افعال کے مرتکب ہون تو اونکی تو قریب قریب سلب ہی ہوجاتی ہے۔ **بیکار اور فضول رہنا۔ استعمال
نشہ۔ صحبت بد۔ پُرشہوت ہونا۔ سخت محنت۔ تفکرات۔ امراض جسمی۔**

بیان بیکار و فضول رہنے کا ۔ یہ بات بابہ ثبوت کو پہونچ گئی ہے کہ انسان کا فضول رہنا عقل کو ضرر محیط
کرتا ہے کیونکہ بے شغل رہنے سے نفسانی خواہشات کے خیال سے عقل پر پردہ ڈالکر خواہ نخواہ افعال ناز یبا و خلاف
عقل کا مرتکب کردیتے ہین چنانچہ جبکہ انسان بیکار ہو تو فکر اور خیال دنیا اور بھی کسی امور دینی و دنیوی کا نہو
اور یہہ ویسے ہی بیکار اور فضول اوقات ضائع کرتا رہا ہو و لعب مین پڑا رہے یعنی بلا تفریق موقع و وقت
و بغیر تمیز جائز و ناجائز جس شئے کی نفس نے خواہش کی وہی اوسکے حوالے کی۔ نہ خدا کا خوف نہ حاکم کا ڈر۔ نہ کسی
خویش و اقارب کی شرم۔ نہ مذہب کا پابند اور نہ رسوم دنیا کا تابعدار جو جی مین آیا وہ کیا اور جو مین آیا وہ مانا
تو ایسی حالتون مین خواہ نخواہ بہ موجود عقل خبط ہوجاتی ہے۔ پس یہہ عادت اکثر امرا مین دیکھی جاتی ہے
جو کہ اونکو شاذ و نادر ہی اسحالت مین انتہا تک پہونچاتی ہے۔ کیونکہ یہ افعال تو چند ہی روز مین اونکی حالت کو
بدلکر آنکھین کھولدیتے ہین یعنی جبکہ بسبب بے پرواہی و لا اعتنائی ملک دوسرون نے دبالیا۔ علاقہ و جاگیر دستخوا
نے لے لیا۔ اور ہمنشین چلدئے۔ خویش و اقارب اور دوستون نے بھی آنکھ چرانی شروع کی تو اب انکو ہوش آیا۔ مگر
لاحاصل۔ پس جبکہ کسیکی حالت یکدم سے اسطرح تبدیل ہوجاتی ہے تو اونکو یا تو جنون ہوجاتا ہے یا خودکشی کر
بیٹھتے ہین۔ یا بہجوم رنج کے سبب کسی مہلک عارضہ مین مبتلا ہوجاتے ہین۔ یا بالآخر کسی بہیس مین پردیس
نکل جاتے ہین اور نگاہی یہی حالت عوام مین بھی بعض منکرون محنت اور نوکری سے جی چرانے والون اور رند مشرب
فقیرونکی بھی ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اس قسم کے لوگ بھی شروع مین تو باعث عدم توجہی حلال اور پابزرگان اور بعد کو

بہ سبب بےعلمی۔ بدصحبتی۔ ولاوارثی پس و پیش کا خیال نہ کرکے محض تابع نفس۔ لاابالی و بیفکر بنجاتے ہین جسکے سبب
کہ اونکی عمر اکثر خراب و خستہ حالتمین گذرتی ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ ہر حالت مین اپنے ذمہ کچھ نہ کچھ شغل رکھے۔ دین و
دنیا کی کمائی اور اسکی ترقی کی فکر رکھنا ہے اسقدر ہو جس سے فرصت کا ملنا دشوار ہو۔ اپنی تنہائی و الدین سے
نان نفقہ دیے اور بزرگونکی اندوختہ مال و پس ماندہ ملک و جاگیر پر بھروسہ کرکے بیکار ہو بیٹھے۔ چنانچہ سب سے اول اپنے
فرائض کا ادا کرنا ہے اور اوسکے بعد ضرور ہے کہ آدمی اپنے خورش معاش ہونیکی تدبیر کرے اور اگر اسسے بےفکری ہو تو موجودہ
کو قایم رکھنے و یا ترقی دینیکے علاوہ کسی علم و فضل۔ فن و ہنر مین مہارت حاصل کرے۔ غرضکہ حتی الامکان اپنے وقتونکو
ضائع ہونے نہ دے۔ بے شغل ہرگز ہرگز نہ بیٹھے۔ بدولت معاد و معاش ہر دو جاری رکھے۔ اے حضرت بلا تخم ریزی
کیے پیداوار کی امید رکھنا۔ بغیر از عمل نیک ثواب چاہنا۔ بجز تدبیر محنت و ریاضت آسائش طلب کرنا
و یا باوجود تندرستی و دست و پا سالم ہونیکے دوسرونکا سہارا تکنا و بھیک مانگنا۔ فضول لغو کھیل و تماشون مین
اوقات رائیگان کھونا خلاف از حکم خدا و عقل ہے۔ زندگی چند روزہ ہے یہہ خیال کبھی نہ کرے کہ جوانی گذرنیکے بعد عبادت
و بعمر ضعیفی گوشہ عافیت اختیار کرونگا۔ و یا فلان کام و انتظام دنیوی بعد کو کرونگا۔ ہرگز نہین چاہیے مصرع
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہین ٭ چونکہ امرا کہ جنکو نان نفقہ سے بیفکری ہوتی ہے اپنے تئین بیکار تصور کرکے عیش و
عشرت خواب غفلت مین ڈالکر نتیجہ مذکورہ بالا کو پہونچ جاتے ہین مگر یہہ اونکی غلط فہمی ہے اونکو تو بہت کچھ کرنا ہے بلکہ
امیرونکو تو بہ نسبت غریبون کے اور زیادہ فکر و تردد ہونا چاہیے پس اسکے لیے بہتر ترتیب یہہ ہے کہ انسان اول اپنے تئین
اوقات کا پابند کرے یعنی اپنے ہر ایک کام کے لیے علحدہ علحدہ گھنٹہ و وقت مقرر کر لیوے مثلاً کھانے اور سونیکے
وقت مقررہ کے علاوہ کچھ وقت تو اپنے خالق و مالک کے حمد و ثنا کیلیے مقرر ہونا چاہیے۔ اور یہہ وقت بہر طور امیر کے
لیے بہ نسبت غریب کے زیادہ ہونا ضرور ہے کیونکہ انکو نعمتین بھی زیادہ دی گئی ہین۔ اور دوم حسب ضرورت و طاقت
ایک بڑا حصہ وقت نگرانی ملک و مال۔ انتظام املاک و جاگیر و اونکی پیشہ و کسب مین صرف کرنا چاہیے تاکہ معاش
سے بیفکری ہو۔ فرائض منصبی ادا ہون۔ اور تمام کام خوش اسلوبی سے چلین۔ بعدہ کچھ وقت کتب و اخبار بینی مین
خرچ کرکے امور خانگی اور تربیت و تعلیم اولاد کی جانب حسب موقع توجہہ کرنا چاہیے۔ از ان بعد تفریح طبع و نیز جسمانی
صحت قایم رکھنے کیلیے کچھ وقت ملاقات۔ ورزش۔ شکار چہل قدمی۔ ہوا خوری و دیگر مناسب و باقاعدہ کھیل

سیر و تماشہ کیلئے مقرر ہونا ضرور یا سی ہے - پس جب کوئی شخص ان سب ضروری کامون کو اونکے وقت پر ادا کر چکا تو غالباً پھر اوسکو کوئی وقت بھی بیہودہ گوئی - بدکاری - اور فضول اوقات ضایع کرنیکے لئے نہ ملیگا - اور اگر کیا جاتا ہی تو نہ روانے واجب الادا کامون انکا حرج کرکے کیا جاوے اسکا نتیجہ نہایت ہی مضر ہو - غرضکہ دنیا مین ظاہرا کوئی بھی فضول اور بیکار پیدا نہین ہوا ہے اگر ایک سیر و تفریح کیلئے کچھہ تھوڑا وقت ہے تو زیادہ سبب اوسکے اور بھی تردوات موجود ہین اور ہر روز کے ہر دم اگر کسی شخص کو فضیلت مین آپ اپنے ضروری اور واجب الادا کامونکو پورے طور پر ادا کرنیکے بعد کچھہ فالتو وقت ملتا ہے تو اس حالت مین بہتر ہے کہ وہ سونت کو یاد الٰہی کرنے وعظ و نصیحت سننے و یا تصنیفات کرنے مین صرف کیا جاوے اور یہ کہ کسی خاص علم کیجانب توجہ کرین یا کسی فن دستکاری مین دسترس پہونچائین - کوئی شے ایجاد کرنیکے واسطے غور فرمادین عقل کو اسمفید خاص و عام کوئی کل - سامان اور اسباب وغیرہ بنادین کہ اسطرح عقل کو ترقی ہو ورنہ خالی بیٹھے رہنا اور بیہودہ گوئی مختلف لہو و لعب اور بازیون مین اوقات ضائع کرنیسے علاوہ روز بروز تیزی عقل کے انسان کی صحت جسمانی مین بھی فرق آجاتا ہے -

بیان استعمال نشہ کا

اسپر تو سبکا اتفاق ہی کہ اشیاء مسکرات یعنی - افیون - شراب - بھنگ - چرس - گانجا - پوست کے استعمال سے کہ جنکو بعض مغالطا اور عاقل دنیاوی بھی ہجوم تفکرات کو توڑنے اور طبیعت کو بشاشت و تسکین قایم کرنے کیلئے کم مقدار مقررہ مین استعمال کرتے ہین - عقل مین فتور آجاتا ہے - چنانچہ مسکرات جو کہ درحقیقت ادویات مین سے ہین ہر ایک اپنی موقع پر مرضون کیلئے مفید ہی لیکن دیکھنے مین آتا ہے کہ اکثر لوگ بلا ضرورت یا بغیر از علاج مرض کچھہ مدت تک انکو استعمال کرکے انکی عادی ہو کر نشئی ہو جاتے ہین جنکی کہ تمام حالت معہ نتیجہ کے یہہ ہوتی ہے اول تو ایک تھوڑے عرصہ کے بعد اوس خاص شے سے بجائے فائدہ کے جو کہ اونکو شروع مین ہوتا تھا صریح نقصان معلوم ہونے لگتا ہے - دویم نشہ کی خوراک بڑہجاتی ہے جو کہ اسکا خواہی نخواہی خاصہ ہے - سویم اگر اوسکو جاری رکھا جاوے تو جان ہلاک ہوتی جاتی ہے - اور آدمی سے بت ہوجاتے ہین اور اگر ترک کرنیکا ارادہ کیا جاوے تو کوئی مرض خاص پیدا ہوکر جان پر صدمہ پہونچنے کا خطرہ ہے - چہارم باعث خرچ ہوجانے تمام کمال اندوختہ وغیرہ

کاہلی اور کمزوری وہ شخص شفقت اور نوکری کے قابل نہین رہتا جس سے کہ بالآخر فاقہ کشی ۔ چوری اور بھیک مانگنے کی نوبت پہنچ جاتی ہی بعدہٗ رفتہ رفتہ اعضاء رئیسہ مین فرق آنکر رہی سہی طاقت زائل ہو کر انسان ناکارہ ہو جاتا ہی ۔ علاوہ ازین جسقدر اوصاف انسانی ہوتے ہین مثلاً عقل ۔ خوبصورتی ۔ صحت ۔ حوصلہ ۔ وغیرہ وغیرہ وہ نشے کے پیے بعد دیگرے سب ہرن ہو جاتے ہین سوا ایک حلم کے گویا ایسہ تو اون مین کوٹ کوٹ کر بہرا ہی ۔ اور عاجزی تو اسقدر بڑہ جاتی ہی کہ سر اٹھا کر بھی آسمان تک کو نہ دیکھین ۔

بیان افیون کا

افیون جو کہ ام المسکرات ہی اور فی الواقع مخصوص امراض و وبا مین بھی ہم بیسیون مرضون کے لئے اکسیر اعظم کا حکم رکھتی ہی مگر بد آدمی اسکو صرف بطور نشہ مختلف طریقون سے استعمال کرکے اسپر جان قربان کیے مجنون بنے بیٹھے ہین ۔ وہ ایسی حالت مین گویا کہ سیکڑون امراض تو اونکے سامنے دست بستہ حاضر رہتے ہین اور کمزوری تو اونپر عاشق زار ہی ہی ۔ اور ایک بڑا نقص اسمین یہہ ہی کہ جن امراض مین افیون دیگر اشخاص کے لئے اکسیر سمجھی جاتی ہی تو اون مین حضرت افیونی کو خاک فائدہ نہین ہوتا ۔ غرض کہ ان مختلف طریقون سے گولی ۔ گھولیا ۔ چانڈو ۔ مدک ۔ جو اسکا استعمال کیا جاتا ہی اسکے تین سبب ہین اول تو افیونی کی صحبت مین بیٹھنے سے یہہ روگ پیچھے لگ جاتا ہی ۔ دوئم کسی مرض کے لئے مثلاً ۔ پرانی گھٹیہ ۔ زکام ۔ کھانسی ۔ اسہال ۔ ڈبکا ۔ وغیرہ وغیرہ مین جبکہ کسی دوا سے فائدہ نہین ہوتا تو حکیم اسکو شروع کرا دیتے ہین ۔ سوئم بعض شوقین سہاگ کیلئے گاہی گاہے استعمال کر لیا کرتے ہین ۔ بہرطور کوئی صورت ہو افیون کا قاعدہ یہہ ہے کہ جس نے اسکے ساتھ تھوڑے دنون بھی محبت کی تو یہہ اوسکے گلے کا ہار ہو جاتی ہے اسواسطے انسان کو لازم ہے کہ حتی المقدور اس سے دور رہے اور اگر کسی خاص مرض کے باعث دو چار روز اسکا استعمال بھی کیا جاوی تو آرام ہونے پر فوراً ترک کر دیوے ۔ اور بعد کو پہر نہایت سخت ضرورت پر ایک دو خوراک کہا لیوے اور مداومت کرنے سے تو بچا رہے اوس خاص فائدے کے چند روگ پیچھے لگ جاتے ہین ہان البتہ بعض ضعیف عمر والون کو جو کہ بسبب چند امراض

مرض مجسم ہی ہو جاتا ہے کم مقدار مین مداومت کے ساتھ فائدہ کرتی ہے لیکن جوانونکو اسکا استعمال نہایت ہی مضر ہے۔

بیان شرابخوری کا

فی زمانا جیسا کہ شراب کا استعمال جاری ہوا ہے اسکا بیان کرنا محال ہے۔ قریب قریب کل ملت و مذہب کے لوگ تھوڑے بہت پیتے چلے جاتے ہین

اسباب - اول شرابیونکی صحبت مین رہنے سے بقول **اَلصُّحْبَتُہٗ مُؤَثِّرَۃٌ** یہ علت پیچھے لگجاتی ہے۔ دویم بادشاہ کے حضور زانی اسکو زیادہ استعمال کرتے ہین ہیوے عیاشی کے ساتھ تو اس فعل کا ہونا لازم ہے دوم خیال سا باب ہے۔ سویم کسی خاص مرض کے باعث علاجاً استعمال کرنیسے بھی یہ پیچھے لگجاتی ہے۔ مگر افیون کے مانند یہہ گلے کا ہار نہیں ہوتی کہ چھوڑ جاسکے یعنی آرام کی نیت سے پینا شروع ہوتا ہے کہ جب اسکو ایک دفعہ کسی ضروری سبب چھوڑ دی تو اسکے سرور اور ترنگ کو یاد کرکے انسان پھر پینے کی خواہش کرتا ہے۔ اور ظاہری اسباب مثلاً سیر و باغ و بارش کا ہونا اور ناچ رنگ کا ہونا اور دوستونکا مجمع ہو اگر اور غیرہ کے مہیا ہونے پر ذرا بھی جنبش ہوتا ہے۔ پھر اس طرح دو چار مرتبہ اتفاق ہو جانے سے پکے شرابی ہو گئے اگرچہ پہلے لوگوں کی شرم سے کچھ پوشیدہ طور پر مین گزیدہ جبکہ ایک دو مرتبہ کسی باعث سے ظاہر ہوئے تو پھر رہا خوف دور ہو گیا کم مقدار مین اسکا استعمال جو کہ مفید سمجھا گیا ہے اول تو یہ کار نہیں کیونکہ اسمین یہہ ایک خاص کیفیت ہے کہ جب اسکو شروع کیا جاوے تو کسی سے ایک گھونٹ پیا تو پھر روز بروز اسکی خواہش بڑھتی جاویگی اور حتی الامکان انسان پیتا جاویگا یہانتک کہ ہوش و حواس سے باہر ہو کر گر جاوے۔ تو اب سب حالات کی ظاہر خرابیان تو سب پر روشن ہین کہ زر خرچ کیا اور قے ہوتی ہے۔ راستہ پر اور نالیون مین گرتے پھرتے ہین چوٹ لگتی ہے کپڑے بھی پھٹتے ہین عقل بدارد ہوش پران۔ کلام کی تمیز نہین بےادب ہو گئے۔ مونہہ سے ایسی بدبو آتی ہے کہ دوسرا شخص پاس بیٹھنے سے نفرت کرتا ہے اور جو ذرا سمجھدار اور مہذب ہوئے تو راز پوشیدہ کرنیکو داڑھی یہہ ترکیب نکالی کہ گلاس پیا اور مونہہ لپیٹ کر سو رہے پھر دھیان نامردون یعنی ہاضمہ بگڑنے اور جسم مین قوت آنیکے واسطے کرکہ یہہ شروع کیجاتی ہے تو انکا یہہ حال ہے کہ شرابی

کا بجائے اسکے کہ بھوک بڑہے اور کہانا ہضم ہو وہ اگلا بھی معدہ سے نکل جاتا ہے اور طاقت کی کیفیت ہے کہ اوس
حالت مین خود بدولت کو چلنا دشوار ہے - لوگ آپکو پارسل بنا بنا کے پہونچاتے ہین - اور اندرونی صحت کیلئے بھی اسکا
استعمال نہایت سخت مضر ہے یعنی شرابی کے رفتہ رفتہ کل اعضاے رئیسہ کے افعال خراب ہوجاتے ہین - خصوصاً
باعث ضعف جگر کے سوء ہضمی قبضیت اور بواسیر کا مدامی ہوجانا تو اسکا ادنٰی اثر ہے صرف اتنا فرق ہے کہ زیادہ پینے والے
کو جلد اور کم و مقررہ مقدار مین پینے والیکو دیر سے نقصان پہونچتا ہے جسکو کہ وہ عام موسمی بیماری یا اگر طبیعت کی
علالت پر مبنی کر لیتا ہے یہہ ہرگز وہ تحقیق یقین نہین کرتا کہ اسکا باعث شراب ہی ہے بلکہ شرابی ایسی حالت مین مرض کی
تکلیف کا اثر کم کرنیکے واسطے کچھ اور زیادہ مقدار بڑہا دیتے ہین اور بد نتائج کا ثمرہ اوٹھاتے ہین - اور فرض کرو کہ اگر کسی نے
شراب اسقدر پی کہ وہ معدہ سے کبھی نہ نکلی اور ہوش بھی باختہ نہوئے تو فرمایئے کہ شراب کے ذریعہ سے کہانا ہضم ہونے
کی کونسی ظاہر دلیل ہے میرے نزدیک تو بلکہ اس سے بالکل کہانا ہضم نہین ہونا چاہیے کیونکہ قاعدہ یہہ ہے
کہ اکثر اشیا خصوصاً حیوانی چیزونکو تو شراب مین اس نیت سے رکھا کرتے ہین کہ وہ اوسمین محفوظ رہین گلنے
سڑنے نہ پاوین - چنانچہ مثلاً ایک پارچہ گوشت کو شراب مین رکھئے اور چاہے جسقدر مدت کے بعد نکالکر دیکھیے تو
جون کا تون رہیگا - پس اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شراب ضرور غذا کو ہضم ہونے سے روکتی ہے برخلاف عام خیال کے
البتہ نہایت ہی کم و مقررہ مقدار مین اور گاہے گاہے پینے والیکا ہاضمہ زیادہ ہوجانا قرین قیاس ہوسکتا ہے (مگر
شراب کا اس احتیاط سے پی سکنا ناممکن ہے) وہ یہہ ہے کہ اول تو اسکے باعث سے معدہ مین دوران خون زیادہ ہوگا -
اسلئے ہضم کرنیکا تیزاب بھی زیادہ پیدا ہو کر غذا کو جلد تحلیل کر دیگا - دوئم تھوڑے ہی عرصہ مین وہ خود شراب نمکین
غذا سے نمک اپنے مین جذب کرکے سرکہ مین تبدیل ہوجاتی ہے اور غذا کے ہضم ہونے مین مدد پہونچاتی ہے - پس اس سے
معلوم ہوا کہ سرکہ اور رائی کا مقدار مناسب مین ملا کر کہانا و یا دیگر اچار او چٹنیان جنمین کہ اکثر ملطف ریح او مقوی اجزا شامل
ہون ہاضمہ کیلئے نہایت مفید ہین اور بلکہ شراب سے بدرجہا بہتر شے ہاتھ لگی یعنی ہم دوا و ہم غذا مگر یاد رہے کہ انکو بھی کم مقدار
مین اور گاہے گاہے استعمال کرنا ہوگا ورنہ عادت کرنیکی حالت مین تو ان سے بھی نقصان ذیل پیدا ہوجانیکا خوف ہے
جیسا کہ شراب سے وہ ہوتا ہے اول تو انسان اسکا عادی ہوجاتا ہے یعنی بغیر سرکہ چٹنی کسی کہانا مین مزہ نہ آئیگا دوئم
بعد اوسکے چندے معدہ خود بغیر اسکے کہانا ہضم کرنے مین پوری مدد نہ کرسکیگا اور اسی واسطے گرانی شکم او نفخ ہمیشہ ہوتا رہیگا

اور سوئم اسکا برابر استعمال کرنیسے دل اور معدہ مین گرمی رہتی ہے پیاس زیادہ لگتی ہے اور مرض جریان پیدا ہوجاتا ہے چنانچہ ان ہر دو اشیا سرکہ و سیندا کا مقابلہ کرنیسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو شراب کا کچھ حصہ یا اگر نہایت ہی کم مقدار پی گئی ہے تو وہ کل معدہ مین جاکر سرکہ مین تبدیل ہوجاتی ہے پس جس وقت کہ صرف بدہضمی کی شکایت ہو دیا پرانے بخار اور تلی کے بڑھجانے اور دیگر اسی قسم کے امراض اور کمزوری وغیرہ کی جسکی نا مساعدہ فعل نادرست ہونے کے سبب خیال کرکے حکیم شراب کا استعمال کرادین تو ایسے موقع پر ہونیوالے فائدہ سرکہ کے استعمال سے بھی ہو سکتا ہے مگر احتیاط کے ساتھہ کام لینا چاہیے اور کم مقدار مین یعنی ہفتہ مین تین چار مرتبہ زیادہ نہین استعمال نہ کرین اور یہ جو کہ بعض حکما مریض کو نہایت ہی کمزوری کی حالت مین شراب کا زیادتی دوران خون اور حرارت میں بڑھانیکے لئے مفید سمجھتے ہین تو اسکا بدل مشک اور یاقوت سے بخوبی ہوسکتا ہے عقل بہر صورت نزدیک انسان کی بنا نہین ایسی حالت ہوتی ہوگی کہ جسمین بغیر از شراب پلائے اسکا کام ہی نہ چلے۔ دیا یہہ کہا جاوے کہ فقط شراب ہی ایک ایسی شی ہے جو کہ ایک خاص وقت مین زندگی کا باعث ہو نہین نہین ہے بلکہ نہی ٹھیک فائدہ دیگر ادویات سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور اگر کسی خاص حالت مرض مین کوئی حکیم حاذق شراب کا دینا بہت ہی ضروریات سے سمجھے اور ہر ایک قسم کی دوا کا استعمال کرنیکے بعد زیست کا گمان صرف اسکے ہی پلانے پر منحصر رکھے تو خیر ایسی حالت کچھ مضائقہ نہین مگر بعد از حصول صحت پہر فوراً ہی ترک کر دیوی۔

بیان دیگر نشہ آور چیزونکا

بہنگ۔ چرس۔ گانجا اور پوست وغیرہ کے لئے کوئی ایسا خاص بڑا بیان نہین ہی مگر تاہم یاد رہے کہ یہہ نشئی چیزین بھی موافق قاعدہ کلیہ انکی استعمال کنندگان کی صحبت مین بیٹھنے ویا کسی خاص مرض و تکلیف کے باعث پیچھے لگ جاتی ہین جنکو ہر ایک شخص انکی صریح نقصانات کا خیال کرکے ترک کر سکتا ہے ورنہ نشئی کی توجیہ ہی روز کے بعد جو کچھ کہ حالت ہوجاتی ہے وہ سب پر روشن ہے۔

بہنگ مین علاوہ اوسکے نشہ آور ہونیکے سرد ہونیکا ایک ایسا عیب ہے کہ اولاد مردکو تو ہرگز اسکا استعمال نہ چاہئے۔ عوام کا قول ہے اور اسی بنا پر گویا کہ اسکا استعمال مقرر ہوا ہے اور خصوصاً بعض ملکون مین

تو ہر کس و ناکس اسکو پیتا ہے کہ بہنگ بھوک کو بڑھاتی ہے سرور لاتی ہے اور نیز سرد بھی ہے اسلئے موسم گرما میں اسکو اور زیادہ استعمال کرتے ہیں اور مادہ رطوبت اسکے ایک یہ میں یہ بھی صفت بیان کرتے ہیں کہ جسم پر فربہی لاتی ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ اسکے شروع کے چند روزہ او فوائد جو کہ قریب قریب سب نشئی چیزوں میں ہوتے ہیں خیال کرکے لوگ صحیح پر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور اسکے عیوب اور بد نتائج کو بھی کوئی تھوڑی سی بھی یاد نہیں کرتا اور نہ کوئی تجربہ کار ہی انکے عیبوں کو بیان کرکے دوسروں کو نفرت دلاتا ہے۔ بلکہ دیکھنے میں آتا ہے کہ آزمودہ کار دیگر دوسروں کو بھی اپنا سا بنانا چاہتے ہیں چنانچہ علاوہ اون دیگر تمام نقصانوں کے اس میں ایک بڑا بہت ہی بڑا نقص ہے اور اسکو بھی لوگ کو ظاہر نہیں کرتا کہ لوگ نفرت کرنے لگیں یعنی انسان نامرد ہو جاتا ہے اور اسیواسطے بڑے بڑے مہنت و پجاری اور بعض بعض فقیر اسکو استعمال کرتے ہیں تاکہ اسکے سبب نفس بھی کچلیں اور ایک موٹی سی حماس کرکے تفکرات دنیاوی سے بھی دور رہیں اور ریاضت پوری طرح ادا ہو۔

چرس و گانجا ۔ اسکے پینے سے بھی سوا مذکورہ نقصانات کے پینے والے کا دل اور پھیپھڑا خراب ہو جاتا ہے جس سے کہ دق کھانسی۔ دمہ اور دق کی بیماری میں مبتلا ہو کر حد درجہ کا نقصان اٹھاتا اور بڈھا ہو جاتا ہے۔ دوسرے ہے ایسی نافہمی ہے کہ انسان ذرا ذرا سے فوائد کیلئے اپنی جان اور دنیا و مال کو کھو بیٹھے

پوست ۔ یہہ بالکل افیون کے موافق ہے مگر نقصان پہونچانے میں ذرا اوس سے کم ہے۔

بہر طور اسی نشئی مذکورہ بالا کا استعمال بطور نشہ نہایت بد لائق ہے کیونکہ ان سب کے علاوہ نشے کی عقل صحت بالکل جاتی رہتی ہے آج تک کسی نے کہا ہی ہو گویا کہ ہر وقت انکے سامنے رہتے ہیں نہ جانے کیا ہی ہے خصوصاً افیون اور افیونی تو اکثر اوقات زیادتی کی حالت میں تو سب کچھ ہی انکا شاہی ہو جاتے ہیں۔ چونکہ دیگر ظاہری اور موسمی امراض ہیں یہہ لوگ ذرا کم مبتلا ہوتے ہیں اسلئے نہایت فخر یہ کہا کرتے ہیں کہ نشئی کبھی بیمار نہیں ہوتے حالانکہ اپنی حالتیں وہ خود مجموعہ امراض یا مرض مجسم ہوتے ہیں۔ ہاں البتہ اونسی باتیں جا ہی جسقدر کرا لیجئے مگر اکثر بے ہودہ اور عقل کے خلاف۔ اور عورت سے تو گویا علاقہ ہی نہیں رکھتے۔ تنہائی اور اونگھنا انکو بہت پسند ہے اور اگر کہیں دو چار مل گئے تو اپنی مجلسوں میں انکا مذاق ہوتا ہے علاوہ ازین کل نشئی قبل از وقت نامرد ضرور ہو جاتے ہیں ہاں اکثر ایسے کہ جنکا نشہ البتہ تیز اور مردانہ مشہور ہے اسلئے اسکا استعمال بھی عام ہو گیا ہے یہانتک کہ بڑے بڑے عقلا ظاہری بھی اسپر مفتون نظر آتے ہیں۔ خصوصاً

سستی ہونیکے سبب سے زیادہ تر مارے ہوئے اور حریص لوگ اسپر مبتلا ہو گئے ہین - اور در اصل شروع شروع
مین جبتک کہ اسکا اثر اعضاء اندرونی پر نہین ہوتا اور کم استعمال ہی کیجاوے تو البتہ دوران خون مین
تحریک ہونیسے اس قسم کا فائدہ ہوتی ہے جیسا کہ کمزور اور تھکا ہوا ٹٹو چابک لگانیسے ذرا دو چار قدم تیز چلنے
لگتا ہے اور اگر کوئی صحیح اور سالم شخص حرصاً اسکا استعمال کرے تو اوسکی مثال یہہ ہے جیسا کہ فربہ تندرست
اور خوب چلنے والے گھوڑے کو صرف گوئے سبقت لیجانیکے واسطے بذریعہ چابک میدان مین مثیان دوڑاکر اوسکی طاقت
سے زیادہ کام لیا جاوے - مگر نتیجہ کیواسطے یاد رہے کہ ہمیشہ اسطرح سے تھکانا اور دوڑانیسے گھوڑے مر بھی جاتے ہین - اور نہ
زخمی اور لنگڑے ہوکر ناکارہ ہو جانا تو یقینی امر ہے اور علی ہذالقیاس اسیطرح دبلا اور کمزور گھوڑا بھی ازحد کام لینے سے دبلا اور جلد وقت
مرجاتا ہے - پس حاصل کلام یہہ ہے کہ یہہ ہر دو فریق کثرت جماع کے باعث یا تو آتشک و سوزاک کے امراض
مین مبتلا ہوکر زیادہ تر بیہودہ مین گرفتار ہوکر بالآخر بہت جلد نامرد ہو جاتے ہین - اب عمر بھر پچھتاتے ہین کچھہ فائدہ
نہین - رہی سہی گھر کی معمولی طاقت بھی ضائع کرتے ہین چنانچہ یہہ ذکر تو ان چند اشخاص کا تھا جنکو کہ شراب
موافق آجاتی ہے - بعض کو تو دیکھا گیا ہے کہ چند ہی روز استعمال کرنیسے وہ کسی نہ کسی ایسے مرض سخت
دل و دماغ جگر اور گردہ مین مبتلا ہو جاتے ہین کہ جسکا علاج مشکل اور ابھی ہر قسم کی طاقت مین بھی فرق آجاتا ہے -

بیان صحبت بد کا

یہہ تو قاعدہ ہی ہے کہ جب انسان بد عقل اور بدخصلت لوگونکی صحبت مین رہیگا تو اونکا اثر اسپر بھی خواہ نخواہ ہو ہی جاتا ہے
اور وہ لوگ جو جو افعال بد کرینگے گو پیشتر اسکو ناگوار ہی گذرین اور خواہ یہہ ایک مرتبہ اونکو کہتے یہ عمل بھی کریں
بلکہ اور نصیحت کرے مگر کہان تک رفتہ رفتہ وہ سب افعال اسکو بھی بھلے معلوم ہونے لگینگے چنانچہ اول تو بدلی
دیا اونکی خاطر اور اپنے نفس کی شامت سے اون اعمال کا مرتکب ہوگا مگر بعد کو خوب ہی عادی ہو جائیگا -
پس تب نیک و بد کی تمیز کہاں اور نتائج پر کون غور کرتا ہے اسیطرح بالآخر عقل ندارد ہوکر انسان اس مصرع کا مصداق
ہو جاتا ہے + ہرکہ در کان نمک رفت نمک شد +

پُرشہوت ہونا - واضح ہو کہ جب انسان عہد طفلگی کو قطع کرکے عالم شباب مین قدم رکھتا ہے تو اوسکے

افعال واقوال مین ایک نیا انداز مستانہ پن اور بے اعتنائی سی پیدا ہوکر خیالات ایک ہی جانب
رجوع ہوجاتے ہین یعنی وہ اپنا سنگار کرنے محبت آمیز اشعار پڑھنے اور سننے اور جفت مہیا ہونے
کی فکر مین مشغول ہوجاتا ہے۔ جس سے کہ رائے چند سے حسب جوش مادہ اوسکی قوت دراکی
وحاصلی پر پردہ آکر عقل مین تنزلی آجاتی ہے۔ مگر یہ حالت سبکی یکسان نہین بلکہ جنمین
پیدائشی مادہ کم ہوتی ہی اور اسکا ظہور اور ترقی بگڑنا خراب تربیت و تعلیم اور بد صحبت کے لیے خوف ہونے پر زیادہ منحصر ہے
ورنہ بخلاف اسکے بیشک کچھ نہ کچھ وہ جوش رکا رہتا ہی اور اوسکے خیالات بھی زیادہ فاسد نہین ہونے پاتے۔
یہہ ایک ایسا مادہ ہی کہ جسکے مقابلہ مین درحقیقت عقل قایم ہی نہین رہتی۔ اور بعض لوگونکا مادہ تو اسقدر جوش
اور ہیجان لاتا ہی کہ نیک تعلیم و صحبت و دباو و شرم اور خوف کے سب بند توڑکر انسان کو آزاد طبع کردیتا ہے
پھر اسکو نہ تو خوف خدا رہتا ہے اور نہ یہہ بزرگونکا دباو مانتا ہی اور نہ عوام کی حیا و شرم کرتا ہے مجنونانہ مرضی
کے موافق عمل کرنے لگتا ہی۔ چنانچہ جبتک اس مادہ مین برابر جوش رہتا ہی تب تک کم و زیادہ حیثیت
اسکا مادہ عقل بھی سلب رہتا ہی۔ اور یہہ زمانہ مردکے لیئے قریباً ۱۲ سے ۳۰ سال کی عمر تک اور عورت کے
لیئے ۱۲ سے ۲۵ سال کی عمر تک ہی۔ پس اس مادہ انسانی کو (جو کہ اصل ایک خزانہ بے بہا ہے اور
باوجود اسکے کہ اسکا جوش عقل کو سلب بھی کرتا ہے) عقلا عالم شباب مین بہت احتیاط سے خرچ کرتے ہین کیونکہ
اسکے رکنے سے تو عقل چند روز ہی سلب رہتی ہی۔ مگر اسکے ضائع ہوجانے سے عمر بھر کیلیے فکر و اندیشہ ہوکر عقل مین
تنزلی آجاتی ہی پس اس مادہ کو ایک دریا اور عالم شباب کو اسکے جوش کا زمانہ تصور کرکے قبل از وقت پیش بندی
کرنا چاہیئے اور متواتر بند اور آڑ بناکر اسکے روکنے کی تدبیر کرنا لازم ہی تاکہ شروع وقت مین یکدم سے زیادہ خرچ
نہوکر اخیر زمانہ سن ضعیفی تک یہہ برابر کارآمد رہے اور نیز اسکے جوش کا اثر عقل کو بھی سلب نکرنے پاوے۔
پس اوایل زمانہ شباب مین تو اکثر بباعث ناواقفیت و یا کم تجربہ کاری انسان چندان پراگندہ نہین ہوتا
مگر درمیانی و یا اخیر درجہ شباب مین ایک ایسا پردہ اسکی عقل پر حائل ہوجاتا ہی جسکے کہ وہ نابینون کے
موافق کارروائیان کرتا ہی بعد کو شروع جوانی کی عمر مین کچھ کچھ عقل کی آنکھ کھلنے لگتی ہی جسے کہ درمیانی حصہ
جوانی مین اسکی عقل پر روشنی آجاتی ہی اور اکثر نیک و بد نتایج پر غور کرکے کارروائی کرنے لگتا ہی۔ بعدہ کا

اگر کسی خاص سبب سے فعل ناجائز کا مرتکب ہوا ہو تو تعجب نہین ورنہ عقل اسکی روشن ہوتی ہے یہانتک کہ چالیس برس کی عمر کے بعد تو یہ بالکل ضرورت ہے کہ اوسکی عقل پختہ ہو جاتی ہے اور اگر اسکے بعد بھی کوئی شخص افعال ناجائز کا مرتکب ہو جاوے تو وہ کسی خاص سبب سے تعلق رکھتا ہے جو کہ عمدہ ... ہوجاتے ہین کیونکہ اس عمر مین اصل سعد بروج نہین ہوتے ... جیسا کہ بعض مرتبہ بعض اشخاص غلط ہو کر کیا کرتے ہین - و مجنونیت و تیزی یا تو بڑہاپے کی ہوس ظاہر کرتی ہے ویا کسی خاص دوا کی تاثیر [illegible] ہے - بہر طور اس مادہ کو جو کہ فی الحقیقت دلیری اور بہادری کی بنیاد و تیزی طبیعت و عقل کا ایک بڑا ستون ہے اگرچہ عمر عمین تابع عقل ہی عقلا شروع عمر یعنی شباب ظاہر ہونے سے پہلے معتدل بنا اور آگے ذریعہ روکنے کا بندوبست کرتے ہین تاکہ وہ بیجا بلا ضرورت خواہ نخواہ جوش کہا کر بے فائدہ ضائع نہو اور نیز عقل کو بھی قایم رکھ خوف خدا - و پاس بزرگان - شرم ظہور نتایج -

بیان سخت محنت کا

حد سے زیادہ اور سخت محنت کرنیسے بھی عقل پر صدمہ پہونچتا ہے مگر قبل ازین یہ معلوم کرنا چاہیے کہ محنت دو قسم کی ہین اول محنت دماغی یا دوم جسمی - چنانچہ قسم اول تو وہ ہے کہ جسمین بغیر از حرکت دیگر اعضا صرف دماغ سے کام لیا جاوے مثلاً زیادہ پڑہنا لکھنا غور و فکر کرنا وغیرہ اور قسم دوم وہ ہے کہ جسمین بغیر از فعل دماغ کسی دیگر خاص عضو ویا کل جسم کو حرکت دیکر اوس سے کام لیا جاوے - اور یاد رہے اسکے انسان مین دو صفتین بھی پائی جاتی ہین - اول محنت کش یعنی جو کہ زیادہ محنت برداشت کرسکتے ہین - اور دوم کم تاب طبع جو کہ محنت برداشت نہین کرسکتے - علاوہ ازین بعض بعض خاص کام اونکو خاص خاص اشخاص ہی انجام دیسکتے ہین خواہ یہہ عادت اونکو شروع ہی سے کرنے اور دیکھنے سے ہو ویا در حقیقت خلقی ہو - بہر طور کہ ہر ایک کام کو حتی المقدور اوسط درجہ کی محنت تک کرنا چاہیے کہ اس سے کچھ بھی حرج واقع نہین ہوتا - مگر اس سے آگے جسقدر تجاوز کیا جائیگا اوسیقدر نقصان کا سامنا کرنا ہوگا کیونکہ جیسی عضو سے حد سے زیادہ محنت لیجاویگی تو علاوہ اوس خاص عضو کے فعل مین فتور آنے اور بیمار ماندہ ہوجانیکے اوس شخص کی عقل پر بھی صدمہ پہونچتا ہے خصوصاً محنت دماغی

مین تو ہمیشہ ہی ہوتا ہے۔ مگر اس مین بھی ربط ایک ایسی شئے ہے کہ جسکے باعث سے کم حرج پہونچتا ہے۔ یعنی بتدریج ایک کام کا کرنیوالا تو عادی ہو جاتا ہے اور بغیر از عادت ایکدم سے سخت محنت اوٹھانیوالا خواہ مخواہ ہی تکلیف پاتا ہے پس اسلئے ذی فہم اپنے کامون مین رفتہ رفتہ محنت بڑھاکر اپنے آپکو بالآخر محنت کش بنا لیتے ہین مگر تاہم انسان کو معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس جسم سے کسقدر کام لینا چاہئے اور کہان تک اسکو آرام دے۔ چنانچہ اسکے لئے قاعدہ یہہ ہے کہ کسی خاص عضو یا جسم سے اسقدر محنت لینی چاہئے کہ جسقدر وہ برداشت کر سکے مگر اسکی دو قسمین ہین اول جسمین کہ خوشی و آرام سے بغیر از تکان ایک کام کو کر سکے اور دوئم جسمین ذرا تکلیف اور کسیقدر تکان ہو تو بھی محنت جاری رکھے۔ پس قسم اول مین تو بالکل حرج ہی نہین پہونچتا اور قسم دوئم البتہ ظاہر کرتا ہے کہ اوس عضو کو اب چند آرام دینا لازم ہے تاکہ پہلے کے موافق اوسمین پوری اور اصلی طاقت آجاوے اور اگر کوئی اسدرجہ دوئم سے بھی تجاوز کرکے برابر محنت جاری رکھے یہان تک کہ اوس عضو کے فعل مین فتور آکر وہ ماندہ ہو کر وہ اوسوقت مین کام کے لائق بالکل نہ رہے تو اسکا نام سخت محنت کرنا ہے جو کہ درحقیقت نقصان دہ ہے اور ایک کام پر ضبوطا ور عادی ہونیکے واسطے چاہئے کہ محنت کو بتدریج اسقدر بڑھادے کہ فعل اعضا مین فتور نہوونے پاوے اور بہت سختی کو بھی برداشت کر سکے۔ علاوہ ازین دلی خواہش بھی ایک عجیب شئے ہے اسکی ہمراہی اور مدد بھی ضروریات سے ہے یعنی بعض مرتبہ باوجود کم محنت ایک کام کرنیکے لئے کیکی دلی منشا نہو۔ تو وہ بھی حرج پیدا کرتا ہے۔ مگر وہ محنت نقصان سے بالکل بری ہے جو کہ دلی منشا کے ساتھ بغیر از زیادہ تکان کیجاوے اور جسمین نہ تو کسی عضو کے فعل مین تبدیلی پیدا ہوا اور نہ انسان گھبراوے اور نہ خوف کرے اور اسکے برخلاف مالیتین تو عقل پر ضرور صدمہ پہونچتا ہے۔ کیا وجہہ کہ جب انسان کسی سخت محنت مین مشغول ہوتا ہے تو پھر جواب اوسکی طبیعت علیحدہ ہو جاتی ہے اور بعد ترک محنت کے بھی کچھ عرصہ تک وہ ایسا گھبرایا اور تھکا ہوا ہوتا ہے۔ کہ اوسکی طبیعت قایم نہین ہوتی اب ایسے وقت مین کوئی بھی اوسکے ذرا خلاف طبع کام کیا جاوے یا اوس سے کچھ کہا جاوے تو وہ اسوقت ضرور خلاف از عقل جواب سے پیش آئیگا بلکہ بعض مرتبہ تو یہان تک عقل مین فتور آجاتا ہے کہ انسان ذرا ذرا بات پر خواہ مخواہ ہی جنگ جدل پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ لہذا عاقل ہمیشہ اسوقت کو ٹالتے ہین جو کہ صرف تکان رہنے تک رہتا ہے غرضکہ

اسیطرح انسان رفتہ رفتہ چڑچڑا مزاج ہو کر انھین امراض مین مبتلا ہو جاتا ہے اور سستی کی بدولت کسی بڑی
اور بیماری عضو کے بھی فعل مین فتور آیا تو دورے رنج و فکر بیہوشی ... کم ہو جانیکا خوف ہے مثلاً آنکھ کی محنت
محنت سے دیکھنے مین فرق آنا ... تو ... ثابت کم ہوا ... آنکھ
اسلیے لازم ہے کہ ہمیشہ کل کام اعتدال سے کرے کیونکہ زیادہ محنت کرنیسے کسی نہ کسی عضو کو ضرور کچھ نقصان پہنچتا ہو
... مگر شروع مین لوگ جوانی کی طمع کے ... کا لحاظ نہین ... آخر کار سوا پچھتانے کے
کچھ نہین ... اعضا ... مین خلل ... ہوتا ہے ...
بقیہ ...

بیان تفکرات کا

فکر ایک ایسی شئے ہے کہ دنیا مین شاید کسیکو بھی نہ چھوڑا ہو یہ ایک نہایت ہی تعجب کی بات ہے
بلکہ شاید اسمین کوئی حکمت ربی ہو کہ کوئی متنفس بے فکر نہ رہے یا کوئی نہ کوئی سبب رہے جس سے اپنے مالک
کیطرف رجوع کرے۔ بہت دیکھا جہانتک تلاش کیا۔ اکثرون سے دریافت کیا مگر ہر ایک کو ہمین نالان پایا کسیکو
تنگی معاش کی فکر ہے اور کوئی زیادہ مال کے باعث سے پریشان مین ہے کوئی بسبب ناموافقت سے رنج مین ہے
اور کسیکو اولاد نہونیسے پریشانی ہے۔ کوئی زیادتی اور کوئی نالائق اور بدبخت اولاد سے دق ہے۔ اور اگر یہ سب
باتین موافق طبیعت کے ہین تو ایک نہ ایک ایسا مرض پیدا ہو جاتا ہے کہ جس سے شفا ہونی مشکل کسیکو روپیہ
وصول کرنیکی فکر ہے۔ اور کوئی قرضداروں سے پریشان ہے۔ اور بعض دوسرونکو بھی خوشحال اور زن و نفقہ
سے آسودہ دیکھکر کباب ہو جاتے ہین۔ کوئی حسن چاہتا ہے۔ اور کوئی حسین مانگتا ہے کسیکو ملازم خیرخواہ
دستیاب نہین ہوتا اور کسیکو کسیکے مرنیکا رنج ہے۔ اور کوئی دوسرے کا مرنا چاہتا ہے۔ کوئی اپنے دشمن سے خوف مین ہے
اور کوئی اپنے نقصان ہونیسے اندیشہ مین ہے۔ اور کوئی اپنے فعلون اور کوئی اولاد اور خویش و اقارب کے فعلون کی
بدنامی سے فکر مین ہے۔ نیک اور امانت دار کو نکتہ چین رنج پہونچاتے ہین۔ غاصب اور چورونکو منصب کا خوف
ہے۔ بزرگ اور ولی اللہ کو عاقبت کا ہی خیال ہے۔ بادشاہ کو ترقی ملک کی حرص اور دشمن کا دغدغہ ہے غرضکہ

اسیطرح سے صدہا اقسام کے تفکرات ہیں کہ جنکی تفصیل کہنا دشوار ہے مختصر یہہ ہے کہ دنیا مین جس حالت مین وہ پورے
طور سے خوش نظر نہین آتا ہر ایک کو ایک نہ ایک حاجت اور فکر پیش نظر ہے جسکو دیکھو وہی سرگرداں سے بیٹھا
ہے جس سے پوچھو وہی آہ سرد بھرتا ہے مگر صرف اتنا فرق ہے کہ بعض کو کم اور بعض کو زیادہ فکر ہے پس جسقدر کہ
تفکرات کا زیادہ اژدحام ہووے گا اوسیقدر عقل کم اور سلب ہوتی جاویگی حتے کہ عقلمند آدمی فکرون کے باعث مجنون تک
ہو جاتا ہے علاوہ ازین بعض خفیف فکر تو ہر حالت مین رہنے کے باعث قاطع عقل انسان نہین ہوتا ہے اور بعض
شدید مگر ہر وقت و ہر حالت مین نہ رہنے کے سبب عقل پر چندان اثر نہین کرتا غرضکہ انجام پر صرف اسقدر
کہنا فرض معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی ہر حالت فکر کا علاج کرنا لازم ہے اور اسیطرح ممکن اپنی ہر ایک حاجت
کو پورا اور فکر کو دور کرنیکا بندوبست کرنا چاہیے مگر قبل اسکے یہہ جتانا ضرور ہے کہ فکر دو قسم کے ہین اوّل تو وہ جو کہ
من جانب اللہ ہوتے ہین دوئم وہ کہ جنکا ظاہر باعث ہی یہہ خود انسان ہی ہوتا ہے یعنی اپنے افعال اور اقوال
کے سبب سے یہہ خود تکلیف اوٹھاتا ہے چنانچہ قسم اوّل تو وہ ہین کہ جسکے پیدا ہونے مین اسکا بالکل اختیار ہی نہو مثلاً
باوجود تدبیر کامل فراخدستی نہونا۔ و باوجود کوشش تمام اسیر اولاد کا نہونا یا زندہ نرہنا کسیکا مرجانا۔ قدرتی
کسی مرض مہلک و لا علاج مین مبتلا ہونا و باوجود حفاظت و تدبیر کامل دیگر نقصانات کا ہونا مثلاً چوری
مکانات کا مسمار ہونا۔ غلہ کی پیداوار ہی نہونا و یا خواہ نخواہ بغیر از قصور کسی سزا مین مبتلا ہو جانا وغیرہ
وغیرہ پس ایسے فکرونکا علاج تو سوائے صبر اور کچھ نہین۔ انسان کو چاہیے کہ اپنی برضائے خدا ہو جاوے اور یہہ
سمجھے کہ درحقیقت جو میرے لئے بہتر تھا وہ ہوا اور الحمد اللہ کہکر حتے الامکان فکر کو قریب نہ آنے دے
کہ اسمین تین فائدے ہین اوّل تو انسان فکر کے خلجان سے بچ جاتا ہے دوسرے رضامندی اللہ تعالے کی ہوتی ہے
سوئم صبر کے صلہ مین کچھ نہ کچھ نعم البدل بھی اسکو ملجاتا ہے اور اگر بالفرض کسی نے شروع مین صبر و شکر نہ کیا
تو خدا کی ناراضگی بھی ہوئی رنج بھی قایم رہا اور بالآخر خواہ نخواہ صبر ہی کرنا ہوگا۔ پھر جسسے چندان فائدہ
تصور نہین۔ قسم دوئم وہ فکر ہین کہ جنکے واقع ہونیکا یہہ خود مرتکب ہو کر اپنے آپ کو خلجان مین ڈالتا ہے
جنکی تفصیل یہہ ہے۔
اوّل امراض روحی۔ دوئم امراض جسمی اختیاری۔ سوئم بغیر از صلاح کام کرنا۔ چہارم بد خلق و

بدزبان ہونا۔ پنجم عورت کے کہنے پر عمل کرنا۔ ششم نااہل پر اعتبار کرنا۔ ہفتم تعجیل کا یعنی بغیر انجام سوچنے کے کام کرنے میں جلدی کرنا۔ ہشتم اوقات سے زیادہ خرچ کرکے معاملات لین دین میں گرفتار ہونا۔ نہم خلاف مرضی زوج و زوجہ کا ہونا۔ دہم بدچال و چلن ہونا۔ یازدہم بےقاعدہ اور فضول کاروائیاں کرنا چنانچہ امراض روحی کا بیان تو مقالہ اول میں ہو چکا ہے۔ امراض جسمی کا مجملاً بیان مقالہ سوم میں آئیگا اور باقی دونکا بیان اب بیان کیا جاتا ہے۔

بیان بغیر از صلاح کام کرنیکا

اپنی ہی سمجھ اور عقل سے کام کرنیوالا اکثر رنج اوٹھاتا رہتا ہے کیونکہ تین باتیں پیدا کرتی ہیں اول عقل سبکی برابر نہیں۔ دوم تمام علوم اور معلومات دنیا پر ایک شخص حاوی نہیں ہو سکتا۔ سوم طبیعت انسان کی ہر وقت یکساں نہیں رہتی بعض اوقات بے عمل امور کی تدبیر سے عقل فاسد ہو جاتی ہے تیسرا امر جبکہ شخص پر مقدمہ درپیش ہوتا ہے تو اوسکی عقل بباعث فکر و تردد کسیقدر کند ہو جاتی ہے پس لازم ہوا کہ دوسروں کی نصیحت پر غور کرے اور اکثر امور بغیر از صلاح ہرگز نہ کرے مگر ہمیشہ صلاح کار میں صفت ذیل ہونا چاہئے یعنی عاقل۔ تجربہ کار۔ سلیم الطبع۔ ایماندار و دیانتدار۔ اوس خاص امر و معاملہ و کسب کا ماہر صلاح گیرندہ اور اوسکے دوستی کی جانب کسی قسم کی دلی خلش نہ رکھتا ہو۔ پس جسقدر کہ اہم اور غور طلب کام ہوں اوسکے لئے اوسیقدر فکر سوچ اور تلاش کرنا لازم ہے اور علیٰ ہذا القیاس تعداد صلاح کاروں کی بھی زیادہ کرنا ضروریات سے ہے اور سوچنے کے وقت ہمیشہ ہر جانب و پہلو پر عقل دوڑاوے اور ہر ایک قسم کے سوال و جواب پر غور کرکے نتیجہ نکالے علاوہ ازیں اوس وقت توقع اپنی سے غریب کم علم اور ادنیٰ درجہ والوں سے نصیحت اور صلاح لینے میں بھی دریغ روا نہ رکھے خصوصاً جبکہ وہ اوس خاص امر میں واقف کار اور تجربہ کار ہوں بلکہ بعض مرتبہ تو بہت اعلیٰ درجہ کے زیرکوں کے کسی کم عقل اور بے علم کی صلاح کا نتیجہ بہتر نکل آتا ہے اسلئے انسان کو چاہئے کہ بغیر از صلاح کوئی کام نہ کرے اور اگر کوئی ایسا صلاح دینے والا دستیاب نہو یا اوس خاص امر کا اسوقت اظہار نامنظور ہو تو محل التوا میں ڈالکر اپنے دل سے ہی چند بار صلاح لے اور بعد کو جو نیک اور بہتر صلاح معلوم ہو یا جس پر اتفاق رائے رہا ہو

ہواوسپرعمل کرے ۔

بیان بدخلق و بدزبان ہونیکا

یہہ عادت جو در اصل نتیجہ غصہ و تکبر کا ہے دیا علامات خفیف قسم کے جنون کی ہے نہایت ہی بری اور بدنام
کرنیوالی ہے اور باعث رنجیدگی و دیگران ہے اس قسم کا آدمی ادنے ادنے مخالف طبع کلام پر کشیدہ پیشانی سے پیش آتا
اور کسی کے ذرا سے مارنے پر مستعد ہوجاتا ہے اکثر تو یہہ حالت دائمی نہیں ہوتی بلکہ کبھی کبھی ہوتی ہے اور کسی
شخص کی بات رد کیجاوے یا برخلاف اوسکے خیال کے کلام کیا جاوے یا کسی بات وکلام کو وہ برا سمجھے
لئے التجا کیجاوے دیا اتفاقاً کوئی فراست کلامی کے ساتھ پیش آجاوے تو اسحالت میں وہ شخص بباعث زیادتی
غصہ کسی بات کی برداشت نہیں کرسکتا اور نہ کچھ نیک و بد انجام کا خیال کرتا ہے جو کچھ زبان پر آتا ہے وہ بکتا ہے
مگر یہہ حالت رفع ہوجانے کے بعد پھر خوش خلقی اور سلیم الطبعی کے ساتھ برتاؤ کرنے لگتا ہے اور بعض کو جبکہ یہہ حالت ترقی
پکڑ جاتی ہے ویا شروع ہی سے دماغ زیادہ ہوتا ہے تو اون میں کسیوقت بھی حلیمی کی بو نہیں آتی شروع
اس عادت کا کا سبب تو قدرتی اور کبھی صحبت کے اثر و علالت طبع کے سبب یا بچونکو لاڈ و پیار اور بغیر تنبیہ آزاد
رکھنے سے پیدا ہوجاتا ہے لیکن بالآخر رفتہ رفتہ اگر علم اخلاق سے ماہر نہوا اور صحبت نیک بھی حاصل نہ کی تو یہہ عادت
ترقی پذیر ہوجاتی ہے ورنہ سلیم الطبعی اختیار کرلیتا ہے۔ امیر آدمی کو تو البتہ اس عادت سے چنداں حرج
نہیں پہنچتا (بجز اسکے کہ تمام مخلوق پس پشت اونکو گالیاں دیتی اور برا کہتی ہے) مگر بعض اوقات اگر وہ کسی
بگڑے دل کے پالے پڑگئے تو ایسا درست کردیتا ہے کہ عمر بہر یاد کریں حتی کہ اس عادت کی وجہ سے گاہے بڑے بڑے
امیر انکے سر تک صاف ہوگئے ہیں ۔ اور غریب آدمی کو تو یہ عادت ہر جگہ جوتیاں ہی کہلاتی ہے پس
ہر ایک انسانکو خواہ وہ امیر ہو یا غریب خوش خلقی اور سلیم الطبعی اختیار کرنا چاہیے ۔ جہاں تک ممکن ہو
ہر ایک کے ساتھ نرمی اور کشادہ پیشانی سے کلام کرے یہ خیال بالکل غلط ہے کہ اس طریقہ کے برتاؤ سے
عزت کم ہوتی ہے رعب نہیں ہوتا ۔ ویا کام میں حرج واقع ہوتے ہیں ہرگز ہرگز نہیں بلکہ توقیر زیادہ ہوتی ہے
خلیق شخص کے تمام لوگ تابعدار ہوجاتے ہیں رستے پیشتر ایسے شخص کا کام ویسے کیا جاتا ہے ۔ ہر جگہ ایسے

ی کی توضیع ہوتی ہے خواہ کیساہی غریب ہو سامنے اور پیچھے اوسکی تعریف ہوتی ہے۔ ہر ایک
ھا دیتا ہے مقصد مختصر جہان کہیں روپیہ خرچ کرنے سے بھی کام نہ نکلے اور پرندہ پر تک بھی نہ مار سکے تو وہاں
خلیق اور ہنس مکھ آدمی پہونچکر مفت اپنا کام نکال لیتا ہے اور خدا کے نزدیک بھی بہترین مین
تصور کیا جاتا ہے کیونکہ خلق عادات پیغمبرون سے ہے اور جو شخص خلیق ہوتا ہے وہ شاکر اور صابر
بھی ضرور ہوتا ہے اسلئے اسکی عمر ہنسی اور خوشی مین گذرتی ہے اور تکالیف رنج دنیاوی اوسکو بہت
کم صدمہ پہونچاتے ہیں اور کج خلق خواہ کیساہی خوشحال اور فارغ البال ہو مگر تمام عمر اوسکی رنج و تکلیف اور
جلن مین ہی کٹتی ہے غریب ہوا تو ہر جگہہ مارا مارا اور صورت پر پھٹکار برستی رہتی ہے اور امیر ہوئے تو تنہا گھر
مین بیٹھے رہین کوئی بھی نہین پوچھتا بلکہ موقع ملے تو ہر کوئی اوسکے نقصان کا خواہان رہتا ہے بہرطور
چونکہ یہہ عادت یعنی کج اخلاقی ہر وقت انسان مین موجود نہین رہتی مگر تاہم اسکا ظاہر ہونا مخالف طبع
اعمال و افعال کرنے سے دیکھنے مین آتا ہے لہذا اس قسم کے انسان کو لازم ہے کہ جب کسی سے اپنے
خلاف مرضی عمل صادر ہو مثلاً کوئی انکی بات کو رد کرے جواب سخت دیوے یا سابق بیان کردہ امر کو دوبارہ
دریافت کرے وغیرہ وغیرہ تو اوسوقت یہہ سمجھنا چاہیے کہ دنیا مین انسان مختلف قسم کے ہین ہر ایک اونکی
موافق عقلمند ذی ہوش تیز اور ہوشیار نہین ہے اور دوسرے یہہ بھی ممکن ہے کہ دوسرے سے خلاف مرضی فعل
کا صادر ہونا باعث ناواقفیت یا بھول کے ہوا اسلئے ذرا ذرا سی سختی اور کج خلقی سے پیش آنا لازم نہین بلکہ غور و فکر کرکے
غصہ کو روک کر جواب دینا مناسب ہے اور اگر سمجھانے کا موقع ہو تو دوبارہ اور سہ بارہ تبلا دیوے ملائمت کا برتاؤ
کرے اور پیشانی کشادہ رکھے ہر حالت مین بدکلامی کرنا اور گالی دینا مناسب نہین اور اگر فرض کردم یہہ بات
پایہ ثبوت کو بھی پہونچ جاوے کہ وہ عمل درحقیقت عمداً تمہارے برخلاف ہی کیا گیا ہے تب بھی ایک دو
مرتبہ معاف کردو۔ ٹالدو طرح دیجاؤ۔ خاموشی اختیار کرو۔ اور اگر اسپر بھی نہ ملنے اور چھیڑ چھاڑ بھی واقع ہو تو اوس
شخص کو اوسکے درجہ کے موافق چشم نمائی کردو اور گاہے اشتر منظور ہو یا ست اولاد اور ملازم وغیرہ کو سزا دے
لائق دو مگر ہر حال مین زبان کو بیہودہ کلام سے روکنا لازم ہے ورنہ برخلاف اسکے تو اس صفت کا آدمی
سوا اسکے کہ لوگونکو اوس سے رنج پہونچتا ہے وہ خود بھی اس عادت کی وجہہ سے اکثر رنج و غصہ کرکے

جلتا رہتا ہے اور ذرا ذرا اشارات پر چمکتا اور چڑچڑا تا ہے جس سے کہ اوسکی عقل رفتہ رفتہ کم ہوجاتی ہو
اور نیز بگڑتا ہے نوکری بہ نوکری جواب پانے سے بے حرمتی نقصان اور رنج المضاعف ہوجاتا ہے۔ چونکہ
بارہا یہہ بات تجربہ مین آئی ہے کہ درحقیقت بعقل۔ کینہ ہم محبت اور ماتحتونکی باعث بوجہہ پے درپے
عدول حکمیان کرنے۔ جواب سخت دینے اور بے ادبانہ و غیر موقع گفتگو کرنے سے خوش مزاج انسان بھی بدمزاج
ہوجاتا ہے۔ لہذا ہر ایک کو لازم ہے کہ جب اپنے سے اعلے درجہ کے آدمی حاکم و آقا وغیرہ سے کچھہ کہنا
منظور ہو تو وقت کو پہچان کر اور مزاج کو دریافت کرکے مونہہ سے کلام نکالے مثلاً اگر وہ کسی کام مین مصروف
ہون۔ خاموش رنجیدہ اور غصہ مین ہون۔ و یا اونکے طعام اور آرام کا وقت ہو تو ان حالتون مین ہرگز طرح دیکر
و یا بشرط ضرورت و لاچاری اجازت لیکر ذرا عاجزی و مختصر کلام کے ساتھہ عرض کرلیوے۔ ورنہ بخلاف حالت
مین تو اپنا صریحاً نقصان اور دوسرے کو ناراض کرتا ہے۔ اور درباره کمینون و اجلاف ماتحت اور ملازمین کے جنکے
خمیر مین یہہ بات موجود ہو کہ بغیر از سخت و سست سننے کے اپنے جسم کو حرکت نہین دیتے و یا بغیر از لات و کاف سے
اور جوتہ و پیزار ہوئے کام نہین کرتے تو ایسے لوگونکو تو جتنے الوسع قریب تک نہ آنے دے اور نہ ملازم رکھے
اور بار لاچاری اگر اتفاق ہوجاوے تو خاص ایسے آدمیون سے زراسخت برتاو رکھے اور سیاست و چشم نمائی کے
ساتھہ کام نکالے۔ بموجب شعر سخن با لطف و کرم با درشت خوئے مگو + کہ زنگ خوردہ نگردد بنرم سوہان پاک +
ہندی مثل کہت کبیر سنو بہی سنتا نیچ ذات ہے جو بتلائے نہین منتا + مگر یاد رہے کہ اس برتاو کو کینہ اور
اجلافونہی پر ختم رکھے۔ ایسا نہو کہ دوسرون کو بھی آنکھہ اور بھون دکھلاکر بدمزاجون مین داخل ہوجاوے۔
اور علاوہ ازین یہہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ماتحت اور ملازمین پر خواہ نخواہ و یا ذرا ذرا قصورون پر ہر وقت جھڑکی اور غصہ کرنیسے بھی
وہ بے خوف بے تکلف اور دل برداشتہ ہوجاتے ہین کہ جس سے اور زیادہ تکلیف اور کام کے خراب ہونیکا اندیشہ ہے
خاصکر جبکہ وہ محنت اوٹھا کر آیا ہو و یا ہووے کا۔ اور کام کر رہا ہو۔ البتہ بعد کو کسیوقت سمجھادے یا چشم نمائی کردے
کیونکہ اول تو بے عیب حسب تنخواہ ملازم کا ملنا امر ناممکن ہے اور دوئم نوکرونکی بار بار کی تبدیلی سے اور زیادہ تکلیف
اور رنج کا سامنا ہوتا ہے لہذا حسب موقع ہر دو ملامت و سختی کرکے کام نکالے یعنی پے درپے قصورون پر چشم
نمائی کردے اور جسوقت ذرا کام اچھا کرے تو شاباشی دیکر اوسکا دل خوش کردے کہ اسطرح سے ماتحت خوش ہوجاتے

ہین اور جو بعضونکا قول ہے کہ انکو ہر وقت بہ سختی برتنے اور اونکے ہر ایک کام کو برا اور اپنے
خلاف مرضی ظاہر کرنے ہی سے وہ احتیاط سے کام کرتے ہین تو یہہ بالکل غلط ہے ہان البتہ اجلا نوکے
ساتھ اصلاح کرنا مناسب ہے نہ کہ ہر ایک کے ساتھ۔ اور ماتحتون لازمین وغیرہ کو بھی لازم ہو کہ وہ ہمیشہ اپنی زبان کو
قابو مین رکھین کبھی اپنے مالک کے برخلاف جواب نہ دین ہر بات مین سوائے اثبات اور تصدیق کے اور کچھ گفتگو نہو۔
جب کبھی اپنا مالک خفا ہو تو خاموشی اختیار کرین ہرگز ہرگز اولٹ کر جواب دینے کی کوشش نہ کرین کہ اس سے
دونونکو آرام ہوگا کیسا ہی بدمزاج مخدوم ہو رفتہ رفتہ وہ خود درست ہو جاویگا ورنہ برخلاف اسکے نقص طول ہو جاتا ہے

بیان عورت کے کہنے پر عمل کرنے کا

عورتون کے کہنے پر عمل کرنیوالا اکثر رنج و محن مین مبتلا رہتا ہے کیونکہ اس فرقہ کے اقوال بباعث چند عادات
طبعی دنیا بسبب نہ ہونے پورا علم و صحبت نیک و تجربہ کے غیر معتبر خیال کئے جاتے ہین اور وہ خود ناقص العقل
سمجھی جاتی ہین۔ چنانچہ منجملہ انکے اوصاف کے صفت اول تو زیادہ گوئی یعنی بات کو بڑھا کر کہنے کی عادت ایسی
ہوتی ہے کہ جس سے بقول شخصے بات کا بتنگڑ بنا دیتی ہین یعنی اگر انکا ارادہ کسیکی تعریف کرنیکا ہوگا تو کم از کم
دس گنا زیادہ بیان کرینگے اور اگر خدانخواستہ کسیکی برائی کرنے پر آجاوین تو سو درجہ زیادہ بیان کرکے اوس
آدمی کو شیطان بنا دیتی ہین دوئم دروغگوئی تو انکی خلقی ہی عادت ہے اور صفت اول کا نتیجہ۔ سوئم حسد اور
نفاق کی بو ان مین زیادہ پائی جاتی ہے چہارم بات انکو بہت کم پچتی ہے بے سمجھے بوجھے فوراہی بڑے
بڑے راز جنکا پوشیدہ رکھنا نہایت مناسب ہوتا ہے ادہر ادہر ظاہر کردیتی ہین پنجم ان مین ایک قسم کی ضد
یعنی ہٹ دہرمی پائی جاتی ہے ششم ناشکر اور بے صبر اکثر ہوتی ہین ہفتم شیخی اور ریس بھی ان مین اکثر ہی
پائی جاتی ہے ہشتم انجام کار پر انکا ہرگز خیال نہین ہوتا۔ نہم طامع ہوتی ہین۔ دہم ہر کس و ناکس کے
کہنے کا یقین کرلیتی ہین۔ یازدہم انکی اکثر باتین مکر و فریب سے پر ہوتی ہین لہذا ہر مرد کو لازم ہوا کہ عورتون کے
کہنے پر ہرگز ہرگز عمل نہ کرے اور نہ انکی صلاح پر حتے الوسع قدم رکھے اور نہ انکی کسی کلام پر تمام و کمال یقین لاوے
ورنہ ہر ایک سے لڑا دینا اور باہمی نفاق ڈلوا دینا تو ایک ادنےٰ کاروائی ہے ونتیجہ انکی گفتگو پر عمل کرنیکا

ہوتا ہے۔ جتنے المقدور یہہ عادت رکھے کہ عورت کے کلام کو اس کان سنا اور دوسرے کان نکالدے یعنی باغ
مین اوسکو جگہہ ہی ندے اور نہ اوسکی جنبہ ان تفتیش کرے ورنہ خواہ نخواہ رنجش اوٹھانی پڑیگی اور اگر شاید اوس بات
کا اثر دل پر ہو ہی جاوے اور ضروری بھی خیال کرے تو اول خوب تلاش اور دریافت کرکے دلجمعی کرلیوے تب حکم لگاوے
اور جواب دیوے ورنہ خاموشی اختیار کرنا مناسب ہوگا اور برخلاف اسکے یعنی بغیر از دریافت عمل کریگا تو ضرور
پشیمان ہونا پڑیگا چونکہ انکا کوئی کلام ناشکری اور بےصبری و یا کسی کی غیبت کرنے سے خالی نہین ہوتا اور
ادہر کی اودہر بات کا لگا دینا تو انکی ایک معمولی چال ہے اور وہ بھی اگر احتیاط کے ساتھہ بہت سچ کہا تو
المضاعف ہوگا اسواسطے آپسمین انکے نفاق و فساد اور تکرار ہوتا ہی رہتا ہے۔ ضد یعنی ہٹ دہرمی انکی ایک
ایسی خراب صفت انمین پائی جاتی ہے کہ الامان الامان رہے الہدا رنج و تکالیف سہین گی مگر ہٹ نچھوڑینگی
بغیر از سوچنے نقصان کے اپنے ولی یا خاوند سے راج و آرام جانسے بگاڑ لیتی ہین جتنے کہ اونہنے اونے بات پر
ضد کرکے میان بیوی مین نفاق۔ تنازعہ و تکرار۔ طلاق بازی۔ ناک تراشی و خون تک کی نوبت
پہونچ جاتی ہے مگر ایک آسان بات یعنی اپنے ولی کے کہنے کو ماننا خاصکر جس بات کے لئے تاکید کیا جاوے
ہرگز ہرگز نمانینگی چاہے کچہہ ہی نقصان ہوجاوے مگر ضد نچھوڑینگی اسلئے عقلمندونکا قول ہے کہ اس فریق کو زیادہ
دبانا و یا انکے بہت پیچھے پڑنا بھی مناسب نہین ہے بلکہ محبت و رعب دونون کے توسل سے کام نکالے کہ اس
طریقہ سے انکا راہ پر آجانا ممکن ہے ورنہ توڑ بیٹھتی ہین۔ اور نہ انسان ایسا زن غلام ہی بنجاوے کہ جو حکم عورت
کے دربار سے صادر ہو۔ وہ بسر و چشم منظور یا جو بات بیوی صاحبہ کی زبان سے نکلے وہ خواہ نخواہ سچ ہی ہو یا
جو جو رو صاحبہ فیصلہ کردیوین تو اوسکا اپیل ہی نہو بلکہ لازم ہے کہ اپنا برتاؤ درجہ اعتدال سے ذرا بالا رکھے
یعنے اگر عورت مرد کے سامنے کسیکی شکایت کرے تو اوسکو ہرگز راست نجانے اور نہ اس معاملہ مین بغیر از دریافت کوئی
کارروائی کرے۔ اور اگر بیوی صاحبہ ناشکری او بےصبری کے کلام زبان پر لاوین تو اونکو لغویات سمجھکر کچھ خیال
نکرے کہ یہہ انکی پیدائشی عادت سے انکو ہزار رد او بہرو مگر شکم پر نہین ہوتا بلکہ ہوس انکی دن بدن
زیادہ ہی ہوتی جاتی ہے۔ اور جو کچھ کہ خرچ کے بسترن اور زیور کے لئے یا کسی تقریب کے واسطے خارج از
حیثیت طلب کرین وہ یا تو بہی اور پیس مین آکر برباد کرنا چاہتی ہین جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو اونکے کہنے پہ ہرگز

عمل نہ کرنا چاہیے بلکہ ہر ایک کو سمجھنا چاہیے کہ جسقدر گہنا اور زیور عورت کا ولی یا خاوند مناسب سمجھے گا
دیا جاویگا کیونکہ درصل عورتوں کی سب بیت خانہ داری کیواسطے ہے اور رسومات شادی و غمی میں بھی جو کچھ مالک
مکان بہتر سمجھے گا خرچ کریگا عورتوں کو اسباب میں ضد کے ساتھ سعی اور کوشش کرنا بیفائدہ ولاحاصل اور
مردوں کو اونکی رسمائی پر عمل کرنا بالکل نامناسب ہے کیا وجہ کہ روپیہ کا لانا سوا الا ما شاء اللہ حیثیت کیموافق خرچ کا بوجھ
مرد ہی پر ہوتا ہے اور اگر کسی سبب قرض لینے کی ضرورت ہوگی تو ادسکی ادائیگی بھی مرد کے ذمہ رہتے اور روپیہ کے
نہ ادا ہونیکی حالت میں جو کچھ جوتی و پیزار دنیا اور عاقبت میں ہوگی وہ بھی مرد ہی کے سر پر رہتے لہذا ہر صورت میں
مرد ہی کی عقل اور سمجھ پر کاربروائی ہونا چاہیے نہ کہ عورتوں کی کجفہمی حسب اکثر دیکھا جاتا ہے کہ مردوں نے ہر ایک قسم
کے کاروبار کا دارومدار عورتوں ہی کی صلاح پر منحصر رکھا ہے حتی کہ حکمت یعنی بیماروں کا علاج بھی جو کہ ایک اہم اور
اور نازک کام ہے عورتوں ہی کے اختیار میں ہے یعنی ہر ایک بیمار کا علاج اول عورتیں کرلیتی ہیں بعد لاچاری
مرض خراب و دیرینہ ہو جانے اور زیادہ ہونے کے حکیموں کے پاس بھیجا جاتا ہے اور عورتوں کی یہ عجیب حکمت ہے کہ کسی مرض
کے لیے تو قطعی دوا کا نہ دینا اور کسیکے لیے تین یا چھ دن کے بعد مرض کو نکال کر یعنی پورے جوش میں آ جانیکے
بعد اور کسیکے لیے اولٹ پلٹ سونٹھ سونف۔ اجوائن۔ چھوارہ۔ جائپھل۔ رسوت۔ ہلدی۔ پھٹکری
افیون کا تیل۔ کہلا دینا اور زخموں میں چولہے کی مٹی اور راکھ بھر کر علاج کرتی ہیں۔ اور بعض حکیموں کے
نذرانہ کی بچت کے باعث اونکو اپنا خیرخواہ سمجھکر نہایت ہی اعتقاد کے ساتھ علاج کرانے اور کرانے سے خوش
ہوتی ہیں اور دریافت کرنے سے جواب دیتی ہیں کہ حضرت عورتیں خوب علاج جانتی ہیں بلکہ بچوں اور عورتوں کے
امراض کے لئے تو انکا قول ہے کہ حکیم علاج کرنا ہی نہیں جانتے واہ سبحان اللہ کیا اچھا اور غور کرنے
کے قابل آپکا خیال ہے عورتیں گھر میں بیٹھے بٹھلائے علم نہ شعور حکیم بن بیٹھیں بجز مردوں سے اعلیٰ خیال کیا ویں ہاں البتہ
ہون مقاموں میں جہاں کہ حکیم اور دوا دستیاب نہو سکے و پراگندگی کے سبب اسقدر استطاعت نہو اگر اس
قسم کے علاج کئے جاویں تو چنداں مضائقہ نہیں۔ اور امورات خانگی میں بھی علاوہ بندوبست خانگی کے کہ جسکا
مفصل بیان آئندہ آویگا مستورات کا کسی صلاح مشورہ و بندوبست اخراجات پر پورا اختیار نہیں ہونا
چاہیئے ہاں اسقدر مجاز ہو سکتا ہے کہ بوقت ضرورت عورتیں اپنی خواہشات کو درخواست بیان کرکے شرط

منظوری حاصل کرین ورنہ خاموش رہین - حیثیت سے زیادہ پوشاک اور زیور کی خواہش کرنا و باخواہی نخواہی
بغیر مرضی خاوند زیور دنکو توڑ پھوڑ کرکے نئے نمونہ بنوانا اور تقریبوں مین مرد پر زور دیکر قرض نکلوانا اور طرح طرح کی
رسومات شادی و غمی ہین جس مین کہ اکثر اونکو اپنی ہی دل لگی اور مذاق منظور ہوتا ہے مفت روپیہ برباد کرنا مناسب
نہین - کیا عورتو تو اسقدر سمجھہ نہین کہ جب اونکا خاوند ضروریات خانگی ہی مین اپنی کمائی صرف کردیتا ہے
تو نا التوا اور لاطائل رسومات کیلئے کہانسے لائیگا - بیشک سب جانتی ہین مگر اونکا تو یہہ خیال ہے کہ وہ دوزخ مین جائے
یا بہشت مین اپنی جلد ہر مانند سیسے کام یعنی گو اونکا میان دارین مین بدنام ہو تو بلا سے مگر اونکو ہر تقریب مین رنگ
برنگی پوشاک اور نو بنو نمونہ کے زیورات بنوا دے تاکہ عورتوں کی محفل مین سبکی نظر اونہی پر پڑے اور عمدہ انواع
اقسام کے طعام طیار کراکے تقسیم کئے جاوین تاکہ تمام برادری مین انہین کا نام ہو - غرضکہ اسیطرح پر یہہ عورتین
صدہا فضول خرچیان کرکے مرد کو دباتی ہین اور اگر شاید مرد نہ مانے تو خفا ہوجانا روٹھکر موںھہ پھلا لینا -
اٹواٹی کھٹواٹی لیکر پڑ رہنا اور گھر مین کھانا تک نہ پکانا اور علاوہ ازین ادہر اودہر شکایت کرتا
اور جھگڑنا وغیرہ بدفعلیان کرکے بالآخر مستوار ہی کرکے چھوڑتی ہین - اور وہ بیچارہ دریا بزنجیر شدہ سانپ کے
موںھہ مین چھچھوندر کا مصداق ہوکر چند بداندیش و بیعقل عورتونکے گہیرے مین آنکر انکار کرنیسے عاری ہوجاتا ہے
اور آخرکار وہ بیچارہ محنت کرکے اپنی ہڈیان گھسا کر قرض لیکر بھیک مانگ کر - صدہا خوشامدین کرکے
کہین نہ کہین سے عورتونکی گلچہرے اڑانیکے لئے لاکر دیتا ہے - اور حتے المقدور قرض کا بار ہلکا کرنے کے
لئے اپنی ہی جان جسم پر صدمہ پہونچا کر پیٹ کاٹتا ہے اور کپڑے تک اچھے نہ پہنکر بمقابلہ اپنی بیوی کے
بھوت بنا پھرتا ہے - مگر اونکو نہ پری ہی بنائے رکھتا ہے اور وہ بے فکر زرق برق چھم چھم کرتی پھرتی
ہین لاحول ولا قوۃ الا باللہ لعنت ہے ایسی بے خیالی اور بے بند و بستی کی پابندی پر - مردون کو لازم ہے
کہ حیثیت کے موافق خوشی بخوشی جن اخراجات کا بندوبست کرسکین عمل مین لاوین ورنہ جواب صاف دین یہہ
کچھہ ضرور نہین کہ خواہی نخواہی عورتون کا کہا مانا ہی جاوے - اجی حضرت اسکے اختیار مین رہیگا تو خزانہ
قارون بھی وفا نہ کرے گا اور ہنوز حاجت باقی کا معاملہ ہوگا - جب دیکھئے تب ہی ایک نہ ایک نیا سلسلہ خرچ
کا موجود - کسیدن تہنیت کی رسم ہے تو گانا بجانا ہنسی اور خوش طبعیان ہین اور جو کسی اور تقریب کی

رسم ہے۔ تو مٹھنا تارونا اور پیٹنا ہو رہا ہے۔ غرضکہ انکو ہر طرح سے خوشی و یا فاتحہ کے پیرایہ مین عورتون کو جمع
کرکے طعام لذیذ کھانا اور کپڑے پہن پہنکر پہاڑ سے اور اوس ہجوم مین ایک نہ ایک زیور کھونا مگر بلا ہو اگر انا
کبھی کھڑے پیر کا روزہ ہے تو کاسہ ہی شیخ سدو کے کلگلا۔ جو آج رات جگاہ تو کس بی بی کا کونڈا ہے آپ
ہفتہ مین بچہ کے دانت نکلنے کی کھیر بٹ رہی ہے تو دوسرے ہفتہ مین کان چھیدان کا حلوا تقسیم ہوگا۔
اگر اس ماہ مین کسی تقریب عید سے پلاؤ اور قورمہ کی نوبت ہو چکی تو دوسرے مہینے شیرین برنج کی تیاری ہو
اس مرتبہ اگر پوری و بتاشہ تقسیم ہوئی ہین تو اگلی مرتبہ لڈو و جلیبی پر ہاتھ پھیرا جاوے گی بس اسی طرح سے
اپنا نام پیدا کر لیتے اور نیز اونہ ولولہ ادا کرنیکے واسطے روپیہ ہیچ سمجھتے ہیں چاہے دیہا در بیان کو قرضدار
کرکے چھوڑتی ہین۔ ہان البتہ بعض بعض مستورات یعنی جو ہزار مین چار ہونگی اگر چہ روشن دماغ کہنا بجا ہے موجب شکوہ
شوہران زیست و نہ ہر مر غذا نعم نشست گیسان ہیں گو وہ ایسی زیرک اور سمجھی ہوئی ہین کہ جنکو رسم
اور شوقین نام کو بھی نہین ہوتی اور ہمیشہ اپنے خاوند کی تابعدار رہتی ہین اور انجام کار پر لحاظ کرتی ہین اور ایسے
گھر کو جو صرف دس روپیہ ماہوار سے بوجہ محنت و حکمت دوسرے گھر پچاس روپیہ ماہوار سے زیادہ سرسبز
اور روشن رکھتی ہین۔ اور مردونکا بابت بھی بعض مرد ایسے بے سمجھ اور کم عقل عورتون سے بد تر پائے جاتے ہین جنکو
رشیدا عورت کہنا مناسب ہوگا کہ جو جاہلیت اور بغیر سمجھے بوجھے مستورات کے کہنے پر بھی اور بڑھ چڑھکر رسومات
کی دلدادگی کی فکر رکھتے ہین بلکہ مرد عام مین عورتون جو البتہ مصلحت لیتی ہین اور میری فی صدی پانچ نکلنیگی گر کل
زیادہ تر مرد یعنی فی صدی (۱۵) ایسے پائے جاتے ہین جو کہ ٹھیک ٹھیک عورتون کے تابعدار اور پیرو کار
ہین۔ اور تو عورتین دس مرد اس قسم کے دیکھنے مین آتے ہین کہ جنکو عورتین کہنا بالکل زیبا ہے یعنی اونکی بات
کو ٹال مٹول کرتے ہین اور تاویلات کرکے رد و بدل بھی کرتے ہین لیکن آخر ہیت ہو کہ جبتک کے بعد تیجا پانچ
سے تین روپیہ کی تعمیل کرہی دیتے ہین البتہ کیمقام پر فی صدی صرف دو مرد ایسے ملتے ہین جو کہ پورے مردانہ
طور پر اپنی ہی عقل اور سمجھ کیموافق کاروائیان کرتے ہین اور اسطرح عقل بھی رہنمائی کرتی ہے کہ انسان بلا حیثیت
اور بغیر سوچنے انجام کے کیسے کبھی کوئی کام نہ کرے خواہ وہ ضروری ہو یا غیر ضروری۔ ثواب کیلئے ہو یا نام کے
ورنہ لا حاصل فکر کا مقابلہ کرنا ہوگا مگر یہان تو برخلاف اسکے اکثر دیکھا یہ حال دیکھنے مین آتا ہے کہ باوجود

ظاہر اس قسم کی لیاقت وعقل اور خواندہ ہونیکے معاملات مین توگویا کہ اپنے تئین وہ بالکل ہی معطل سمجھتے ہین۔
کسی بند وبست اور کام مین غور نہین کرتے اور نہ نیک وبد انجام کا لحاظ رکھتے ہین جو کچھ عورتون نے کہا وہ کر دیا
اور جو انکا وہ لا دیا ایسے لوگون کے حق مین مولانا سلیم الدین حبیب صاحب نے یہہ بند خوب کہا ہے۔ بند اگر خانہ
داری مین بھی مبتلا ہین ✦ تو سمون کے پابند حد سے سوا ہین ✦ ہر ایک کام مین عورتین رہنما ہین ✦ یہہ ہین کا کہن
اور وہ فرمان روا ہین ✦ خلاف ہنی ہو خلاف ندا ہو ✦ مگر عورتین جو کہین وہ ادا ہو ✦

بیان نااہل کا

اس صفت کے آدمی سے کہ مجمع بد اوصاف ہوتا ہے اللہ تعالےٰ پناہ دیوے۔ وہ خواہ اپنا مخدوم ہو یا حاکم ہو دوست
ہو یا نوکر خویش ہو یا غیر اوس سے ہمیشہ سوائے رنج ونقصان کے فائدہ ممکن نہین۔ چونکہ اس قسم کا انسان بباعث
مقطع شکل ملنسار اور منافق طبع ہونیکے یکایک شناخت مین نہین آتا لہذا وہ ہر ایک کو قابو مین لا کر ان معضلہ ذیل
بدعادات سے لوگونکو ضرر رسان ہوتا ہے وہو ہذا۔ اول تو ایسا شخص نہ اور بندہ ہر دو کا ناشکر ہوتا ہے
دویم ہر ایک سے بدظن رہتا ہے۔ سویم پرلے درجہ کا حاسد ہوتا ہے چہارم خود پسند ہوتا ہے پنجم دورو
ہوتا ہے یعنی در تحت القول مین ہر ایک سے اونہی کی سی کہتا ہے ششم دروغگو اور وعدہ خلاف
ہوتا ہے ہفتم طامع وبدنیت ہوتا ہے ہشتم بدمعاملہ یعنی نادہند وبددیانت ہوتا ہے نہم
خودغرض ہوتا ہے اور انہین چار آخرین بد صفات سے کہ اسکی مقدمہ عادات ہین شناخت بھی ہو سکتا ہے
اور مجملاً یہ ہے کہ اس قسم کا شخص محتاط اور پرہیزگار نہین ہوتا اسلیئے اوس سے دیگر اوصاف بد اور خصائل ناپسندیدہ
کا صادر ہونا بہت سہل بلکہ ہر وقت ممکن ہے۔ اور اگر شاذ ونادر کوئی نیک عادت بھی اوس مین پائی جاوے تو اوسکو
محض ناپائدار ودیا یعنی لوگونکے دکھانیکے واسطے خیال کرے پس انسان کو لازم ہے کہ حتے المقدور اپنے
آپکو اس صفت کے آدمی سے بچاوے یعنی۔ تو ایسے کا ماتحت ہو اور نہ ملازم رکھے اور خصوصاً ایسون سے لین دین کرنا
مثلاً دلال بنانا یا کوئی بلکے عہدہ پر مقرر کرنا تو گویا کہ اپنے لئے رنج خریدنا اور دوسرونکو خراب کرنا ہے اور اگر اتفاقیہ ایسے شخص سے
سابقہ پڑے [illegible] اعتماد [illegible] ناطرتا ہے

بلکہ ایسے آدمیکے ساتھ نیکی کرنا بھی مناسب نہین ہے بمصداق ان شعرون کے شعر نکوئی با بدان کردن چنانست
کہ بد کردن بجائے نیک مردان ۔ شعر بگیر سعدیا سیتر از یا سبقے مدد نااہل را عوتا اہل گر قابل شود گردن بند او نساو را

بیان تعجیل کار کا

انسان کو لازم ہے کہ حتے الوسع کسی کام مین جلدی نہ کرے اور نہ اجبتک معلوم کرلے انجام کے اوسکو شروع کرے اور نہ کوئی کلام بغیر سوچے اور سمجھے کے زبان سے نکالے ورنہ اکثر رنج نقصان اور شرمندگی اوٹھانی پڑتی ہے ۔ بارہا آزمایا ہے کہ جلدی کرنا ہر ایک کام کو خراب کرتا ہے اور دیر سے بسہولیت سوچکر کام کرنے سے اکثر انجام بخیر ہوتا ہے ۔ قاعدہ ہی کہ انسان جسقدر جلدی کرتا ہے اوسیقدر اوس کام مین حرج واقع ہو جاتا ہے ۔ اور خاصکر زبان سے کلام نکالنے مین تو بہت احتیاط درکار ہی کیونکہ موہنہ سے نکلا ہوا کلام واپس نہین آسکتا یہہ مثل مشہور ہے کہ وقت نکلجاتا ہی اور بات رہجاتی ہے ۔ پس جب کبھی کوئی موقع پیش آوے تو اوسکے ہر جانب نگاہ دوڑا کے نتائج پر خوب غور کرے لوگونسے دریافت کرے شہادت لیوے اور بشرط ضرورت صلاح بھی کرلے اور بعدہ خدا کے بھروسہ پر اوس کام کو شروع کردے تو اسطرح سے انشاء اللہ تعالے کبھی زک نہ اوٹھاویگا ۔ اور اگر بتقدیر کچھہ حرج بھی واقع ہوگیا تو بوجہہ کامل ہونے تدبیر کے اوسکا رنج اور پچتاوہ نہین ہوتا پس واضح ہو کہ اگرچہ یہہ عادت سبکے واسطے نقصان دہ ہی ۔ مگر خاص کر امیر اور حاکمون کے لئے زیادہ تر بدنما اور برباد کنندہ ہی کیونکہ انکے ذمہ عدالت کرنا اور بڑے بڑے پیچیدہ مقدمونکا فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ جسکے واسطے نہایت ہی غور و فکر اور آہستگی درکار ہی ۔ یہہ نہایت ہی نامناسب ہے کہ صرف خیال اور قیافہ پر یا ایک دو غیر معتبر گواہون کے کہنے پر حکم لگا دیا جاوے ۔ ممکن ہی خیال غلط نکلے ۔ گواہ جہوٹے اور دوسری جانب سے سازش رکھتے ہون ۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جلد باز حاکمونکی ہاتھہ سے بہت بیقصور سزایاب ہوجاتے ہین اور بدچلن رہائی پاجاتے ہین ۔ لہذا ایسے معاملات مین صد چند غور درکار ہے ۔ ایک ہی مرتبہ خیال مین آنے پر جلد فیصلہ نہ کرے بلکہ محل التوے مین ڈالکر دوبارہ اور سہ بارہ فکر او تلاش کرے حتے کہ ثبوت ہونا پختگی کو پہونچ جاوے ۔ اور یہی دستور ہر ایک عمل کے لئے کرنا چاہیے ۔ تجربہ ہمکو بتلاتا ہے

کہ جال و قیافہ تو علاوہ رہا بعض مرتبہ معتبر آدمی کا قول اور اپنا چشم دید عمل تک غلط ہو جاتا ہے مثلاً کسی مقدمہ کی ایک تقریر دیکھکر ہمارا خیال تو کچھ ہوتا ہے اور وہ دراصل ہوتا کچھ اور ہے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھکر قصور مند کسیکو ٹھہراتے ہیں بعد تشریح کرنے کے الزام دوسرے پر آجاتا ہے اسی لئے ہر کام میں اول خوب جہان بین کرے بعد کو کچھ موہنہ سے نکالے اور حکم پر ٹھہرے۔ اور زبان سے کلام نکالنے میں خاصکر بہت زیادہ احتیاط لازم ہے تاکہ حتے المقدور بے ثبوت اور لاطائل کلمہ زبان سے نہ نکلے۔ اور جس بات کے کہنے سے کسی قسم کا نقصان آپس میں تعلق تنازعہ اور کسیکی دلشکنی یا اپنے اور دوسرے کا عیب یا کوئی راز افشا ہونیکا خوف ہو تو اوسکے لئے زبان بند رکھے۔

بیان اسراف یعنی زیادہ خرچ کرنیکا۔ اوقات سے زیادہ خرچ کرنے میں جسقدر کہ لوگ مبتلا ہیں اور جو کچھ کہ اسکے باعث رنج اور تکالیف گالی اور جوتہ تنازع اور فوجداری وغیرہ کا سامنا اوٹھاتے رہتے ہیں ایسا کسی اور فعل میں نہیں دیکھا جاتا جس مقام پر چند آدمیوں کا باہمی تنازع ہوگا وہاں دریافت کرنے سے لین دین ہی کا جھگڑا نکلیگا۔ عدالتوں میں جسقدر مقدمات پیش ہوتے ہیں اون میں نصف سے زیادہ لین دین کے تنازعہ ہوتے ہیں۔ غرضکہ جہاں دیکھئے اور جس سے پوچھئے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسیکو لینا ہے اور کسیکو دینا حتی کہ امیر جاگیردار نواب اور بادشاہ تک اس بلا میں مبتلا ہیں یعنی قرضدار ہیں اور تعجب کی بات تو یہہ ہے ہر کوئی اپنی آنکھ سے نتایج بد دیکھتا ہے مگر قرض لینا ترک نہیں کرتا بلکہ روزمرہ اور دلیر و شیر ہوتا جاتا ہے لہذا میرے نزدیک سب سے بہتر تو یہہ ہے کہ دنیا سے یہہ قاعدہ ہی اوٹھا دیا جائے یعنی نہ کوئی قرض لے اور نہ دے چاہے کیسی ہی ضرورت درپیش ہو اور حقیقت اگر ان چار ہدایات مفصلہ ذیل کی کامل طور سے پابندی اختیار کیجاوے تو کبھی کسیکو قرض لینے کی حاجت ہی نہو۔

ہدایت اول۔ بجمیع اخراجات رسموں کو جنمیں کہ جہان بھر کا روپیہ کھنچا چلا جاتا ہے اور لوگونکو خواہ مخواہ مقروض کرتا ہے غور کرکے تخفیف اور ترک کرنا چاہیے ہدایت دویم اپنے اخراجات کا اندازہ نسبت بہ حیثیت آمدنی کرنا لازم ہے ہدایت سیویم ریس اور شیخی کو دل سے نکالکر ہر حالت میں اپنا فائدہ اور آرام مدنظر رکھے۔ ہدایت چہارم برادری کے لوگوں اور دوست وغیرہ کا طعنہ زنی سے زیادہ

روکنا چاہئے +

بیان ہدایت اول - خوب تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ زیادہ تر لوگ یعنی قریب قریب کل ہماری ملت اور مذہب کے صرف بباعث پابندی رسومات بیہودہ نامناسب (جنکا خرچ حیثیت سے زیادہ ہو) خراب قرضدار اور بدنام ہوتے ہیں کیونکہ اکثر ہر ایک شخص ایسا ہے کہ اگر بھی اپنے ضروری روز مرہ کھانے اور کپڑے کے خرچ کا بندوبست بغیر از قرض لینے کے اپنی پیشہ اور کسب کے ذریعہ سے کر لیتا ہے مگر رسومات شادی و غمی جو کہ وقتاً فوقتاً ہر ایک کے لئے پیش آتی ہیں اور جنکے اخراجات کو لوگوں نے ایک دوسرے کی ریس اور مقابلہ میں زیادہ ترقی دے رکھا ہے سب کو زیر بار کرتی ہیں بالخصوص بیاہ اور شادیوں میں زیادہ تر محتاج اور تباہ ہوتے ہیں جیسے جیسے انسان کی عمر کو ترقی ہوتی جاتی ہے ویسے ہی بزرگوں کے مرنے اور اولاد کے پیدا ہونے کا تار لگا دیتا ہے اس لئے ایک شادی کے قرض سے فراغت نہیں ہوتی کہ دوسرا بیاہ پیش آ جاتا ہے اور دوسری جانب ایک میت کے رسومات وخرچ کا قرض ادا نہیں ہونے پاتا کہ دوسرے کے لئے قرض لینا ہوتا ہے غرضکہ بیچارے اپنی جان پر سختی کر کے پس انداز کرتے ہیں اور اپنا پیٹ کاٹ کر قرض خواہوں کو سو روپیہ کا ڈیڑھ سو دیکر عمر اسی ادھیڑ بن میں گذارتے ہیں مگر رسومات کی ادائگی ضرور کرتے ہیں کما کما کر تھک جاتے ہیں مگر پس انداز نقد پیسہ کی شکل کبھی دیکھنے کو نہیں ملتی سب کا سب سیٹھ و مہاجنوں کے نذر ہو چلا جاتا ہے اور تعریف یہ کہ جب وقت اور خرچ کا موقع آتا ہے تو دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلائے بھیک سی مانگتے پھرتے ہیں کسی کی منت کر کسی کے سامنے ہاتھ جوڑ اور کسی کے پیر و پر دستار رکھ - بیس قسمیں کھا - ہزار وعدہ کر - اور جھوٹ بول غرضکہ ہزار شکل صدہا حیلہ کر کے جو کچھ کہ سودی قرض ہی لائے تو اسکو آناً فاناً ایرے غیرے نتھو خیرے طعنہ زن پیٹ بھر کھا پی رفع چکر ہو گئے اب خود خالی ہاتھ بیٹھے ہوئے سر پیٹیں اور نصیبوں کو روویں - قرضدار ہو گئے تو اب آنکھیں کھلیں - جن خزانوں سے قرض لائے تھے اوس میں حصہ زیادہ سود خواری او ٹہائیں جا بجا بھیک مانگیں بدنیتی کر کے لوگوں کے حق دبائیں تو قرض ادا ہو بشرط زندہ رہنے ورنہ عاقبت میں گھسیٹے گھسیٹے پھرینگے علاوہ ازیں یہ جو حضرت سے خواری زیر باری اور قرضخواہوں کی لات و گالی - خدا سے بے خوف ہونا - اور جہان سے بے شرم ہونا جو کہ صرف نام و یا مجمع برادری میں

الفاظ سننے کے لئے کیا تھا یعنی فلان نے خوب شادی کی۔ کیا خوب کھانا کھلایا۔ جہیز کیا بھاری
ری بہت اچھی دی اپنے باپ کا مرنا اچھا کیا واہ شاباش اس بے حیثیتی تو وضعداری اور بھکاری پنا
ت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ توجیہ بعض مرتبہ کہلانے وغیرہ مین اتفاقیہ ذرا سا نقص رہجانے سے ایسے ہی بدنام
رتا ہے کہ سب کیا کرایا برباد ہو جاتا ہے اسیواسطے مثل مشہور ہے کہ نہ کرنا ایک عیب اور کر کے نامہ عیب
ہ ایسی حالت مین سب ملت کے لوگونکو لازم ہے کہ اپنی اپنی برادری مین اتفاق کر کے بیقاعدہ
جائز رسومات کو قطعاً ترک کرادین اور بیکار وکم حیثیت و درجہ والون کو جو کہ خواہ مخواہ ہی قرض لیکر
سیکا حق دبا کر فضول خرچیان کیا کرتے ہین بجائے شاباش نفرین کرین۔ کیا خوب ہو جو مذہب کے
ق بہ اطاعت خدا و رسول کارروائی کیجاوے۔ کیا اچھا ہو جو عقل سے بھی کام لیا جاوے
ی راضی ہوا اور خود بھی خوش رہین۔

ن رسومات شادی کا۔ چنانچہ رسوم شادی جو کہ بچے کے شکم مین آنیکے وقت سے لیکر اختتام
لے نکاح جو جو پیش آتی ہین وہ مجملاً ذیل مین درج ہین اور جن سے ہر ایک معلوم کر سکتا ہے کہ ایک
کے پیدا ہونے مین اوسکے والدین کو کسقدر مصارف بیجا کا بار اٹھانا پڑتا ہے جو کہ بالکل لاحاصل
۔ اکثر دیکھنے مین آیا ہے کہ بعض پیدایش بچہ سے پیشتر ہی دو چار سو روپیہ صرف کر دیتے ہین
ن بعد کو اسقاط ہو گیا یا بچہ مردہ ہی پیدا ہوا یا دو ایک روز تک مر گیا یا عورت ہی کی
پر صدمہ آیا جو کہ اکثر ہوتا ہے۔ بلکہ ایسی حالتمین تو یعنی ایام حمل سے لیکر وضع حمل کے ایک
ت خاص حاملہ کی جان پر سخت صدمہ پہونچنے کا اندیشہ رہتا ہے پس ان وقتون مین بجائے
ین مین خوشی کے ساتھ کہانا کھلانے۔ ناچ دگانا کرانے اور شیرینی تقسیم کرنے کے گاہے گاہے
یب و محتاجین کو بطور الصدقہ ردبلا کے کہلا دین تو کیا مضائقہ ہے اور علاوہ اسکے یہی حال اون
ت کا ہے جو کہ بچون کے کامل طور پر ہوش مین آنے سے پیشتر اونپر نہ معلوم روپیہ صرف کیا جاتا ہے
چے بعد کو چیچک وغیرہ امراض متعدیہ مین جنکا کہ چھ سات سال کی عمر تک لازمی خوف ہوتا ہے
ہلک عدم ہو کر اپنے والدین کو قرض دار اور خرچ سے زیر بار چھوڑ جاتے ہین جو کہ اون کو

عمر بہر رولاتا ہے اب ایسے موقع پر کون ایسا شخص ہے جو کہ اسطرح کے صرف کرنیوالے کو عقل سے بے بہرہ اور مجنون نہ بتلاسکیگا - اور اس قسم کے خرچ کرنیکو کوئیں مین پھینکدینا نہ کہیگا - ہان البتہ کیا خوب ہو اگر وہ سب روپیہ جو کہ شروع سے اخیر تک بچہ پر (سواے خوراک و کپڑا) سب اٹھانے لگایا جاتا ہے علیحدہ جمع کرکے بوقت موقع اپنی مرضی کیموافق کسی علم کے پڑہانے - فن و کسب سکھلانے مین صرف کیا جاوے یا بجز اشد ضروریات پیدا ہونیکے تدبیر وحیلہ معاش منظور ہو مثلاً سوداگری - دوکانداری - و سفر خرچ بہ تلاش روزگار وغیرہ کام مین لایا جاوے *

نام و مواقع رسوم - حاملہ عورت کا چار ماہہ - سات ماہہ - آٹھ ماہہ - روز پیدائش بچہ - چھٹی - چلا - عقیقہ غسل بعد چالیس روز - سالگرہ - روز ترک کردن شیر مادر - گھٹنوں چلنا - کھڑا ہونا - یا پیدل چلنا - لڑکے کا ختنہ کرنا - لڑکی کیواسطے ناک و کان چھیدنا - بسم اللہ پڑہانا - آمین کرنا - منگنی کرنا - اور اسکے متعلق ہر تہوار یعنی عید و بقر عید وغیرہ مین جانبین سے لین دین - نکاح اور اسکے متعلق بری - جہیز - بہات - سلامی - موہنہ دکھائی - آرسی مصحف - رت جگہ - بہوڑہ - چوتھی - چار جمعہ کرنا - اور ان رسومات کیہمراہ برادری کو کہانے کھلانا دیا خشک چاول - شکر اور مٹھائی بانٹنا اور اقارب کو کپڑون کے جوڑے تقسیم کرنا - اور اسکے بدلے مین نقد روپیہ لیکر اونکو زیر بار کرنا - یا نانی اور ماموون کا ہر تقریب پر بطور بہات بیسیون روپیہ صرف کرنا - چنانچہ ان سب رسمون کیلئے اگر موافق قاعدہ خرچ کیا جاوے تو پچاس روپیہ ماہواری کی آمدنی والا شخص ایک ہی بچہ کے پیدا ہونے مین عمر بہر قرضدار اور دوسرون کا حاجتمند رہیگا اور قرضدار ہی مریگا اسپر طرہ یہ بلا کی و ناجائز آمدنی ہے - تو گویا کہ اولاد کیا ہوئی بال جان ہوئی بچہ کے پیدا ہونیکے لیئے بجاے خوشی - رنج کرنا ہوا - بیچارہ مرد جو کہ پیشتر ہی گذر اوقات کے لائق بمشکل کما سکتا تھا - اولاد کے پیدا ہوتے ہی عورتون اور دیگر طعنہ زنون کے خوف سے ایک رقم زر کثیر کے فکر مین پڑا اب ہر ایک ہمسایہ و خویش اسی فکر مین ہے بلکہ اشتعال بھی دیتے ہین کہ وہ شخص خواہ نخواہ جوا کھیلکر - چوری کرکے - غصب دینن کرکے - خیانت کرکے - جھوٹ بولکر - رشوت لیکر - بھیک مانگکر - سودی قرض لیکر - غرض جس حیلہ سے بنے روپیہ لاوے اور دونون جہان مین اپنا موہنہ کالا کرے - مگر لوگون کا موہنہ لال کرے - تف ہے اس پابندی رسوم پر

کہ دنیا مین عمر بہر انسان پاپڑ بیلے ۔ ہزارون ایذا سہے ۔ تکلیف اُٹھاوے ۔ ہر وقت ہجوم تفکرات مین غلطان اور پیچان رہے ۔ اور بالآخر حق العباد گے پیچھے عاقبت مین بھی پکڑا ہوا پہرے ۔ لہذا التماس ہے عقل سالم ہمکو یہہ راہ بتلاتی ہے کہ سب نامناسب رسمین اور فضول پابندیان یکلخت ترک کردیجائین ۔ کوئی کسیکو نہ ٹوکے اور نہ طعنہ زنی کرے شادی ہو یا غمی کے کامونکی ادائگی ہر ایک کی خوشی اور منشا پر چھوڑدیجاے کہ وہ جسقدر چاہین خرچ کرین مگر ان دو امور سے خلاف نہون ۔ اول ان خاص کامون یعنی رسوم پوری کرنیکے لئے قرض نہ لیا جاوے ۔ دویم کوئی کام خلاف شرع نہو ۔ اور امیرونکو کہ جنکے پاس کچھ نقد جمع ہو ۔ آمدنی بہی برابر جاری ہو اور بہ نسبت خرچ کے پس انداز زیادہ ہوتا جائے اختیار ہے کہ جسقدر چاہین خوب دل کہولکر ادائگی رسوم کیلئے کوشش کرکے خرچ کرین بشرطیکہ ان امورن کو ملحوظ رکہین ۔ کوئی عمل خلاف شرع نہو ۔ قرض ہرگز ہرگز نہ لیا جاوے ۔ کل خزانہ اور جمع پر ہاتھ صاف نہ کیا جاوے کیونکہ اکثر امیرونکو اتفاقاً بڑی بڑی ضرورتین پیش آجاتی ہین کہ جسوقت اون کے ہاتھ کا خالی ہونا بڑا عیب اور بدنامی کی بات ہوتی ہے اور چونکہ دراصل ان رسمون کو امیرون ہی نے دو فائدون کے لئے ایجاد کیا تھا ۔ یعنی اول تو کسی صورت سے روپیہ خرچ ہو دویم دوسرونکو نفع پہونچے ۔ پس وہ ہی انکی ادائگی بھی بخوبی کرسکتے ہین مگر بباعث ریس اور شیخی کے عوام الناس کی عقل ماری گئی اور اس قول ہندی کے مصداق ہوگئے مثل ۔ گھوڑے کی نعلبندی دیکھکر مینڈک نے بھی پیر اوٹھایا ۔ اعتراض اجی حضرت یہ روپیہ خرچ ہی کرنے کہانے اور کہلانیکے واسطے ہے نہ کہ جمع کرنیکو جواب ۔ بہت درست ہمارا بھی اسپر اتفاق ہے مگر یہہ تو فرمائیے اسکو کون عقل اسبات کو مانیگی کہ آپ بہیک مانگو قرض لو ۔ ایذا سہو اور دوسرونکو کہلاؤ ۔ پس اس طریقہ سے نہ تو نام ہی ہونا چاہئے اور نہ ثواب ۔ اجی حضرت زید کو کہلانے اور لوگون کو کہانیکی تو تب ہی کیفیت اور لذت ہے کہ جب زید خوش ہوکر کھلادے اور وہ کسیطرح زیر بار بھی نہو ۔ اور برخلاف حالتمین تو زید محض بیوقوف اور نالائق ہوا اور کہانیوالے بداندیش بے شرم اور خودغرض ٹہیرے بڑا ہی افسوس ہے برادری کا حق ادا کرنے خوشی کے ساتھ آپس مین ملکر کہانے ۔ دنیا کی نام آوری کرنے غربا و مساکین کی خدمت کرنے اور مردون کے ثواب پہونچانیکو کون منع کرتا ہے مگر پہلے آدمی اپنے گھر

اس لائق بناکر باقاعدہ کارروائی بھی تو کرسے یعنی قرض نہ لے۔ اپنی پرچہ پرنہ سمجھے اور غربا و مساکین کا زیادہ لحاظ رکھے خصوصاً میت کے کہانیکو فقیروں اور غریبوں ہی پر مخصوص رکھے ورنہ نتیجہ تمام بعد کو یہ بھی اور تضیعتی ہوئی اور بجائے ثواب عذاب میں گرفتار ہوئے یعنی مال فضول گیا تو کیا فائدہ نکلا نعوذ باللہ من ذالک۔

آداب ادائگی رسومات شادی ۔ شادی کی تقریبوں میں جسقدر کہ رسمیں جاری کی گئی ہیں انسے بزرگونکا اصلی منشا تو یہی تھا کہ چندے باہمی خوشی اور محبت کے ساتھ جلسہ ہو دل لگی اور مذاق ہو۔ دوسروں کو فائدہ پہونچے۔ اور دنیا میں نام ہو جو کہ حقیقتاً مناسب بھی ہو بشرطیکہ انسان اسکی گنجائش رکھتا ہو۔ مگر ہر ایک شخص کو دوسرونکی ریس کر کے پابندی رسوم کی کوشش کرنا دیانہ کرنیوالیکو خواہ نخواہ طعنہ زنی کرنا حماقت کی دلیل ہے کیونکہ انکی ادائگی فالتو زر کثیر سے تعلق رکھتی ہے۔ پس اسکے واسطے علاوہ اون قاعدوں کے جو کہ خرچ کرنیکے بارہ میں اوپر ذکر ہو چکے ہیں یہہ بھی قانون ہونا چاہئے کہ جو رسمیں فضول اور لاطائل ہوں یا جنمیں فحش کلامی سے بیحیائی اور ناشائستگی ہو۔ و یا دوسرونکو تکلیف اور زیرباری ہو مثلاً آتش بازی چھوڑنا۔ ناچ و رنگ کرنا بیٹھنے گوانا۔ ایک مجمع میں آرسی مصحف کی رسم ادا کرنا۔ نوشہ کا دلہن کو گود میں اوٹھانا۔ نوشہ سے پیر دہلوانا کھیر کھلانا۔ نوتہ۔ سلامی۔ سونہہ دکھائی۔ اور جوڑے نکالینا دینا وغیرہ نہیں ہونا چاہئے۔ جن گھروں میں کہ شادی ہوتی ہے۔ اونکے اخراجات خاص کا بار حسب حیثیت اور قاعدہ اونہیں لوگوں کو اوٹھانا چاہئے۔ یہہ کون تعریف کی بات ہے کہ ایک شادی کے پیش آنے سے تمام محلہ والوں کو کچھ نہ کچھ دینے کی فکر دامنگیر ہو جاوے اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بہت گھر ایسے ہوتے ہیں کہ جنکو دینے کی بالکل حیثیت نہیں ہوتی مگر بلا چاری طعنہ زنی کے خوف سے اپنا پیٹ کاٹکر اور تکلیف اوٹھا کر موہنہ دکھائی وغیرہ ضروری ہیں جنکو قطعی بند کرنا لازم ہے۔ اور اسطرف شادی کرنیوالیکا بھی علاوہ خاص اخراجات کے اور بہت سے فالتو لوگونکو نقد اور جوڑے دینے سے خرچ بڑہ جاتا ہے۔ پس برادری کے لوگوں دوستوں اور غریبوں کو کہانا کہلانا علاوہ اسکے خاص دولہا و دولہن کے جوڑوں اور زیور کا بندوبست کرنا اور اپنے گہر کے خدمتی لوگونکو دینا جسقدر ہو سکے مناسب خرچ ہے۔

بیان ہدایت دوم ۔ یہہ ایک بڑی موٹی بات ہے جسکو ہر ایک کم عقل اور گنوار تک جانتا ہے کہ انسان کو ہمیشہ اپنی آمدنی سے خرچ کو کسی حالت میں بھی بڑہانا نہ چاہئے ورنہ بڑے بڑے تفکرات اور بد نتائج کا موہنہ دیکہنا ہوتا ہے

بموجب ہندی مثل ۔ جسقدر چادر لمبی ہو اوسیقدر پیر پھیلائے ۔ مگر بیانیہ واسطے سہولیت بیان ایک مثال فرضی قصے کے پیرایہ مین بیان کیجاتی ہے تاکہ ابتدا سے اخیر تک جو کچھ فضول خرچ کو پیش آتا ہے ایک نظر دیکھنے سے فوراً معلوم ہوجاوے فرض کرو کہ ایک شخص دس روپیہ ماہوار کی آمدنی رکھتا ہے اور گیارہ خرچ کرکے ایک روپیہ کا قرضدار ہوجاتا ہے چنانچہ اول مہینے مین تو وہ خیال کرتا ہے کہ ایک روپیہ کچھ بڑا قرض نہین ہے ۔ جب چاہونگا ادا کردونگا اور دوسری جانب دینے والیکو بھی یہی گمان ہوتا ہے کہ جب چاہے وصول کرلونگا ۔ مگر کسی نے یہہ غور نہ کی کہ جب ہر ماہ یہی حال ہوگا تو سال بھر مین بارہ اور مع سود دسواں تیرہ روپیہ ہوجاینگے پھر طبیعت کا خیال کو ترقی نہوئی ورنہ پچاس تک ہوجانا کچھ تعجب نہین ۔ اب فرمائیے کہ اس نالتو رقم کو بعد ایک سال کے کون ادا کرے اور اگر بالفرض کچھ عقل ہونیکی وجہہ سے چند ماہ کے بعد خرچ کی زیادتی بھی کم کردی گئی یعنی آمدنی کے موافق خرچ کردیا گیا تب بھی اون زائد روپیونکا جوکہ اول خرچ ہوچکے ہین ادا ہونا دشوار ہے ۔ اب پیٹ کا کاٹنا مشکل جہانکہ روز گوشت کہاتے تھے وہی روز دال کہانا سخت ہوا ۔ پھر اس درمیان مین قرضخواہ نے تقاضا شروع کیا جسکو بہ لاچاری دو نیسے قرض لیکر دیدیا گیا اور ابتدائی تقاضہ سے سبکدوشی حاصل کی مگر چندہی روز بعد اوس نے بھی سود ملا کر مانگنا شروع کیا یہان اونکے پاس جسمین بھی بس اندازہ نہین ہوتا اسلئے دق ہوکر زیور یا مکان کو کچھ اور روپیہ لیکر رہن رکھدیا ۔ اب اوس فالتو مال سے چندے خوب گل چھرے اڑائے اور دو چار چپک کپڑون کے جوڑے بنوائے اور انکے ماننے برادری کی ایک دو بیاہی رسمیں تقسیم کردیا بعدہ ایک تھوڑے عرصہ کے گذرنے پر مہاجن نے سود بڑھا کر پھر تقاضا شروع کیا جبپر کہ آپنے کچھ زائد روپیہ طلب کرکے اوسی زیور یا مکان کا بیعنامہ ہی لکھدیا اسیطرح رفتہ رفتہ جناب کی جائداد بھی جوکہ آمدنی کا صیغہ تھا نذر قرضخواہان ہوگئی اب خالی ہاتھ تالیان بجائین مگر خیر اسحالت مین بھی ہزار شکر کیا کہ قرض سے فارغ ہوے اور خود بچگئے گوکہ مکان و جائداد چلی گئی ۔ مگر اب اخراجات روزمرہ کہانسے لائین بس لاچار پیٹ کی خاطر بھیک مانگ مزدوری کر چوری اور ٹھگی سے رسائی پیدا کرکے یا جھوٹی گواہیان دے دیکر گذارہ کرنا شروع کیا ۔ اور اگر شائستہ خواندہ و محنت کش ہوئے تو بتلاش روزگار پردیس چل نکلے ۔ اور بیوی بچونکو بھوکا اور ننگا خدا سپرد کیا ۔ خیر خوبی قسمت سے جو کہین نوکر ہوگئے تو پھر وہی رنگ جمے دس کی تنخواہ ہوئی تو پندرہ کا خرچ

شروع کیا۔ اور آنکھ بند کرکے لگے نورمہ چھلیدار اُڑانے اور کپڑے بوٹیدار پہننے۔ اب حالانکہ یہہ لازم تھا کہ اس مرتبہ فضولخرچی کے بدنتائج پر غور کرکے قرض لینے کا نام بھی نہ لیتے مگر گذشتہ را فراموش کرکے قرض لینے میں کچھ زیادہ دلیر ہوگئے یعنی اگر اسی اثنا میں کسی لڑکا لڑکی کی شادی پیش آگئی تو آپنے بڑی شرمانشرمی تین چار سو روپیہ قرض لیکر دہوم دہام بھی کی اور خوش آمدیوں و حیاتی شکوچی پانچوں اُنگلیاں گھی میں تر کرادیں اور اسطرف اُنہونے بھی چکنی و چپڑی باتیں کرکے ذاتعریفین کردیں بس یہہ خوش ہوکر سب لین دین فراموش کرگئے لیکن بعد از چندے جب قرض خواہوں نے دبانا شروع کیا تو ہوش اُڑا اور ادائیگی کی سبیل نکالی یعنی رشوت عصبت غبن شروع کیا بالآخر سودن چور کے ایکدن شاہ کا کہین پہ پکڑے گئے نام کٹ گیا یا جیلخانہ بھیجدیے گئے اور اگر اسکی برداشت نہ کرسکے تو زہر کہا کے جان دیدی یا جیلخانہ مین ہی گھل گھلکر مرگئے تھا کو سدہارے اور قرض کا بار گردن پہ لیگئے اسطرف قرض خواہ روئین اور بیٹھیں اور عیال اطفال بہیک مانگیں۔ چنانچہ قصہ مذکورہ بالا سے جو کہ فضولخرچی کے بدنتائج کا عکس ہے ہر ایک با آسانی معلوم کرسکتا ہے کہ یہہ عمل دنیا اور عاقبت دونوں مین خرابی کی نشانی ہے لہذا عقلمند انسان کو لازم ہے کہ اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھے مثلاً اگر ایک وقت میں آمدنی تین چار آدمیوں کا خرچ ہو اور ... پچاس روپیہ ماہوار کی آمدنی رہجاوے تو اپنے اخراجات بقدر تخفیف کرے یعنی بجا ہے گذشتہ ... اناج کی روکھی روٹی اور لباس تہذیب کی جگہ سستا موٹا اور غیر ضروری اشیاء کا استعمال ... کو موقوف کرکے باقی آپ ... اور کپڑے ذرا گھٹتے ہوکر گذر کرے ... بالکل ... خود آنے سے غرضکہ اسطرح سے اپنی جانکو ذرا تکلیف دیکر اور ظاہری ... رکھکر خرچ کو گھٹاوے یہانتک کہ یہہ طور آمدنی سے کسیقدر مین بھی خرچ زیادہ ہونے پاوے بلکہ حتی الوسع کم از کم چوتھائی یا آٹھواں حصہ پس انداز کا بندوبست کیا جاوے تاکہ یہی رقم بوقت موقع شادی و دیگر تقریب وغیرہ مین حسب منشا کام آوے یہہ سب باتین بہتر معلوم ہوتی ہین کہ ہم سے بغیر از گوشت روٹی نہین چلتی یا موٹا کپڑا جسم مین گڑتا ہے اور باہر بالین لاتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے۔ اجی حضرت آدمی کو چاہئے کہ جیسا وقت اسپر آوے اوسکی چال پر خوش

تو خوش اللہ تعالیٰ کا شکر کرکے اپنی ہی رفتار کریگا کہ اگر بباعث تنگی خرچ روٹی بھی نصیب نہو تو دو وقت کہا کے
گذر کرے۔ کپڑے کی قلت دیکھے تو صرف کرتہ دوپٹہ ہی سے کام چلاوے اور اگر اسپر بھی تنگی نکلے تو زیادہ بیٹھ ہو جاوے
تو اسکو خشک دیا بقول شخصے شربت کے پیالہ و موجودہ تن کے کپڑوں ہی پر گذر ہو سکے مگر ہرگز ہرگز ایک
حبہ قرض لینے کا ارادہ نہ کرے۔ یہ جو آجکل اخراجات کی سختیاں اور قرض کی زیرباریاں ہو رہی ہیں یہ
لوگ خود کر رہے ہیں ورنہ خداوند کریم کسیکو بھی اسکی وسعت سے زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتا اگر یہ
تو نصیحت سمجھ میں آ جاوے کہ خدا اور رسول کو پورا پورا ماننے یا کچھ عقل بھی ہو اور یہان دونون مدار د۔
بیان ہدایت اسکو یہ دوسرے کی ریس کرکے اپنے آپ کو زیربار کرنا نہایت ہی بے عقلی کی دلیل ہے۔ جو شخص جس درجہ
اور حیثیت کا ہو اوسکو اپنے ہی مقام پر قائم رہنا چاہئے۔ خرچ کے معاملہ میں غریب کو امیر کی کم حیثیت
کو خوشحال کی ریس کرنا وسیلہ ہونیکی نشانی ہے۔ دیکھو یا اگر تین چالیس روپیہ ماہوار کی آمدنی
والا جو کچھ کام کرے تو دس روپیہ ماہوار کی آمدنی والیکا فرض نہیں ہے کہ وہ بھی ویسا ہی کرے بلکہ
انصاف تو یہ ہے کہ اگر شخص اول نے بغیر قرض لئے اپنی موافق حیثیت خود جو کچھ خرچ کیا ہے تو دوسرے کو اوسی قسم
کی تقریب میں چہارم حصہ کرنا چاہئے اگر وہ شاید شیخی میں آکر شخص اول کی برابری کا دعوے کرتا ہے تو بیشک
خستہ و خراب ہوگا۔ حالانکہ شب و روز دیکھنے میں آتا ہے کہ اکثر لوگوں کو شیخی اور ریس نے خراب کر رکھا ہے اور بعضے
امرا نواب جاگیردار تو نہ عاقبت دان و بے عقل خوشادیوں کے بہکانے میں آکر اپنا ملک زمین اور جائداد تک
قرق کرا کر نان شبینہ کو محتاج ہو جاتے ہیں مگر کسیکو بھی نصیحت نہیں ہوتی ایک دوسرے کا خستہ حال دیکھکر
ہنستا ہے۔ بوقت خرچ کرنیکے ہر ایک یہی خیال کرتا ہے کہ فلاں شخص نے شادی میں تین سو جوڑے چڑہائے
تھے تو میں چار سو پیش کرونگا۔ یا اوسکے یہاں دو کہانے ہوئے تھے تو ہم چار کہانے دینگے۔ یا فلاں
شخص نے بیٹھک اور مکان بنایا ہے تو بندہ درگاہ بھی بلا ضرورت ٹیپ ٹاپ کی ایک نشستگاہ طیار کرائیگے
وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ ان فعلوں سے کیا نقصان متصور ہے اور بالآخر اسکا نتیجہ کیا ہوگا۔ اور
قرض لیکر جو کیا جاتا ہے تم ہی کو دینا ہوگا اور ادائگی کے لئے زیرباری بھی تمکو ہی اوٹہانی ہوگی اور مرنے
سے پیشتر ادا نہوا تو عاقبت میں بھی ہمارا ہی دامن پکڑا جائیگا۔ پس لازم ہے کہ ان باتوں کو زیرنظر

کرکے اور اپنا فائدہ و نقصان خوب سمجھکر کسیکے مقابلہ اور ریس ہرگز نہ باندھے۔

بیان ہدایت چہارم۔ تجربہ سے دریافت ہوتا ہے کہ اکثر یعنی قریب قریب فی صدی بچانوے تو صرف برادری والون ہمسایون دوستون اور شہر والون کی طعنہ کے خوف سے فضول خرچی پر آمادہ ہوتے ہین ورنہ کوئی شخص بھی بلا حیثیت خرچ کرکے دین و دنیا کی بلا مین مبتلا ہو۔ اور درحقیقت ان لوگون کو بھی مناسب نہین ہے کہ کسیکو ایسے معاملات مین ٹوکنے اور بدنام کرنیکا ارادہ کرین بلکہ عقل کی تو یہہ بات ہے کہ حیثیت سے زیادہ خرچ کرنیوالے کو سمجھادے اور منع کرے اور نہ ماننے والے کو برادری سے خارج کیا جاوے یعنی کوئی اوسکی شادی اور غمی مین شریک نہو تاکہ اس خوف سے ہر ایک بیجا صرف کرنیسے دست بردار رہے کیونکہ درحقیقت وہ شخص سب سے پرلے درجہ کا بیحیا ہے جو کہ دنیا اور عاقبت کے رنج مصائب اور جھڑکیون سے بیخوف ہوکر لاحاصل صرف کرنے پر آمادہ ہوتا ہے اور فی صدی پانچ آدمی ایسے دستیاب ہوتے ہین جو کہ بغیر از خوف طعنہ زنی صرف اپنی ہی دل لگی سے نام دری کیلئے بیجا و فضول خرچی ہرگز باندھتے ہین جنکا علاج سوائے اسکے کہ برادری سے قطعی خارج کئے جاوین اور کیا ہوسکتا ہے مگر بچانوے اول مذکور تو صرف طعنہ مارنے کی زبان رکنے ہی سے بیجا و فضول خرچیون سے محفوظ رہ سکتے ہین۔

بیان قرض لینے کا۔ واضح ہو کہ ان چار ہدایات مرقومہ بالا پر اگر پورا پورا عمل کیا جاوے تو امید کامل ہے کہ کبھی کسیکو قرض لینے کی ضرورت ہی نہو اور اگر بالفرض کسی خاص سبب سے قرض لینا منظور ہی ہو تو پیشتر اپنے مین یہہ تین صفتین پیدا کرلیوے۔ اول نہایت ہی اشد ضرورت کا ہونا۔ دوئم بہت کم قرض لینا۔ سوئم خوش معاملگی اختیار کرنا

اول اشد ضرورت کا ہونا۔ ضروری کام اونکو کہتے ہین کہ جنکے بغیر حرج واقع ہو مثلاً قرض لینا کھانے کے واسطے جسمین جان بچے اور کپڑے کے واسطے کہ جسمین ستر ڈھکے اور وہ بھی ایک دو وقت کے بعد روزگار بنانے اور معاش پیدا کرنیکے واسطے عمل کرنا بھی ضرورت مین داخل ہے۔ اسقدر مکان بنانا کہ جسمین انسان موسمی آفات سے محفوظ رہ سکے۔ نکاح شرعی کے لئے جو کہ دراصل ضروری ہو مُردے کو تجہیز و تکفین کرنا۔ علاوہ انکے اور کام ضرورت سے خارج تصور کئے جاتے ہین۔

دویم قرض لینا۔ چنانچہ جب اشد ضرورت پیش آجاوے تو حتی المقدور یہ ہی کم قرض لے تاکہ ادائگی کے واسطے وقت نہو پس اگر کسی قسم کی آمدنی ہو تو ایک مرتبہ قرض کیلئے باموازی آمدنی کے مقابلہ میں [illegible] سے زیادہ لیا جاوے دویم بغیر ادائگی قرض اول دوبارہ لینے کا قصد نہ کرے اور اگر کوئی سلسلہ آمدنی کا نہیں تو قرض لینے کا نام تک نہ لے۔

سویم خوش معاملگی اختیار کرنا۔ خوش معاملہ وہ شخص ہے جو کہ لین دین کا صاف اور اقرار کا سچا ہو [illegible] قرض لیکے معاملہ مین اپنے ہزار حرج کرے اور سو تکلیف اوٹھاوے مگر اقرار پر پورا ادا کرے ورنہ قرض لینے کا نام نہ لے جیسے کہ خوش معاملگی نہیں گویا کہ وہ انسانیت کے جامہ سے باہر نکل گئے ہیں بلکہ [illegible] اگر نکالا جاوے تو بہتر ہے تاکہ اس گردن زدنی سی مخلوق کو آزار نہ پہونچے۔ اور اگر غور سے دیکھا جاوے تو [illegible] خوش معاملگی آجکل یہاں سے عنقا ہوتی جاتی ہے بہت کم لوگ سچے اور خوش معاملہ نظر آتے ہیں [illegible] [illegible] جا بجا موجود ہیں اور بعض تو ایسے ہوئے ہین کہ اول اول دو چار معاملوں میں [illegible] پکا [illegible] بالآخر کوئی بڑی رقم پر ہاتھ صاف کر دیا ہو گا دیکھا ہے ایسے شخصوں کو بھی [illegible] کھے

قاعدہ برائے قرضہ دہندگان۔ قرض دینے والوں کو لازم ہے [illegible] ہی بند کیجئے قربت اور دوستی کا لحاظ کرکے شروع میں ہی انکار کر دیا کریں [illegible] [illegible] کا مصداق ہونا پڑے بارہا آزمایا ہے اور نتیجہ دیکھے ہیں [illegible] نقصان کچھ بھی [illegible] نہیں ہوتا البتہ سود لینے والوں کو منفعت ہے اگر بیچ اس [illegible] سے وصول نہوا تو دوسروں کے سودی روپیوں میں مجرا کر لیا مگر جو کہ قرض حسنہ دیتے ہیں اونکو تو ہمیشہ کچھ نہ کچھ نقصان اُٹھانا ہی پڑتا ہے کیونکہ فی زمانہ لوگوں میں بدنیتی زیادہ ہوگئی ہے لہذا اول کی تھوڑی سی بیحیائی یعنی قرض مانگنے والے کو صاف انکار کر دینا اپنے اوپر گوارا کر لینا بہت بہتر ہے بعد کی رق زق اور بق بق تنازع۔ فوجداری اور عدالت بازی سے۔ اور اگر قرض دینا ہی منظور ہو تو کیا تو لینے کا ارادہ ہی نہ کرے اور اگر واپس لینا منظور ہو تو اول لینے والے میں ان تین صفتوں کا موجود ہونا دیکھ لیوے۔ اشد ضرورت کا ہونا۔ قرض کی تعداد کم ہونا۔ انسان کا خوش معاملہ ہونا۔

اور بعدہ ادائگی کی سبیل دریافت کرنا ضروریات سے ہے مثلاً اوس شخص کے پاس کسی آمدنی کا پس انداز کی لائق ہونا و یا کوئی
سامان یا جائداد کا موجود ہونا اگر جس سے وہ حالتوں میں بھی وصول کی اُمید ہو۔ پس جبکہ یہ سب باتین تحقیق کو پہونچ
جاوین تو اپنے حرج اور نقصانونکا اندازہ کرکے اول مرتبہ کے اندازہ و مقدار کا فیصلہ کرلیوے اور ان بعد
موافق قانون شریح الوقت [illegible] کی تعمیل کرکے قرض دینے کا ارادہ کرے ورنہ ہرگز ہرگز زبانی
گفتگو پر اعتبار کرکے کبھی قرض دینے کا قصد نہ کرے جیسا کہ بعض لوگونکی عادت ہوتی ہے کہ
کم تعداد اور چند روز کے اقرار پر قرض دے بیٹھتے ہیں کیونکہ بعض بیچ کار روائی پر مبنی ہے اور اگر کسی تمام شخص سے ورثہ کا نقد
[illegible] کیونکہ بدنیت ہوکر انکار کرنا اور بھول جانا
[illegible] لہذا لوگون کا ہونا سر موقع کیواسطے
[illegible]

بیان [illegible] عاریتاً [illegible] اور اسباب کو جو کہ ضرورت ہونیکی چیز ہو چند روز
[illegible] کیلئے لیجاوے عاریتاً لیا جاتا ہے [illegible] درحقیقت ایک قسم کا قرض ہے کہ بعد از رفع ضرورت
[illegible] استعمال [illegible] اسکے لئے بھی مناسب ہے کہ ہمیشہ دینے والا خواہ وہ
[illegible] قیمتی ہو یا زر قیمت لینے والے [illegible] اور
[illegible] والیکو بھی چاہئے کہ تین باتوں کا خیال رکھے اول تو اسباب کے اقسام و جملہ اوسکا مختصر حالت
[illegible] درج کرے تاکہ واپسی کیوقت ناکارہ اسباب خواہ چیزون کی شکستگی کا دعوی نہ کرے
دویم بعد از اختتام ضرورت اسباب فوراً واپس کیا جاوے۔ سویم وہ شے اپنی خوشی سے کسی اور کو عاریتاً
نہ دے کہ ان طریقوں سے اکثر گم ہوجانیکا خوف ہے۔ اگرچہ اکثر اشخاص اس قسم کی کارروائیکو یعنی عاریتاً
لین دین میں لکھنا اور پڑھنا بے وقری اور حیا کی نگاہ سے دیکھکر اسپر عمل کرنا فضول اور لاطائل تصور کرتے ہیں
مگر درحقیقت اسمین کچھ بھی شرم کی بات نہیں ہے بلکہ نہایت صفائی کا معاملہ ہے بقول شخصے دینا ہووے
نہ دینا۔ اور برخلاف حالت مین تو چیزونکا خراب ہونا اور گم ہوجانا ممکن ہے کہ جسمین بعد کو طرفین میں خواہ مخواہ
کی شکررنجی پیدا ہوجاتی ہے اور خاصکر نازک اور چھوٹی چیزونکا ٹوٹنا اور گم ہوجانا تو اکثر دیکھا جاتا ہے

اسکے لیئے بھی اگر پیشتر ہی سے کچھ باہمی اقرار ہوجاوین تو مناسب ہے۔ غرضکہ حتی المقدور ہر ایک شی کیواسطے رسید و یادداشتی رقعہ ملنا چاہیئے تاکہ بعد کو چیزین گم نہو جاوین۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بغیر رسید اسباب مستعار وغیرہ سے بہت چیزین ضائع ہو جاتی ہین اور پتہ نہین لگتا کہ کہان سے ضائع ہوئین بالآخر صاحب مال ہی کو خاموش ہونا پڑتا ہی اور مثال اوسکی اسطرح پر ہے مثلاً زید نے عمر کو موسم برسات مین ایک چھتر و عاریتاً دیا اور عمر نے بعد از اپنی کارروائی واپس کرنیسے پیشتر اپنے دوست بکر کو مستعار دیدیا اور اسکے یہان سے کوئی اور مانگ کر لے گیا جسکے یہان وہ مہینہ دو مہینہ رہا۔ اب بعد گذرنے کچھ عرصہ کے زید کو چھتر و کی ضرورت ہوئی تو تلاش کرنیسے کہین نہین پتا لگا چار ناچار عمر کو دوڑایا کہ کون عاریتاً لے گیا ہے کیونکہ اکثر محلہ والے لیجایا کرتے تھے مگر یاد نہین آتا اور اگر بالفرض کچھ مشتبہ نام عمر کا یاد آتا ہے تو بغیر پختگی شرم کے سبب دریافت نہین کرسکتے اور پختہ یاد ہونے پر دریافت کیا گیا تو عمر کو یاد نہین کہ کون لے گیا ہے اور جو عمر کا بھی شاید حافظہ اچھا ہی تو اب بکر کو یاد نہین کہ کسکے یہان گیا ہے۔ غرضکہ اسیطرح چیز جاتی رہتی ہے اور یہہ بھی ممکن ہے کہ بعض شخص بدنیتی سے بھی چیز کو غبن کرجاوین مگر نوشت کا سلسلہ جاری رکھنے سے کوئی بھی مشکل درپیش نہ آنیگی۔ علاوہ ازین بعض لوگ دوسرے کی چیز کو احتیاط سے نہین رکھتے۔ لہذا وہ اکثر خراب ہو جاتی ہے پس چاہیئے کہ دوسرے کے مال کی اپنے سے زیادہ حفاظت کرے۔

بیان رہن کا کسی شے کو گروی رکھکر قرض لینا البتہ نہایت ہی نامناسب اور بدتر طریقہ ہے کہ جسمین ہر کوئی بلا دغدغہ ہر ایک قسم کے شخص کو قرض دیدیتا ہے اور جلد ادا کرنے پر بھی چندان تقاضا نہین کرتا مگر دراصل اس کارروائی کا کرنا اوسی وقت پر اچھا ہے کہ جب روپیہ ادا کرنا بہت جلد منظور ہو کہ جسکے لیئے کسی خاص شکل کی آمدنی کا ہونا ضرور ہے ورنہ برخلاف مالیتین کہ جب ظاہرا برسون تک کوئی صورت ادائگی نظر نہ آوے تو بجاے رہن اس شے کا فروخت کرنا مفید ہے۔ چنانچہ پختہ و پابند مسلمان کہ جنکے مذہب مین سود کا لینا قطعی حرام ہے رہن کا رکھنا کبھی پسند ہی نہین کرتے کیونکہ اسمین بجز تکلیف نقصان اور سود دینے کے اور کسیقسم کا فائدہ نہین ہے۔ ایسا کون گھر ہے فالتو ہے کہ نقد روپیہ دیکر

بعد کو اوس شے کے محصول اور کرایہ وغیرہ سے سالہا سال تک کوڑی کوڑی وصول کرتا رہے دیا اگر زیور رہن کیا ہے تو اوسکی حفاظت کرے البتہ دو دو ماہ کے لئے اگر عہد کا رد و بدل کیجاوے تو کیا مضایقہ ہے۔ ہندوستان میں کسی شخص کی بابت ضرورت پر کسی خاص شے کو صرف اعتبار کے لئے رہن رکھکر قرض کا دینا ہر کوئی منظور کر سکتا ہے بشرطیکہ دو ایک ماہ ادا کیا جاوے۔ کیا وجہ کہ اسمین اپنے ہم جنس کی ایک قسم کی دستگیری پائی جاتی ہے۔ مگر چونکہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ اس قسم کی مشکل یعنی بلا سود رہن رکھی ہوئی چیز کو انسان فک الرہن کرانا بھول جاتا ہے لہذا اس طریقہ کو لوگون نے ترک کر رکھا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ کسی شے کو گروی کرکے قرض دینا جیسا کہ زمانہ ہر ایک قوم میں مروج ہے سراسر نقصان وہ ہے کیونکہ البتہ طرف ثانی یعنی رکھنے والون کو اسمین بڑا نفع ہے کیونکہ جب لوگ بباعث جلد فک الرہن نکرانیکے صرف سود ہی قیمت پوری کرکے چیز رہن کی مین اونکی چیز رکھے ہلاک ہو جاتی ہین یا زیورہا اور دوگنا روپیہ کما لیتے ہین۔ اسواسطے بہت سے مسلمان بھی کرایہ دفعتہ لیتے پر زمین اور مکانون کو گروی رکھنے لگے ہین جو کہ سراسر سود ہی ہے بہرطور سود و دیگر کسی شے کا گروی رکھنا خصوصاً نقد مال زیور وغیرہ کا نہایت ہی موقوف ہو تو بہتر ہے مسلمان کو لازم ہے کہ جب کوئی سخت ضرورت حائل ہو تو بجائے کسی شے کے بیع رہن کے اپنے لئے قرض ادا کرے اور روپیہ موجود ہونے پر پھر طیار کرا سکے بجز ضروری اور موقع کے مکان اور زمین کے چنداں رہن رکھنا ناممکن ہے

بیان خلاف مرضی زوج و زوجہ کا

اسمین میان اور بی بی کا نفاق جو جو کہ رنگ لاتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور جسقدر کہ فتور اور خرابیان پیدا کرتا ہے وہ محتاج بیان نہین مگر افسوس تاہم کوئی بھی اسکا تدارک نہین کرتا۔ ایک دوسرے کا تماشا دیکھتے ہین۔ اور بلکہ بعض نااہل تو بجائے ایسے معاملات کو فرو کرنیکے ادہر کی اودہر لگا کر لگی ہوئی کو بھڑکا دیتے ہین۔ اور بعض دور سے دیکھکر قہقہہ اوڑاتے ہین۔ اور جو ذرا عقلمند ہین وہ خاموش ہین کیونکہ کسی سے نہین ہو سکتا کہ باہم اتفاق کرکے اون اسباب اور رسمونکو موقوف کرین کہ جنکے باعث سے

یہ فتور واقع ہوتے ہین حالانکہ تجربہ کے روسے یہہ ہین کہہ سکتا ہون کہ دنیا مین شاذ و نادر ہی انسان ایسے جوڑے دستیاب ہونگے کہ جو اپنی زندگی نہایت ہی خوشی او محبت سے بسر کرسکین - گو کہ عموماً دریافت کرنیسے تو کوئی بھی اپنے جفت کے عیب ظاہر نہین کرتا اگر حقیقت مین ہر دل کا دلی حال دریافت کیجیے تو وہی اپنی بی بی کے ایک دو عیب بتا ہی دے - اور جس عورت کیجانب غور کیجیے وہ ہی اپنے خاوند کے ایک دو عیب سے پیشانی پر بل رکھتی ہے - پس وجہ اسکی یا تو دراصل طرفین کے عیوب ہین - یا بے صبری یا مرضی کیموافق جوڑا نہ ملنا بہرطور جسقدر کہ میرا تجربہ اسمعاملہ مین ہوا ہے اوس سے ثبوت ہوتا ہے کہ جفت مناسب اور موافق مرضی کے بہت ہی کم ملتا ہے اور اگر بتقدیر مل بھی گیا تو چندہی روز مین اونکی علیحدگی ہوجاتی ہے خیر ان باریک معاملات کو تو طے کیجیے مگر جن بواعث سے کہ اکثر باہم خرابیان اور تہکا فضیحتی ہوتی ہے اونکا روکنا البتہ ضروریات سے ہے لیکن قبل ازین یہہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہر ایک مرد و عورت آپسمین ایک دوسرے کی کیا کیا تعریف او وصف چاہتے ہین چنانچہ اسکے لیے ہر ایک مرد بہ تعریف ذیل عورت یعنی بی بی چاہتا ہے - ہم قوم و بالا درجہ - خوبصورت - خوب سیرت - تندرست دوشیزہ و نوعمر - منتظم یعنی بندوبست خانگی سے ماہر اور بعض شخص عورت کا خواندہ یا دیگر ہنرمند ہونا بھی چاہتے ہین - اور ہر ایک عورت بہ تعریف ذیل خاوند چاہتی ہے - ہم قوم و بالا درجہ - خوش رو - خوب سیرت تندرست و مضبوط - نوعمر جوان - آسودہ حال - سادہ لوح یعنی بی بی کا فرمانبردار - دوسری عورت سے علاقہ نرکھتا ہو - تمام جمع اور کمائی بیوی کے سپرد رکھے - چنانچہ علاوہ ان آپس کی تعریف کے طرفین ساس و سسر اور دیگر اقارب کا خوش مزاج ہونا بھی چاہتے ہین - اور مرقومہ بالا کے برخلاف حالتون مین ہر ایک گویا کہ ناراض رہتا ہے - پس جبکہ تعریفین ہر دو جانب پوری ہون تو دن عید اور رات شب برات معلوم ہوتی ہے - مگر یہہ امر محال ہے اور شاذ و نادر ممکن بھی ہے البتہ صفات مرقومہ بالا مین سے کسیمین ایک اور کسی مین دو اور تین تک ہوتی ہین کہ جسکے باعث سے اونکی آپسمین گذر ہوجاتی ہے - اور سوا اسکے ہر ایک کو اپنے مزاج کے موافق ایک ایک خاص صفت پسند خاطر اور زیادہ مرغوب ہوتی ہے اور اوسکا اونکو زیادہ خیال بھی رہتا ہے - پس اگر وہ صفت اوسکے جفت مین موجود ہوئی

تو دیگر صفات کا چندان خیال نہ کرکے وہ اپنی عمر ذرا خوشی سے گذارتا ہے۔ اور اسکے برخلاف جو غیر رنجش کے ساتھ اگرچہ دیگر اوصاف مین وہ کامل ہی کیون نہو۔ بخصوصًا ان تین مقدم صفات مین سے (خوبصورت۔ خوب سیرت۔ تندرست) اگر کسی مین دو بھی موجود نہون تو پہر گویا کہ وہ دوسرے نزدیک ایک فضول۔ بار خاطر اور رنج پہونچانیوالا جسم ہے بہرطور انسان کو لازم ہو کہ یہ حالتین ایسی کارروائی کرے کہ جس مین دونون میان بیوی اپنی زندگی اتفاق اور محبت سے گذارین اور حتی المقدور اپنی صفتون کو خصوصًا وہ صفت جو پسند خاطر انکے جفت کا ہو ترقی دین۔ اور عیبونکو ترک کرین تہ ایسا کہ بمقابلہ ایک صفت کے عیب پیدا کرلیوین جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے اور اسی سبب سے وہ تعریف اونکی خاک مین ملکر بجاے تعریف کے تحقیر اور بدنامی ہوجاتی ہی مثلًا خوبصورت کا فاحشہ اور عدول حکم ہونا دیا خوش مزاج کا فضول خرچ ہونا اور منتظم کا بدخلق ہونا دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس بیان کے لئے دو فصلین مقرر کی گئین ہین۔

فصل اول در بیان قواعد عقد شدہ مردمان

واضح ہو کہ جن لوگون مین بیاہ کرنے کے بعد آپسمین کسی قسم کا نفاق اور ناراضگی ہوجاوے تو اس حالت مین لازم ہے کہ اول طرفین اپنے اور اپنے جفت کے اوصاف کا مقابلہ کرین اور بعد کو ایک دوسرے کے عیب کو خاصکر کہ جسکے سبب سے باہم تنازع ہو دریافت نہ کرین اور ایک دوسرے پر ظاہر کرکے ترک کرنیکی ہدایت کرین اور پہر جتنے الوسع ایسی کوشش اور تدارک کرین کہ ہر دو آپسمین خوش و خرم رہین یہ بات نہایت ہی نامناسب ہے کہ اپنے عیبون پر باوجود بڑہ ہونیکے بھی خیال نکرنا اور طرف ثانی کے عیبون سے ناراض رہنا مثلًا اپنی صورت اور عمر کو تو دیکھتے نہین دوسرے کی شکل اور عمر سے ناراض ہین۔ علاوہ ازین یہ بھی خیال کرنا چاہئیے کہ انسانی عیوب دو قسم کے ہین۔ اول غیر اختیاری۔ دویم اختیاری۔ چنانچہ قسم اول کہ جسکے دفع کرنیکا انسان کو اختیار نہین مثلًا بدصورت ہونا۔ عمر زیادہ ہونا۔ کسی مرض لاعلاج مین مبتلا ہونا۔ اولاد نہونا۔ اور باوجود تدبیر فراخدستی نہونا وغیرہ وغیرہ اگر کوئی اپنے جفت مین موجود پاوے تو انکا علاج تو

بجز صبر اور سپرد خدا کرنیکے اور کچھ نہین ہوسکتا۔ اسحالتین جتنے المقدور گذارہ کرے شکر کرکے رنج کو دور رکھے اور اگر صبر پر کسی صورت سے حاوی نہوسکے اور برداشت کرنا قریب ناممکن کے ہوجاوے تو ہر پہلو پر انجام کو سوچکر رشتہ قطع کرین اور بعد کو ہر دو اپنا اپنے مرضی کیموافق دوسرا بند و بست کرین۔ مگر اگر انمین کسی خاص سبب سے خود عورت ہی کو علیحدگی منظور ہو اور وہ التجا اور خواہش اس امر کی ظاہر کرے یا ایکدفعہ اوسکا دوسرے مرد کی تحویل مین جانا پایہ ثبوت کو پہونچ جاوے جیسا کہ زنا کرنا یا فرار ہو کر دوسرے کے گہر بیٹھنا ظہور مین آتا ہے تو ان ہر دو حالتون مین اگر مناسب سمجھے تو دو تین مرتبہ سمجہا دے اور کچھ نتیجہ نہو اگر کارگر نہو تو پہر مرد کو زیادہ لیت و لعل نکرنا چاہیے فوراً اوس عورت کو ترک کردیوے اور جو سب صاف بیحد دوسرا بند و بست کرے اور خصوصاً جو عورت کہ اپنے خاوند کو کسی خاص وجہہ سے ترک کرنا چاہے تو اوسکو لٹکا رکھنا ممکن معلق رکھنا طلاق نہ دینا نہایت ہی حمق پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ بعضو نکا [illegible] ہے کہ وہ اپنی منکوحہ عورت کو صرف دق کرنے کے واسطے یا اوسکی خوشی نہونیکے سبب سے ترک نہین کرتے۔ اور جو عمر بہر بدنامی کیساتہہ عورت کا [illegible] مرد کیساتہہ پکڑا جانا۔ عدالتون مین مقدمہ کا ظاہر ہونا اور دیگر نتائج وغیرہ مین مبتلا ہونا پسند کرتے ہین۔

قسم دویم۔ عیوب اختیاری وہ ہین کہ جنکا ازالہ یا تلافی جیسا خود ہو اور ترک کرنا بھی اسکے اختیار مین ہو یا جنکی تدبیر ممکن ہوسکے۔ اور یہی عیوب زیادہ نزعی کا باعث ہورہے ہین مگر چونکہ فریقین انکا تدارک نہین کرتے لہذا رنج و تکلیف اوٹہا کر دق ہوتے ہین مثلاً ایسے مرض مین مبتلا ہونا کہ جسکا علاج ممکن ہو۔ دویم مرد کا کماؤ نہونا۔ سویم بدسیرت ہونا چہارم عورت کا پھوہڑ ہونا۔ علے ہذا القیاس انکی جفت کی کسی خاص عادت و یا فریقین کے خویش و اقارب کی بدمزاجی و بدمنشی کے سبب رنج ہونا وغیرہ وغیرہ۔ پس اگر کسی بیماری کے سبب سے آپسمین نفاق ہو تو رجوع بحکیم ہون اور موافق حیثیت خرچ کرکے دل جان سے علاج کرین۔ اور اگر بدخصلت ہونا مرد کا تنازع کا باعث ہو (جو کہ اکثر کم ہوتا ہی) تو لازم ہے کہ مرد اصلاح خود کرے۔ عورت کو بلاوجہہ دق نہ کرے۔ اپنے مزاج پر قابو رکھے اکثر محبت اور سلوک سے پیش آوے۔ نان و نفقہ سے تنگ نہ رکھے حتی المقدور حلال کی کمائی کا بند و بست

کہے۔ ناجائز عورتونکی صحبت نشہ اور جوا کھیلنے سے پرہیز رکھے۔ اپنا مال ناجائز اور فضول کامون مین خرچ نکرے۔ اور اگر عورت کو لائق منتظم اور امانت دار پاوے تو کچھ روپیہ اوسکے اختیار مین بھی دیوے مگر نہ ہر ایک کو کیونکہ روپیہ انکے اختیار مین دینے سے بہت جلد نامناسب مقامونپر خرچ کر کے پھر اور کی خواستگار ہوتی ہین۔ جسقدر روپیہ سب بربادی پھیر دیتی ہین۔ چونکہ یہہ فریق زیادہ تر لباس اور آرائش سے پر ہوتا ہے اور انکی نظر انجام کار پر نہین پہونچتی لہذا انسے پس انداز کا ہونا ناممکن ہے جو کچھ انکے پاس فالتو بچیگا اول تو اوسکو میکے والون کے نظر کر دیتی ہین یا بحیلہ رسم و تقریب اپنی ناموری کے لیئے لوگونکو کھلا پہنا دینگی اور آخر درجہ کو زیوردن کے توڑ پھوڑ و تبدل مین صرف کر دینگی۔ قطعہ

قرار در کف شخصے چگونہ زر ماند ۞ کہ بے مشقت و محنت چو او بدست آرد ۞ بصد ہزار مصیبت کسیکہ پیدا کرد
ہمان طریق حفاظت و خرچ بہ داند ۞

بدسیرت ہونا۔ اکثر اسی باعث سے زیادہ تر قصہ اور جھگڑے سننے مین آتے ہین اور درحقیقت یہ عیب عورت کیلیے نہایت سخت مگر اختیاری ہے اور اسمین مفصلہ ذیل عادات داخل ہین۔ فاحشہ۔ بدخلق۔ نافرمان۔ بےحیا۔ چور ہونا۔ پس خاوندکو لازم ہو کہ اپنی جفت کی جس خاص عیب کے سبب سے دلشکنی ہو تو اول بیوی صاحبہ کو اوسسے آگاہ کر دیوے اور ترک کرنیکے لئے ہدایت کرے۔ اور عورت کو چاہئے کہ جو اوسکے عیب آپس کی ناموافقت کا باعث ہوتے ہین اونکو ایک لخت دور کر دے مثلاً اگر فاحشہ ہو تو پارسائی اختیار کرے سوائے اپنے خاوند دوسرے کیطرف ہرگز نہ دیکھے حتی کہ کسی مرد کی آواز سننے کا بھی دلمین خیال نکرے۔ پردہ مین عصمت کے ساتھ رہا کرے بلا ضرورت اور بغیر اذن اپنے مالک کے گھر سے باہر قدم نہ رکھے۔

بدخلق و نافرمان اور بےحیا ہونا عورت کیواسطے اشد عیب ہین اور اکثر انہین خاص وجہوں سے باہم تکرار ہوتے ہین جسکا نتیجہ یہہ ہوتا ہے دونون مین مخالفت رنج اور عمر بھر کا جلنا ہوتا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جاوے تو باعث ان عورتونکی بدخلقی اور نافرمانی کا (علاوہ جبلی ہونیکے) یا تو انکے والدین ہین کہ جنہون نے شروع ہی سے پختہ طور پر تادیب تعلیم نہین کی۔ ویا بالآخر اونہین کے خاوند ہی خود باعث ہو جاتے ہین بلکہ زیادہ تر یہی اخیر کا سبب دیکھنے مین آتا ہے یعنی مرد شروع ہی سے عورتون کے ساتھ کچھ ایسے بے قاعدہ اور

اور خلاف تہذیب برتاؤ کرتے ہیں مثلاً زیادہ محبت اور فروتنی سے پیش آنا یا عورتوں کی ہر بات پر یقین اور
اونکے ہر سوال کو منظور کر لینا دیا خلاف ادب فعلوں اور باتوں سے اونکو نہ روکنا وغیرہ وغیرہ کہ جس سے بالآخر
وہ زبان دراز نافرمان اور بد خلق ہو جاتی ہیں مرد کو لازم ہے کہ بموجب مثل گربہ کشتن روز اول ذرا سیاست
کو بھی کام میں لاویں۔ محبت اور رعب دونوں سے حسب موقع اعتدال کے ساتھ برتاؤ کریں یعنی نہ تو اتنی
سختی ہی ہو کہ عورت کا دل اوکھڑ جاوے اور اوسقدر ملایم ہی بنجاویں کہ مصداق اس مثل کا ہو۔ مونہہ لگائی ڈومنی
گاوے تال بیتال۔ دنیا میں شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو کہ جہاں پر میاں اور بی بی میں باہم باقاعدہ
برتاؤ ہو چنانچہ ادب کے ساتھ پیش آنیکے بارہ میں تمام باتوں کو ترک کر کے ایک ادنے ذکر کیا جاتا ہے
جو کہ نہایت ہی مناسب۔ محبت کا بڑھانیوالا اور شرع کے مطابق ہے۔ آہ کہ جسکو کوئی بھی نہیں کرتا یعنی
آپسمیں سلام کرنا بلکہ اسکو بڑا عیب سمجھتے ہیں حالانکہ ہر ایک بیوی صاحبہ کو چاہیے کہ ہر روز ایک مرتبہ ورنہ گاہے ماہے
ہی سہی جب کبھی اونکے خاوند باہر سے گھر میں خصوصاً بعد از مدت دراز نوکریوں سے آتے ہیں تو اوس وقت
تعظیم کے ساتھ باادب کھڑی ہو کر اپنے سرتاج اور مالک کو سلام کیا کریں اور پھر بعد از مزاج پرسی دیگر
کام شروع کریں یہہ کون قاعدہ ہے کہ بوقت ملاقات جانوروں کے موافق سلام نہ دعا دانت نکال
دیں اور باتیں شروع کر دیں یا خاموش بُت ہو کر مجنونوں کے موافق کھڑی ہو گئیں یا بیٹھی ہیں لہذا ہر ایک
عورت کو لازم ہے کہ اپنے تئین اس قسم کے عیبوں سے بچاوے بلکہ ہمیشہ اپنے خاوند کے ساتھ کشادہ پیشانی اور
اور دلی محبت سے ہمکلام ہو اور کبھی ادب کو ہاتھ سے نہ دے ہر ایک حکم خاوند کو بسر و چشم منظور کرے بشرطیکہ خلاف
شرع نہو۔ کوئی شے دیا نقدی بے اذن اپنے مالک کسیکو نہ دے جیسا کہ بعض عورات کا دستور ہے کہ چوری
سے اپنی ماں بہنوں اور ہمسایوں کا گھر بہر دیتی ہیں جسطرف اوسکے سرتاج کی مرضی ہو اوسیطرف قدم رکھے۔
جس قسم کا لباس اور زیور اوسکو پسند ہو وہی زیب تن کرے اور جسطریقہ کا کھانا اوسکو پسند خاطر ہو جسطرح کی
زیب و زینت اوسکو منظور ہو طیار اور مہیا کرے۔ یہہ باتیں بہت خوب اور بہت اچھی ہیں اسکا کوئی جواب نہو بلکہ یہہ دونوں
نقش اکسیر اعظم اور اپنے اثر میں سحر اور تسخیر سے افضل اور بالا ہیں۔ تمام جہان کی عورتوں کو لازم ہے
کہ مجھسے یہہ اسم حاصل کریں انکا یہ میری طرف سے سبکو اجازت ہے اور اپنے خاوندوں کو فرمانبردار اور

غلام بنالین اور یہی سب عورتون کا دلی منشا بھی ہوتا ہے شرطیکہ ان رمزونکو سمجھتا ہون کیسا ہی بیرحم اور تندمزاج خاوند کیون نہو انکے ورد اور عمل کی برکت سے موم دل ہو جائیگا۔ ناحق۔ تعویذ نقش سفلی عمل اور ٹوٹکے ادہر اودہر تلاش کرتی ہو صرف فرمان برداری اور تابعداری پہلے خود اختیار کرو بعد کو دوسرا بھی تمہارا تابع ہو جائیگا جہگڑے اور تکرار کبھی خواب مین بھی نظر نہ آئینگے۔ اور اگر بر تقدیر کوئی حکم خاوند تمہاری مرضی کے از حد خلاف ہو ویا درحقیقت اوسکی تعمیل سے نقصان متصور ہو تو فوراً خصوصاً غصہ کیحالت مین یا چند کے سامنے انکار نکرو کہ اسطرح بات کاٹنے مین بے ادبی پائی جاتی ہے۔ اور اوسکو ضد دلانا ہے۔ البتہ بعد کو بوقت موقع ملائمت اور سہولت سے سمجھا دو نا دہلات کرو مگر عاجزی کیساتھ پیش آؤ۔ اور اگر اسپر بھی قبول نہو تو درگذر کرو۔ ہرگز ہرگز ضد کرنا مناسب نہین کہ یہہ عمل قاطع محبت ہی۔

علاوہ ازین یہہ جو شادی کے چند روز ہی بعد بہو صاحبہ اور سسرال والون کے درمیان جہگڑے اور قصے سنے جاتے ہین یہہ بھی انہین کی بدخصلت کا نتیجہ ہی۔ عجب حال ہی دنیا بہر مین شاید ہی کوئی گھر ایسا ہوگا کہ جہانپر ساس اور بہو کا اتفاق ہو۔ ورنہ جس گھر مین دریافت کیجئے وہان ہی ساس اور بہو موٹھہ پہلائے بیٹھی ہین۔ معلوم نہین ہوتا کہ ان دونون فریقون مین ازلی دشمنی کیون پیدا ہوگئی۔ کیا وجہ ہے کہ یہہ رشتہ آپسمین ہوا اور جنگ و جدال شروع ہوئے۔ اگرچہ بہو کا جہگڑا تو سب سسرال والون۔ ساس۔ سسر۔ نند۔ جیٹھانی۔ دیورانی سب سے ہی ہوتا ہی مگر چونکہ دوسرے تو اپنے اپنے علیحدہ گھر بسا لینے کے سبب متفرق ہو جاتے ہین باقی وہان پر ساس اور سسر رہجاتے ہین۔ اور اونمین سے بھی سسر بوجہ مرد ہونیکے باعث اکثر باہر اور علیحدہ رہتا ہے لہذا ہمیشہ مورچہ بندی ساس ہی کے ساتھہ شروع ہوکر تازیست ختم نہین ہوتی۔ ایسا گھر دنیا مین درحقیقت عنقا ہی کہ جس جگہ ساس اور بہو کا آپسمین سلوک ہو۔ ہان البتہ اسقدر ضرور فرق ہوتا ہے کہ جو لوگ ادنے درجہ کے حقیر کسب والے۔ اور اجلاف ہین اون کے یہان تو ساس بہوون مین ہر روز برملا اور علے الاعلان گالی وگفتہ جوتہ و پیزار رہتا ہے۔ اور اوسط درجہ والون مین ذرا دبی زبان سے مہینے مین چار چہہ دفعہ لغیراز بار ووگولہ مورچہ بندی اور آپس مین طعنہ بازی کے ساتھہ

بلکہ دگھنٹہ کے لیئے خوب چہاچہی ہو جاتی ہے - اور اعلے درجہ کے خاندانی اور اشراف گہرون مین
اہر وماسے ہے بغیراز معلوم محلہ وہمسایہ والون کے اشارات اور کنایات مین کچھ گفت وشنید و یا دو چار باتون
مین رد وبدل کیساتھ بیبانی کے ساتھ ہوجاتی ہی بعدہ جانبین اپنا ہی سر پیٹ اور رو رو لاکر آپ ہی خاموش
ہوجاتی ہین - اور جو کہا ہے اس سے کچھ زیادہ چٹ پٹ ہوگئی تو دو چار روز تک آپسمین بول چال بند ہو جاتی ہے
پس باین حالت غور اور دریافت کرنے سے ثابت ہوتا ہی کہ درحصل اس تنازع کی بنیاد زیادہ تر تو بہوون
ہوتی ہین - البتہ کسی کسی مقام پر خوشدامن صاحبنکی بھی زیادتی دیکھنے مین آتی ہی - بہر طور کچھ بھی ہو مگر
جس گہر مین بیوی صاحبہ خوب سیرت اور خوش مزاج آنگئی تو وہان پر نفسہ اور تنازع خواب مین بھی نظر نہین
آتا - اور جہانپر کہ مرد بیٹے فی الحقیقت مرد ہون یعنی زن مرید اور جورو کے غلام نہون تو وہانپر بھی بیوی صاحبہ کی
مجال نہین کہ ساس وسسر کیجانب آنکھ اوٹھا کر بھی دیکھ سکین - مگر یہان تو برخلاف اسکے دیکھنے مین آتا ہی
یعنی قریب قریب تمام مرد کہ جنکو نامرد کہنا زیبا ہی بیوی صاحبہ کے کہنے مین آکر اپنے والدین سے بھی لڑنے اور اونکو
سخت وسست کہنے مین شیر ہوجاتے ہین جتنے کہ جورو کے ہولین اون ضعیف ناتوانون ہی کو مارتی ہین جنہون نے
کہ اس نالائق پسر کو جبکہ وہ بضعہ گوشت کی شکل تہا کس محنت محبت اور امید پر پالا تہا - اور وہ متعفنی اور
بدخصلت بیوی صاحبہ شب و روز لغویات سے مردکے کان بہر بہر کے اوسکو ایسا الّو بنا دیتی ہین کہ وہ اپنے
والدین تک کے حقوق فراموش کر جاتا ہی - حالانکہ ہر ایک بیوی صاحبہ کو لازم ہے کہ جس گہر مین وارد ہون
وہان پر اس خوش وضعی کے ساتھ اپنا طریقہ رکھین کہ جس مین سب اون سے خوش رہین - ساس اور سسر کو اپنے
والدین کے بجائے سمجھکر اونکی خدمت سے عار نکرین - دیور اور نند کو اپنے بہائی وبہن کے بجائے تصور کرین - اسمین
کچھ بھی شرم نہین ہی بلکہ تعریف کی بات ہی - ساس اور سسر کچھ غیر نہین ہوتے - خصوصًا مسلمانون مین
جہانکہ اکثر آپسمین ہی رشتہ داری ہوتی ہی وہان تو خواہ نخواہ ہی کوئی رشتہ مین خالہ و خالو اور کوئی ممانی
وماموں و غیرہ ہوتے ہین - اور اگر ایسا نہ بھی ہو تب بھی خاوند کے والدین گویا کہ اپنے والدین کے موافق ہوتے
ہین - پس اگر وہ گاہی دو چار باتین واجبی یا غیر واجبی کہہ بھی لین تو اونکو تقاضائے عمر اور اونکے بزرگ ہونے
پر خیال کرکے ٹالدینا چاہئے وہ بیچارے بوڑہا و بوڑہی کہ جنہون نے اپنے بیٹے کو محبت کے ساتھ صرف اس

نیت سے پرورش کیا تہا کہ وہ اون کو اخیر عمر مین کام آوے۔ اور یہان پر برخلاف اوسکے بہو نابنجار
کے آتے ہی لڑکا بہی ہاتھ سے گیا اور اوسکی کمائی بہی ندارد۔ بجائے خدمت اور ہاتھ پیر دبانیکے وہ لڑکا اوس کی
جوتہ سے گندی بناتی ہے۔ اور جو کچھ کہ وہ کماکر لاتا ہے اوسپر بہو صاحبہ کالی ناگن بنکر بیٹھ جاتی ہین۔
پس اسحالت مین انکا بہو سے دشمنی رکھنا اور اوسکو آنکھین دکہانا اور غصہ کرنا تو بجا ہے۔ مگر برخلاف اسکے
بہو کا ساس وسسر انکو اپنا دشمن جانی سمجھنا سراسر حماقت ہے۔ اور رہا بہو صاحبہ کا یہہ سمجھنا کہ گہر مین ساس سسر
کے ہونیسے اونکو کہانے اور پہننے مین تکلیف ہوتی ہے یا خرچ انکے اختیار مین نہین رہتا تو یہہ صرف انکی بدمزاجی
کے سبب سے ہوتا ہے ورنہ معقول خرچ کیلئے انکو کوئی بہی نہیں روکتا۔ غرض کہ جب کبہی اسقسم کے
تنازع پیش آوین تو مرد کو لازم ہے کہ اول بہو صاحبہ کو اس حرکت ناشائستہ کیلئے سمجہاوے اور چشم نمائی کرے
اور بعد کو مردانگی کے خوب ڈانٹے اور گوشمالی کرے تو غالبا بہو صاحبہ کا مقدور نہین کہ اسپر کچھ کرین
کیونکہ وہ تو دراصل مرد کے خاموش ہو رہنے اور اوسکے مددگار بننے ہی سے اس فعل کی مرتکب ہوتی ہین۔ اور اگر
اسمعاملہ مین کچھ زیادتی اپنے والدین کی پاوے تو اونکو بہی ادب کیساتھ علیحدگی مین سمجہاوے کیونکہ بعض جگہ
حقیقت مین بہی صرف ساسونکا ہی قصور دیکہنے مین آتا ہے کہ وہ خوامخواہ بہو کو نہ زیادہ دبا کر نیز کار و خدمت
کا کیموافق کام لینا چاہتی ہین یا اونکو حقیر اور بیوقوف سمجہکر کسی گہر کی مشورہ مین شریک کرتی ہین اور نہ اخراجات
مین دست اندازی کرنے دیتی ہین بلکہ زیادہ تنگ اور اپنا محتاج بناتی ہین۔ حالانکہ یہہ اونکو لازم نہین کیونکہ
وہ بہی تو آخر اونکی ذات برادری کی۔ خود پسند کردہ ہے۔ اور وہ عورت۔ گہر کا ایک ستون اور اپنے بیٹے کی رونق
طبع ہے۔ ناحق گہر کے مالک بنتی۔ اخراجات پر اپنا اختیار ہونے دیوے بچون کے لئے تعلیم و تربیت کیلئے متنازع ہی چاہیے
کہ ہر دو ایک دوسرے کو مان اور بیٹی کیموافق خیال کرین۔ مل جلکر گہر کی کشتی کو چلا دین اور اتفاق سے زندگی بسر
کرین اور اگر ساس اپنی بہو مین کوئی ناشائستہ حرکت دیکھے تو نصیحتًا ملایمت سے سمجہاوے اور دختر نیک امور مین
دخل دلاکر ہر قسم کے آداب قواعد تلقین کرے کیونکہ چہوٹون کو بے ادب بنانا اور نادان کرنا بڑون کے
بڑے ہی اختیار مین ہوتا ہے یعنی جیسا کہ انسان انکو تبین بے قاعدہ رکہیگا ویسے ہی وہ بڑے ہوکر بہی پیش آوینگے
گویا کہ اپنی عزت اور توقیر انہوئی تہہ ہے۔ اور اگر اسطریقہ سے بہی مقدمہ فیصلہ نہو تو اونکو علیحدہ علیحدہ کر دیوے تو بہتر ہے

کو کیسی حالت میں ہی اف تک نہ کہے اور نہ دبا وے۔

بندولبست خانگی سے ماہر نہونا - یہہ بھی عورت کیلئے ایک پورا عیب ہے کہ وہ پھوہڑ ہو یعنی گہر کا بندولبست انتظام کے ساتھ عمدہ طور سے بصفائی و بہ کفایت نہ کرسکے اکثر نفیس طبیعت کے مرد اپنے اہل خانہ سے صرف اسی وجہ سے ناخوش رہتے ہین - اور دراصل نہایت ہی افسوس ہے اوس عورت کیواسطے کہ جسکا خاوند اس عیب کے باعث تیوری پر بل رکھے حالانکہ سب سے سہل تر تدارک اور علاج اسکا ہوسکتا ہے یعنی ذرا محنت اور کوشش درکار ہے - البتہ جنکو واقفیت نہین ہے اونکو دیگر عورات عاقلہ اور سلیقہ شعار کے گہر دن کے کاروبار اور بندولبست دیکھکر سیکہلینا چاہئے - واضح ہو کہ جس گہر مین پھوہڑ عورت جانشین ہوگی وہان خیر اور برکت کا نشان نہوگا - اوس گہر کا خاوند چاہے جسقدر کمائے مگر گہر مین رونق نہوگی - ایسے گہر مین اگرچہ صدہا روپیہ لباس اور زیور مین خرچ کئے جاوین لیکن کبھی کسیکو صاف اور معقول حالتین نہ دیکھوگے - نہ کچھ ہو اور کہانے مین لذت نہ دار دحتی کہ ایسے گہر کے پانی مین بھی مزا نہوگا - اور اگر اتفاقیہ کوئی حسب رضا ایسی عورت کے مکان مین ملاقات کیلئے جاوین تو غالبًا ایک نہ ایک دہبہ و داغ اپنے ہمراہ ضرور لیکر آئینگے - کیا وجہ کہ اول تو اس مکان کی کیچڑ یا کسی بچہ کے پیخانہ سے اونکا جوتا خراب ہوگا اور اگر بر تقدیر اس سے بھی بچگئے تو جس مقام پر بیٹھے اور کپڑون مین داغ لگا کیونکہ وہان پر اگر فرش و قالین موڑھا وکرسی ہے تو خاک آلودہ اور چکنا - اور چارپائی پر جو شاید بچون کے پیشاب و پیخانہ کا داغ نہوا تو دال اور شوربیکا تو دہبہ ضرور ہی ہوگا - تو گویا کہ ایسے گہرون مین نصف ساعت کیلئے جانے مین بھی نقصان ہے - لہذا اس مقام پر چند اصول بندولبست خانگی کیلئے لکھے جاتے مین تاکہ ہر ایک عورت اس طریق پر چلنے سے اپنے آپ کو انگشت نمائی سے بچاوے -

چنانچہ بیان مرقومہ بالا سے عیوب اختیاری کی شرح اور علاج تو بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا - اسلیے فریقین کو چاہئے کہ اپنے عیبون سے وقوف پاکر فورًا اوسکا تدارک کرین - اور اپنی زندگی کو محبت اور اتفاق سے گذرانین اور اگر مرد اپنے عیب باوجود بتلانے اور سمجھانیکے ترک نہ کرسکے تو عورتکو اسحالت مین صبر اور گذارہ کرنا لازم ہے - ورنہ بشرط ناممکن اپنی علیحدگی کرالیوے - اور اگر کوئی مرد ایسی بی بی صاحبہ کے عیوب اختیاری کے باعث متردد مین ہو - تو اول بیوی صاحبہ کو تنہائی مین سمجھاوے اور ترک کرنیکی ہدایت کرے - بعد کو سختی کے ساتھ کہے اور ڈراوے اور تیسری

اگر گنہگار گر نہو تو اوس عورت کو ترک کرے اور خاصکر فاحشہ اور نافرمان کو تو فوراً ہی علیحدہ کردیوے
اور اگر عورت کا پہوہڑ پن باوجود نصیحت کے بہی نجاوے (بشرطیکہ وہ عورت بگری نہو) تو وہ قابل رحم
ہے کیونکہ حقیقت مین یہہ اوسکا فعل کم عقلی سے تعلق رکہتا ہے اسلئے اسکے اور دیگر غیر اختیاری
عیوب خاصکر اولاد نہونے کیلئے مرد کو حتی الوسع درگذر کرنا لازم ہے اور اگر رنج اور نقصان بڑہتا جاوے اور برداشت
کرنیکا وقت منود ہو نکیا تو اوس عورت کو قطعی ترک کردیوے اور اگر یہہ نامناسب ہو تو بغیر از ترک کرنے
پہلی بیوی کے دوسری عورت کا پیوند و بست کرے مگر یاد رہے کہ گو اسطریقہ سے دو چار عورتین کرلینا خصوصاً
امیرونکو ظاہراً چندان مشکل نہین معلوم ہوتین مگر در اصل یہہ فعل بہی کچہ کم ذخیرہ رنج و فکر کا نہین ہے اسلئے حتی المقدور
اس سے پرہیز ہی لازم ہے کیونکہ اول تو چند عورتون کے حقوق کا ادا کرنا دشوار بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے دوئم دو کے جمع
ہونیسے اسقدر قضیے اور تنازع پیدا ہو جاتے ہین کہ الامان و الحفیظ لیکن بہ لاچاری اگر غور پر غور کرنے پر
بہی طبیعت نمانے اور سب قسم کی برداشت کرسکے اور ہر قسم کی طاقت بہی رکہتا ہو تو کیا مضایقہ ہے
مگر اسمین شرط یہہ ہے کہ زوجہ اولین کو نظر سے نگرادے - خلاوت محبت کے ساتہہ رہے - طعام و لباس مین ہر ایک
کو برابر رکہے کہ اسمین مرد کا کچہ بہی حرج نہین ہے اور طرف ثانی کو تسکین ہے اور سب سے عمدہ ترکیب تنازع رفع کرنیکی
تین باتون پر عمل کرنا ہے - اول تو ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ مکان مین رکہے - دوئم اپنا برتاؤ سب سے برابر رکہے - سوئم
اونکی آپسکی شکایت کو نہ سنے - اور عورتون کو بہی لازم ہے کہ اسحالمین سوکن کو دیکہکر غم نہ کہاوین بلکہ ظاہر
خوش ہون کہ ایک دوسرے کو ہم جنس ملنے اور بولنے کو ملگیا دوئم اوسکے اس فعل کو ظاہراً اچہا سمجہنے اور
خوش رہنے سے وہ اون سے راضی رہیگا - سوئم یہہ طریقہ سلف سے آجتک چلا بہی آیا ہے - عقلاً اور نقلاً بہی
بوقت ضرورت مناسب معلوم ہوتا ہے پس ان خیالات کو دلپر جمانیسے عورتونکا غم لامحالا دور یا کم ہو جائیگا
اور فرض کردم اگر سوکن کیوجہہ سے رنج بہی ہوا تو گویا اونکا یہہ خیال ہے کہ دوسری عورت کے باعث یہہ اپنے
خاوند سے قریب قریب ترک ہی ہو جاینگی حالانکہ یہہ امر ہرگز نہوگا بشرطیکہ وہ اپنی زبان اور مزاجکو قابو مین
رکہین اور ہمیشہ یہی سمجہین کہ دوسری عورت کی خواہش در اصل اونکے اپنے ہی عیوب اور نقص کے سبب ہوگئی
ہے - غرضکہ ہر حالتمین اونکو صبر کرنا ہی ہوگا اور ظاہر خوش رہنا - اور اگر ایسا نہ کیا تو سوکن بہی قایم رہیگی

اور اونکا رنج اور زیادہ جانگیر ہوکر ناحق جلائیگا۔ اور یاد رہے کہ عورتونکا وہ جوش جوکہ اونکو مقابلہ مین دوسری عورت کو دیکھکر اونکو پیدا ہو جاتا ہی زیادہ تر قطع محبت کا باعث اور رنج و تکلیف کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ پس ایسے موقع پر عورتون کو لازم ہی کہ حتے المقدور اپنی اختیاری نیک عادات کو ترقی دین یعنی اپنے خاوند اور ہم جلیس کے ساتھ خلق اور محبت سے پیش آئین۔ گہر کے کامونکو ٹل جلکر کشادہ پیشانی کے ساتھ انجام دین تاکہ اونکی اس بیش بہا صفت کے باعث وہ ہر دو یعنی خاوند اور سوکن شرمندہ ہوکر انکو زیادہ عزیز رکھین۔ اور یہی باعث انکی خوشی سے زندگی گذارنیکا ہوگا۔

بیان بندوبست خانگی کا

واسطے سہولیت بیان کے اسکو چار اصولون مین تقسیم کیا ہی۔ اصول اول صفائی خانہ۔ اصول دویم صفائی جامہ۔ اصول سویم بندوبست طعام۔ اصول چہارم بندوبست متفرقات۔ چنانچہ قبل ازین کہ انکا علحدہ علحدہ بیان کیا جاوے ہر ایک بیوی صاحبہ کو ملحوظ خاطر رہے کہ اپنے میان کی کمائی کو نہایت ہی احتیاط سے خرچ کرین۔ ہرگز ہرگز بیفائدہ اور خلاف مرضی اوسکے کسی مقام پر اپنے نام اور شہرت کے لئے ندین۔ ہمیشہ آمدنی کو خیال کرکے صرف کرنا چاہئے بلکہ حتے الوسع کچھ پس انداز کا بندوبست رہے۔ چنانچہ جو اول درجہ کے امیر اور دولتمند ہین انکو تو ملازمین اور خادمونکو زیر نظر رکھنا چاہئے تاکہ وہ اپنی اپنی خدمات کو بخوبی انجام دین اور درمیان مین کسی قسم کا غدر نکرنے پاوین اور جوکہ متوسط درجہ کے اول قسم مین ہین اونکو تو ذرا کاروبار خانگی اپنے ہاتھ سے کرنا ہوگا مثلاً جنس کے لینے دینے اور کہانا پکانے کی نگرانی بذات خود کرنا چاہئے اور بلکہ بعض بعض طعام تو خاص اپنے ہاتھ سے بوساطت مددگار نوکر پکانی اور اکثر کپڑے اپنے ہاتھ سے سینے لازم ہین اور اسی یعنی متوسط درجہ کے زیرین قسم اور اخیر درجہ والونکی عورتونکو تو کل کاروبار صفائی خانہ۔ کہانا پکانا۔ اور کپڑونکا سینا معہ دیگر کاروبار کسب و پیشہ سب اپنے ہاتھ سے کرنا چاہئے۔ بلکہ کہانا پکانے اور سینے پرونے کو ہر ایک درجہ کی عورتون کو ماہر ہونا ضروریات سے ہی اور علاوہ ازین یہ بھی یاد رہے کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنین چار فائدہ ہین اول ریاضت بدنی ہی جوکہ صحت کے لئے

مفید۔ دوئم کار خود بدست خود خوب ہوتا ہے یعنی کفایت سے اور عمدہ ہوتا ہے سوئم کار و بار مین شاغل رہنے سے دلی گھبراہٹ حیرانی و پریشانی نہین ہونے پاتی اور نیز خیالات فاسد اور افعال نازیبا سے نجات ملتی ہے۔ چہارم محنتی اور کاروبار کرنیوالی عورت سے ہر ایک خوش رہتا ہے اور دوسرے درجہ والی عورتونکا تو ذکر ہی کیا ہے وہ تو خواہ ہی سب کاروبار اپنے ہاتھ سے کرتی ہین رہن البتہ اول اور دوسرے درجہ والی عورتونکو خانگی کاروبار مین مشغول رہنا التعریف کی بات ہے۔ بلکہ فائدہ بخش ہے ورنہ بیکار اور فضول زندگی بسر کرنیکے بدنتایج کا سامنا اٹھانا پڑتا ہے۔ جیسا کہ اکثر خوشحال گھر والی عورتونکا حال دیکھنے مین آتا ہے کہ بباعث شب و روز بیکار اور بباعث بیٹھے رہنے کے اول تو وہ ہمیشہ کسی نہ کسی عارضہ مین مبتلا رہتی ہین۔ دوئم رفتہ رفتہ انکے جسم موٹے بھدے ہو کر بالآخر وہ معذور ہوجاتی ہین سوئم خالی بغیر از شغل رہنے سے دلی گھبراہٹ صحبت پر غلبہ اور دماغ مین خیالات فاسد کا ہجوم پیدا ہوکر انسان نیم مجنون ہوجاتا ہے۔

بیان اصول اول صفائی خانہ۔ چونکہ مرد اکثر کسب پیشہ نوکری اور دیگر امورات بیرونی مین غلطان و پیچان رہتا ہے لہذا بندوبست صفائی خانہ درحقیقت عورتون ہی کے ذمہ ہے۔ علاوہ تعمیر مکان و بابت مرمت کے کہ جسکا مرد ذمہ دار ہے پس چاہئے کہ تمام مکان ہر وقت صاف اور مرمت شدہ رہا کرین یعنی کل دیوارین۔ چھت اور فرش لپی پتی خوب مضبوط اور بغیر از بل اور سوراخ کے ہون تاکہ دیر پا قائم رہین اور سانپ بچھو وغیرہ جانور ونسے بھی امن رہے۔ موریان اور بدررو ہر حالت مین خوب صاف اور کشادہ رہین۔ علاوہ ازین ہر سال موسم برسات سے کچھ عرصہ پیشتر مکان کے ہر ایک حصہ کو بغور ملاحظہ کر کے اوسکی اچھی طرح مرمت کرادینی چاہئے تاکہ خاص وقت پر تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ اور اندرونی مکان کو تو کم از کم مہینے مین ایک مرتبہ جالے اور گھونسلون سے صاف کرنا لازم ہے۔ اور اگر کچھ زیادہ مقدرت ہو تو سوائے دیگر سامان کے خاص رہنے اور سونیکے مکان مین چھت گیری کا استعمال بہت مناسب ہے تاکہ وہ مقام چھتنکی مٹی وغیرہ گرنے سے محفوظ رہے غرضکہ تمام مکان اور کوٹھریان وغیرہ خوب صاف رہین خصوصاً بیخانہ۔ غسل خانہ۔ باورچیخانہ۔ متعلم پانی و چراغ اور صحن پر زیادہ خیال رکھنا چاہئے حتےکہ تمام گھر مین بدبو

کا نام اور کیچڑ کا نشان نہو تاکہ مکان مین نظر نہ آوے یہہ عمل نہایت ہی کثافت اور بدتمیزی پر دلالت کرتا ہی کہ مکان جا بجا میلا ہو کوڑے اور راکھ کے ڈہیر ہون۔ ہر حصہ زمین مین پاخانہ و پیشاب جذب ہوتا ہی جیسا کہ اکثر مکانون مین دیکھا جاتا ہے کہ رات مین جب کسی شخص کو حاجت پیشاب ہوئی تو بباعث تاریکی گرمی و بارش مقام مقررہ تک نہ جاکر صحن مین ہی حاجت روائی کر لیتے ہین۔ و بارات مین جو کوئی بچہ اوٹھا تو اپنی تکلیف بچانیکے لئے اوسکو بھی اسیطرح اجازت دیدی۔ علاوہ ازین گو یہ بچہ کو شب و روز مین جسقدر مرتبہ کہ بول و براز آتا ہو نئے نئے مقام پر کرایا جاتا ہے جو کہ نہایت ہی نامناسب ہے۔ اور مختصر یہہ ہی کہ ایک ہی بچہ کسیطرح سے پیدا ہو نیسے کوئی حصہ زمین اور گوشہ مکان کا اوسکے پیشاب و پاخانہ کے جذب ہو نیسے خالی نہین رہتا۔ اور اگر چند بچہ ہوگئے تو تہہ پر تہہ جمتا رہتا ہے۔ پس ہر ایک عورت کو اسکا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے کہ پیشاب و پاخانہ کے لئے ہمیشہ ایک ہی جگہ مقرر ہو سوا اوس جگہ کے دوسری سب مقام محفوظ رکھے جاوین۔ شیر خوار بچون کے لئے جو کہ اکثر ضرورت ہوتی ہی کسی برتن کا خشک مٹی کے ساتھ استعمال کیا جاوے اور جو لڑکے ذرا ہوشیار ہون تو اونکے لئے وہی مقررہ جگہ بتلائی جاوے یا اوسکے قریب کوئی علیحدہ اور پوشیدہ جگہ طیار ہو۔ نہ کہ خاص دروازہ کے سامنے کہ آنے جانیوالونکی سب سے پہلے بول و براز پر نظر پڑے۔

بیت الخلا یہہ مقام حتی المقدور مکان کے گوشہ مشرق و جنوب مین چہپا ہوا اگر ہوا دار ہو نا چاہیے اور ہر وقت صاف رہنا چاہیے اور اسکا پانی کسی چوبچہ یا برتن مین جمع ہو یا باہر مکان سے جاے اگر حتی الوسع اوسکے پوشیدہ اور کم بودار رہنے کی کوشش کرنی چاہیے جو کہ صرف معمول سے زیادہ نگاہ رکھنے اور خرچ کرنیسے ہو سکتا ہے۔

باورچیخانہ - اس مکان کو بھی کہ جو خاص کہانا پکانیکی جگہ ہے نہایت ہی صاف رہنا چاہیے۔ اسکی چہت اندر سے گلابی دہواں جہڑوا دیا کریں تاکہ دہوئین کے لپٹے ہو ئے جالے اور تنکے وغیرہ طعام مین شامل نہون۔ چولہہ اور قرب و جوار اوسکا خوب صاف ہو یعنی اوسمقام کو کہانا پکانیکے پیشتر اور بعد ایک مرتبہ جہاڑو دینا اور کم از کم ہفتہ مین ایک مرتبہ لیپنا لازم ہے اور یہانکے ضروری سامان کو ہمیشہ مقفل و یا پوشیدہ حفاظت سے رکہین۔ برتن وغیرہ علیحدہ مقام مین دہوئے جاوین و یا ایک بڑے برتن مین سبکو دہو کر

اسکا پانی الگ کسی مقام میں پہنچایا دیا جاوے تاکہ اس خاص مقام کے قریب کیچڑ زیادہ نہو۔

غرضکہ مختصر یہہ ہے کہ ہر ایک مکان کو حتے المقدور ہمیشہ بدل مرمت شدہ صاف اور خشک حالت میں رکہنا چاہیئے۔ مگر غور اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اگر ہم تمام باشندگان شہر کو اپنے گہروں کے غلیظ سیال کو دور کرنے کے لیے جو پاخانہ کی موریوں اور نہانے دہونے کے مقامات سے خارج ہوتا ہے از حد دقت اور مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جنکے واسطے یا تو سب سے بہتر طریق یہہ ہے کہ ہر ایک مقام میں [illegible] طور پر [illegible] پوشیدہ ایک گندہ نالہ کہ جسکی شاخیں تمام محلوں میں تقسیم ہوں طیار کیا جاوے جو کہ تمام شہر کے غلیظ پانی کو بفاصلہ لیجاکر ڈالدے۔ ویا ہر ایک شخص اپنے اپنے گہر کے ایک جانب صحن میں یا چند حصہ [illegible] گلی کوچوں میں زمین سے پوشیدہ [illegible] دو چار گز [illegible] پختہ چاردیواریکا ایک چہبچہ بنایا کریں۔ جو کہ ہمیشہ کے لیے کافی ہے۔ لیکن خیال ہے کہ اس میں بجز ضروری غلیظ پانی کے بارش غسل اور دہونکا پانی نہ جانے پاوے کیونکہ انکی کہپت تو صرف یہ جانے زمین میں جذب ہوجانے یا اسمیں الگ [illegible] یا ادہر ادہر چہبچہ کا [illegible] کر دینے سے بھی [illegible] ہے۔ مگر [illegible] زمین کے ہر وقت تر اور بدبودار رکہنے کا طریقہ بالکل موقوف کیا چاہیئے۔

بیان اصول دویم صفائی جامہ کا: پوشاک خواہ کیسی ہی ارزان قیمت اور موٹے کپڑے کی ہو۔ مگر اسکا سلا ہوا ہونا عمدہ۔ خوش قطع اور صاف ہونا ضرور ہے ورنہ بغیر اسکے بدنمائی ہے۔ علاوہ ازیں ہر ایک کپڑا درمیانی درجہ کا کشادہ اور فراخ ہونا چاہیئے۔ تاکہ دیرپا قایم رہے۔ جسم کو حرکت کرنے میں دقت واقع نہو۔ بوقت ضرورت بخوبی مرمت ہو سکے اور ہیئت اعضا بھی ظاہر نہوں۔ کہ یہہ تمام پوشاک کے عیب کہلائے جاتے ہیں۔ بہت ہی تنگ اور چست پوشاک ہمیشہ بے موزون اور تکلیف دہندہ ہے

اور پرلی درجہ کی کشادہ پوشاک بھی گویا کہ ایک قسم کا سانگ اور بدصورتی ہے۔ نہایت ہی باریک کپڑے کہ جنسے بدن ویا ہیئت مقامات ستر نظر آوین خصوصاً عورات کے لیئے خلاف تہذیب سے بیپردگی اور بیبار ہونیکی نشانی ہے۔ بہرطور امرا اور متوسط درجہ کے آدمی تو متعدد کپڑے ہونیکی وجہہ سے خوب صاف رہ سکتے ہیں۔ مگر غریب بھی جو کہ اکثر دہوبی سے نہیں دہلا سکتے ویا کپڑونکی تعداد کم رکھتے ہین۔ بشرط ذرہ محنت و احتیاط اپنے آپ کو صاف رکھ سکتے ہیں۔ مثلاً جب کپڑا ذرا میلا ہوا تو خود ہی صابون۔ سجی اور راکھ وغیرہ سے ملکر صاف کر ڈالا اور کاروبار کیوقت ذرا احتیاط رکھی یعنے کام کیوقت بعض غیر ضروری کپڑونکو علیحدہ رکھدیا یا ایسے وقت کیلیئے کوئی میل خورہ ورنگین کپڑے کا استعمال رکھا۔ وبا بچاؤ اور احتیاط پر نظر رکھی۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر اصلمین غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک انسان میں صفائی اور میلے پن کی عادت جبلی ہی ہوتی ہے۔ یعنے صاف طبیعت والے سے خواہ وہ کیسی حالت میں ہو۔ بغیر از صاف برتاؤ رہنا ناممکن ہوتا ہے۔ اسواسطے ہمیشہ دیکھنے میں آتا ہے کہ سست میلی طبیعت بدتمیز وغیر سلیقہ امیر تو میلا رہتا ہے۔ اور محتاط و سلیقہ شعار غریب آدمی صاف رہتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ صاف رہنے کے لیئے ہر وقت نیباً پر نظر رکھنا۔ اور اکثر جھاڑتے پوچھتے رہنا بھی شرط ہے۔ مثلاً جب کوئی کپڑا بدن سے اتارا تو اسکو کھونٹی یا الگنی پر ڈالدینا چاہیئے۔ دہوبی کے گہر سے جو کپڑے آدیں وہ فوراً تہ کیئے جاویں۔ میلے کپڑے جو بدن سے جدا ہوں وہ باندہ کر علیحدہ احتیاط سے رکھدئیے جاویں۔ بستر جب استعمال میں نہیں ہے تو پلنگ پوش سے پوشیدہ ہو۔ یا لپیٹ دیا جاوے۔ اور جب کوئی کپڑا ذرا پہٹے یا ادہڑ جائے تو فوراً اسکی مرمت لازم ہے۔ علاوہ ازیں رات کیواسطے حسب حیثیت ایک پوشاک الگ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ لیٹنے اور سونے میں بعض کپڑے نکن دار جلد میلے اور ناکام ہو جاتے ہیں۔ اور بعد از اختتام موسم سرما تمام جڑاول جو کہ پہر لائق استعمال خیال کیجاوے اسے جہاڑ کر اور بعض کو دہلوا کر اور مرمت کرکے حفاظت

سے رکھیں۔ بلکہ جس کپڑے کو آیندہ سال میں استعمال رکھنے کی منشا ہی ہو تو اسکو بھی مرمت
کر کے احتیاط سے رکھیں۔ جب تک کہ دوسرا کپڑا بجائے اسکے تیار نہو۔ علاوہ انکے
چند ہلکے گرم کپڑے کہ جنکی بارش و سرد ہوا کے سبب اکثر ضرورت ہو جاتی ہے ہر وقت
طیار رہیں خصوصاً سفر کے ہمراہ تو ایک دولائی یا کوئی موسم گرما میں بھی ضرور چاہیے
تاکہ کسی شب کو بوقت حاجت بدن پر سردی کا اثر نہو جاوے اور سوا اسکے تمام جڑاول
کو گاہے گاہے دھوپ دینا اور جہاڑنا ضروریات سے ہے۔ خصوصاً اونی پارچجات
کے لئے زیادہ خیال درکار ہے کیونکہ انکو کیڑا لگنے کا بہت خوف ہے۔ پہلے ہم مختصر
بیان پوشاک کی عمدگی صفائی اور کفایت شعاری کا کر چکے ہیں۔ مگر آجکل تو برخلاف اسکے
دیکھنے میں آتا ہے کہ باوجود زیادہ خرچ کرنے کے بھی لوگوں کی پوشاک میں خوش وضعی اور
صفائی ندارد ہے۔ یعنے نہ تو وہ پوشاک کی غرض و وضع اور قطع سے واقف ہیں اور نہ
عمر سردی موسم و کفایت شعاری کے لحاظ سے اسکے پہننے اور رکھنے کا طریقہ جانتے ہیں مثلاً
حد سے زیادہ ڈھیلی یا تنگ و باریک پوشاک پہننا۔ یا بے پردہ بدوضع اور میلے کپڑے استعمال
کرنا یا عمر ضعیفی میں رنگ برنگ زرین پوشاک زیب تن کرنا وغیرہ وغیرہ اور احتیاط سے رکھنے کے
بارہ میں یہہ حال ہے کہ تمام گرم و سرد موسم کے کپڑے گہر میں جا بجا بے احتیاطی سے پہیلے
پڑے ہیں یا جو کپڑے کہ دہوبی کے یہاں سے آئے بغیر دیکھنے اور شمار کرنے کے کسی چارپائی
پر ڈالدے جس سے کہ وہ میلے بھی ہوتے رہتے ہیں اور ضایع بھی ہو جاتے ہیں۔ اور میلے
کپڑوں کی ان سے بھی زیادہ گت ہوتی ہے۔ یعنے اول تو جس نے جہاں پر اُتارے اسی مقام
پر چھوڑ دیئے اور دوم ضرورت کیوقت کوئی تو اُن سے ہاتھ پونچھ رہا ہے اور کوئی اپنا
جوتا صاف کر رہا ہے اور کوئی برتن و چرمی اسباب کا میل اُتار رہا ہے۔ اور چھوٹے
چھوٹے کپڑے ہوا سے ادہر اُدہر اُڑتے پہرتے ہیں۔ کوئی پاخانہ کی موری میں پہونچا اور
کوئی چھت پر چلا گیا اور کوئی اُڑ کر گلی اور ہمسایوں کے گہر میں پہونچا۔ اور بعض کو بچوں نے

کھینچ کھینچ کر کھیل میں مسمار کر دیا اور کسیکو کوئی مدعی جھٹک لیگیا۔ غرضکہ دھوبی کے آنے تک بیس کے پندرہ کپڑے رہ گئے۔ اور بقیہ بقدر میلے ہو گئے کہ اُن کا صاف ہونا دشوار۔ اور جڑاول کے کپڑے اُنکا یہ حال ہے کہ بعد از رفع ضرورت جو جہاں پڑا ہے وہیں پر خود خراب و خستہ ہوتا ہے یعنی اُسکی روئی تو تکیوں اور بچھونوں میں صرف ہو رہی ہے اور کپڑا دیگر امورات میں کار آمد کیا جا رہا ہے اور سوائے اسکے کسی توشک میں بلی نے بچے دے رکھے ہیں۔ اور کسی میں چوہیوں کا زچہ خانہ بنا ہوا ہے۔ اور کسی رضائی میں روئی کے خرچ ہونے کی بعد بازار سے آٹا بندہ کر آتا ہے اور کسی میں گیہوں بندھے ہوئے رکھے ہیں۔ اور کسی کپڑے کو دیمک اور کیڑوں نے تمام کیا کسیکو برسات کے پانی نے گلایا اور کوئی توشک کھسوٹن میں گیا۔ غرضکہ اسیطرح دوسرے موسم کے آنے تک ایک کپڑا بھی کام کے لایق نہ رہا۔ بڑا ہی افسوس ہے کہ وہ دوبارہ نہ اپنے ہی کام آئے اور نہ کسی غریب فقیر کو دیئے گئے۔

بیان اصول سوم بندوبست طعام۔ اسکے لیئے اگر ممکن ہو سکے تو سب سے اول سال بھر کے لیئے جنس کا اکٹھا خرید کرنا ہے ورنہ وقتاً فوقتاً مول لیا کریں اور احتیاط سے بند و زیر نظر علیحدہ صفائی کے ساتھ رکھیں۔ طعام لذیذ عمدہ ترکیب کے ساتھ مختلف طور پر بدل بدل کر پکانیکا بندوبست ہو۔ چند خشک ترکاریاں وقت بیوقت کے لیئے ہروقت گھر میں موجود رہیں۔ مثلاً شلغم۔ بھنڈی۔ تُرئی۔ میتھی کا ساگ۔ بیگن۔ پودینہ دال گوشت کی بڑیاں وغیرہ وغیرہ۔ ایک دو قسم کے اچار چٹنیاں اور مربے ہر وقت گھر میں تیار رہیں۔ اور جبکہ کھانا پک کر تیار ہو تو ہمیشہ چند آدمی جمع ہو کر تناول فرماویں کہ اسمیں برکت ہوتی ہے۔ نہ کہ تیار ہونے سے پیشتر ہی ٹکڑا اور بوٹی تقسیم ہونا شروع ہوا۔ اور سب برتن بعد اختتام طعام صاف کر کے اپنی علیحدہ جگہہ میں رکھدئے جاویں۔ اکثر گھروں میں دیکھا جاتا ہے کہ اول تو کھانا تیار کرنے کے لیئے تنگ دلی کیجاتی ہے ورنہ اگر پورا پورا خرچ کیا گیا تو بانی ترکیب و صفائی نہ پکانیکی وجہہ سے لذت ندارد ہے۔ گو کہ بہ لاچاری شکم پروری

کرلیجاتی ہے نا خواہش باقی رہ جاتی ہے۔

اصول چہارم بندوبست متفرقات - جس میں دیگر امورات مثلاً آرائش مکان - زینت جسم ترتیب و تعلیم بچگان شامل ہیں۔

بیان آرائش مکان

چنانچہ بعد از معلومات طریق صفائی مکان و پوشاک ہر ایک کو لازم ہے کہ حسب حیثیت اپنے مکان کی بھی آرائش رکھے۔ جسکے متعلق بڑا بیان و بیان خاص امر لکھنے کے قابل ہے یہ بجا سکے کہ مکان میں اول تو ہر ایک شے ترتیب وار با موقع حفاظت کے ساتھ اسطرح رکھی جاوے کہ بدنما معلوم ہو۔ اور دوسرے ہر ایک چیز کیلئے ایک خاص جگہہ مقرر ہونی چاہیئے جسکے واسطے ہمیشہ یہہ خیال رکھنا ضرور ہے کہ بعد از کار روائی وہ شے اپنی ہی جگہہ مقررہ پر رکھدیجاوے تاکہ بوقت ضرورت بغیر از تلاش نور آمیجاوے۔ ایسا نہو کہ آج دیا سلائی کی ڈبیہ دالان کے طاق میں رکھی ہے تو کل کسینے باورچیخانہ میں رکھدی۔ دیا ایکدن دیا تو کوٹھری میں رکھا ہو تو دوسرے دن کسی نے چوطھے پر چھوڑ دیا وغیرہ وغیرہ کہ جس سے علاوہ وقت مقصود رہنے کے بعض مرتبہ چیزونکے ضایع ہو جانیکا بھی خوف ہوتا ہے۔

بیان زیب و زینت جسم

چونکہ زیادہ تر زیب و زینت عورت ہی کے لیئے مناسب ہے۔ لہذا مرد کو علاوہ صاف اور سادہ رہنے کے اسطرف رجوع کرنا خلاف تہذیب ہے۔ مثلاً زیورات کا استعمال کہ یہہ خاص عورتوں ہی کا سنگار مقرر کیا گیا ہے۔ مردوں کے واسطے نہایت نامناسب ہے۔ جیسا کہ بعض اشخاص کانوں میں بالے اور گلے میں کنٹھا۔ ہاتھوں میں کڑے۔ کمر میں کردھنی اور ہاتھ پیروں میں چھلے و انگوٹھیاں پہنتے ہیں۔ ہاں البتہ ایک سیمین انگشتری کا استعمال صرف واسطے مہر مضایقہ ندارد اور پوشاک کے بارہ میں ریشمین و رنگین کپڑے دیا گوٹہ و ٹھپہ لگا نا کلیو نداز ڈھیلا پاجامہ یا دیگر باریک۔ تنگ اور بیہودہ کپڑے پہننا بدوضعی کی دلیل ہے

پٹیاں جمانا اور جوڑا سر پر رکھنا نگین اور ٹاٹ بافی قسم کی جوتے پہننا بالکل زنانہ پن ہے۔

برائی عورات زیب و زینت جو کہ فی زمانا عورتوں میں رائج ہے۔ اسمیں بھی چند امر اصلاح قابل ہیں۔

اول دربارہ پوشاک ۔ عورتیں چاہے جسقدر قیمتی کپڑے ریشمیں و سوتی رنگ برنگ کی استعمال کریں صرف اسقدر لحاظ درکار ہے کہ کپڑا نہ اسقدر باریک ہو جسمیں بدن جھلکے اور نہ اسقدر تنگ ہو کہ جسمیں عضو کی ہیئت نظر آوے اور اگر شاذ و نادر ایسا کوئی جوڑا بھی ہو تو اسکا پہننا صرف اپنی خاوند ہی کے سامنے خاص خاص وقتوں پہ محدود رہے۔ دیا شب کو بھی عورتوں کی مجلس میں کہ جہاں غیر کسی مرد کے آنے کی امید نہو مضایقہ نہیں۔ مگر چونکہ عورتوں کو پوشاک زیب تن کرنے کے بعد ہوش کم رہتا ہے۔ لہذا حتے المقدور اس قسم کی پوشاک کا بنانا بھی فضول ہے۔ عموماً پوشاک کشادہ پردہ دار اور عف کپڑے کی ایسی ہونی چاہیئے جس سے کہ چلنے پھرنے میں پردہ دری اور کام کرنے میں حرج نہو۔ کلیو ندار ڈھیلا پاجامہ تنگ نیفہ اور چھوٹی بہانی کا اور اسپر باریک کپڑوں کی انگیہ و کُرتی اور باریک دوپٹہ جیسا کہ آجکل دہلی اور لکھنو میں مروج ہے نہایت ہی بے پردہ بدزیب نامناسب اور بیکار پوشاک ہے۔ البتہ ذرا ڈھیلا چوڑیدار پاجامہ اور انگیہ پر گھٹنوں تک کا کرتہ اور اسکے اوپر دوپٹہ مناسب پوشاک معلوم ہوتی ہے۔ مگر حد سے زیادہ ڈھیلے پاجامے جیسا کہ پشاور اور افغانستان مین رائج ہین۔ دیا بہت ہی باریک ساڑیان جو کہ پورب اور بنگالہ مین جاری ہین تو یہہ ہر دو بدزیب اور بے پردہ پوشاکین ہین۔ بلکہ انکی بہ نسبت تو لہنگا اور تہبند (مچھلا) ہمراہی کرتہ استعمال کرنا بدرجہا بہتر ہے۔

دوم دربارہ زیورات ۔ آجکل جو جو زیورات کہ عورتیں استعمال کرتی ہیں اونمیں سے اکثر بدوضع۔ خلاف تہذیب اور تکلیف دہندہ نظر آتے ہیں اسلئے انکی اصلاح بھی ضروری ہے پس اول تو انکے واسطے یہہ اصول ہونا چاہیئے کہ زیورات حتے المقدور سبک اور وضعدار ہوں۔ دوم تعداد میں کم ہوں۔ یعنے ہر ایک عضو کے لیئے ایک زیور سے زیادہ نہو۔

سویم جو گہنا کہ جسم کو ذرا بھی تکلیف دے یا عضو کی ہیئت بگاڑ دے یا کام کرنے میں حارج ہو تو اسکا ترک کرنا لازم ہے۔ مثلاً جھومر اور ٹیکا کہ جنکو سر پر قایم رکھنے کے لیئے ایک ہی جگہ پر بغیر از گردن ہلانے کے بیٹھا رہنا درکار ہے۔ بالکل واہیات ہے پس کیا تو ان کو قایم کرنے کی تدبیر کیجاوے ورنہ ترک کرنا واجب ہے۔ دوم نتھ بڑی قسم کی کیل اور بلاق کہ جنسے اکثر ناک کی ہیئت بگڑ جاتی ہے اور ناک سے کٹ جاتی ہے۔ اور ناک صاف کرنے میں بھی حارج ہے۔ لہذا یہہ بھی بالکل ناموزون زیور ہے۔ ان البتہ سبک اور خوبصورت کیل ناک کے واسطے نہایت ہی عمدہ ہے۔ سوم ہنسلی جو کہ درحقیقت ایک آزار دہندہ طوق ہے محض فضول ہے۔ اور انگلیوں کے پور پور کے چھلے اور انگشتیں بھی لاحاصل زیور معلوم ہوتے ہیں۔ البتہ گلے کے واسطے ان چار زیوروں میں کسی دو کا ایک وقت میں پہننا کافی ہے چمپاکلی۔ ٹیپ۔ توڑا۔ جگنی اور بازو کے واسطے نورتنگے تو نگے اور جوشن میں سے کسی ایک کا استعمال انسب ہے۔ اور ہاتھوں میں چوڑیوں کے آگے پہونچیاں۔ چوہے دنتیاں اور کڑے میں سے کسی ایک کا ہونا کافی ہے اور باقی فضول۔ اور پیروں کے واسطے پازیب۔ جھانجن۔ گھنگرو چھڑے۔ چوڑیاں وغیرہ بجنے والے زیوروں کا استعمال لڑکیوں کے واسطے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ مگر جوان عزت دار پردہ نشین عورتوں کے لیئے نہایت ہی نامناسب ہے۔ کیونکہ انکی آواز سے مردوں کی طبیعت برگشتہ ہوتی ہے اور کڑے بھی پیروں کے واسطے بدزیب اور تکلیف دہندہ زیور ہے اسواسطے صرف توڑے اور چھلوں کا استعمال کافی ہے۔

بیان تربیت وتعلیم بچگان

اگرچہ ہر ایک اعلیٰ اور ادنے بچوں کو پرورش اور تعلیم کر لیتا ہے۔ مگر عمدگی اسکی کچھہ دیگر شے ہے۔ چونکہ یہہ قاعدہ ہے کہ بچوں کو شروع ہی سے جس طریقہ کے ساتھہ پرورش کیا جاوے یا جسطرح ان کو تعلیم و تلقین دیجاوے ویسا ہی اسکا اثر انپر زیادہ اور دیرپا رہتا ہے۔ اسواسطے خراب اور بدتمیز لڑکوں کے والدین ہی کو لوگ ہمیشہ برا کہا کرتے ہیں۔ جو کہ دراصل انکی لاپرواہی

وبدتعلیمی سے ہی آوارہ ہوجاتے ہیں بموجب شعر عہد طفلی ہی سے ہے مشق تواضع لازم ہو حلقہ آسانی سے بن سکتا ہے چوب تر کا۔ پس ہر ایک کو اس معاملہ میں زیادہ تر خیال رکھنا چاہیے کیونکہ انسان کا نیک صفات ہونا انکی تربیت او تعلیم ہی کی بنا پر خیال کیا گیا ہے۔ چنانچہ زمانۂ طفولیت لڑکے واسطے شروع پیدایش سے ۵ اسال تک اور لڑکی کے لیے ۱۲ اسال تک مقرر ہے پس گویا کہ پرورش خاص تو پیدایش ہی کے روز سے شروع ہو جاتی ہے۔ اور تلقین نیک عادات وتعلیم چار برس کی عمر کے بعد ویا جس وقت سے کہ بچہ سمجھنا اور بولنا شروع کرے۔

بیان پرورش بچگان

اسکے تین طریق ہیں۔ اول غذا صاف اور مقوی کا دینا۔ دوم بیماریوں سے احتیاط رکھنا اور بوقت ضرورت فوراً علاج کرنا۔ سوم بچے کے مزاج کی اصلاح کا خیال رکھنا۔

طریق اول غذائے صاف اور مقوی کا دینا۔ اگر ممکن ہو سکے تو بچہ کو شروع پیدایش ہی سے اُسکی والدہ کا دودھ دینا نہایت ہی مفید ہے ورنہ کسی دوسری عورت کا کہ جو اپنی اور دودھ کی عمر میں بچہ کی ماں کے قریب قریب ہم عمر ہو۔ دودھ حتے الوسع دودھ پلائی نیک ذات اور صفات ہو ویا ہمقوم ہو۔ ورنہ برخلاف اسکے کم و بیش نقصان متصور ہے اور بحالت عورت کا دودھ نہ ملنے کے بکری یا گائے کا دودھ دینا چاہیے جو کہ ہمیشہ تازہ اور شروع میں نصف پانی اور معمول سے زیادہ شیرینی ملا کر دینا ہوگا۔ اور بعد ایک سال کی عمر کے رفتہ رفتہ تھوڑی ہلکی و زود ہضم غذا مثلاً ارار وٹ۔ ساگو۔ چانول کی پیچ۔ کھیر۔ کھچڑی۔ دلیا وغیرہ وغیرہ کا دینا شروع کریں۔ اور جبکہ بچہ تین یا چار سال کا ہو جاوے تو عام غذا جنکو وہ خوب ہضم کر سکتا ہو۔ اور مقوی بھی ہوں۔ مثلاً روٹی چانول۔ دودھ۔ شوربا۔ انڈے۔ گھی۔ مکھن۔ ودیگر میوہ جات وغیرہ دے سکتے ہیں۔ صرف یہہ خیال ضرور ہے کہ جو غذا دیجاوے اُسکو بخوبی ہضم ہو جاوے اگر خالی روٹی اور دال جو کہ غریبوں کی خوراک ہے بچہ کھائے اور ہضم ہو جاوے تو اُسکے عمدہ طور پر

بڑھنے اور اعضا کے طاقتور ہونے کے لیئے کافی ہوگی۔ اور در حالت بخوبی ہضم ہونے کے چاہیے جیسی مقوی غذائیں کھلائیں مفید ہونگی۔ اور بچے کے اعضا کمزور ہی رہینگے اور یہہ اثر انپر عمر بھر رہتا ہے۔

طریق دوم بیماری کی احتیاط کرنا۔ اس امر کا بھی شروع ہی سے خیال رکھنا چاہیئے یعنے جن باعثوں سے کہ بچے کی بیمار ہونیکا خوف ہو اسکا کامل طور پر پرہیز کریں۔ چنانچہ اول تو یہہ احتیاط ہے کہ بچے کو اسکی والدہ و یا اس دودھ پلائی کا دودھ ہرگز نہ پلایا جاوے جو کہ بیمار ہو مثلاً جذام آتشک سل و یا دیگر سخت اقسام کی امراض جلدیہ و امراض استخوانی وغیرہ میں مبتلا ہو کہ اس سے بچے کے خون خراب ہونیکا اندیشہ ہے۔ علاوہ ازیں چند روزہ حمل والی عورت کے دودھ سے بھی بچائیں ورنہ بچہ بھی بخار کے عارضہ میں مبتلا ہو جائیگا۔ اور بعض عورتوں کو ظاہرا کوئی بیماری نہیں ہوتی مگر وہ کمزور دبلی پتلی یا زرد رو ہوتی ہیں۔ اول تو ان قسم والیوں کے دودھ ہی کم ہوتا ہے و یا کمزور اور بہت پتلا ہوتا ہے۔ تو ایسے دودھ کے پلانے سے بھی حتے الوسع احتیاط کریں۔ اور اگر عورت صرف تھوڑی ہی کمزور ہو تو مقوی ادویہ اور اغذیہ کے استعمال سے اسکا دودھ چند ہی روز میں طاقتور ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں عورت دودھ پلائی کو ہمیشہ مقوی ملایم اور تاثیر میں معتدل غذا دینا لازم ہے ورنہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ نازک طبع لڑکوں کو زیادہ ثقیل و گرم غذا کے دودھ سے اسہال و بدہضمی اور بخار ہو جاتا ہے اور یا ورزش اسکے درست یا دھوپ میں چلکر آنے و یا چولھے کے آگے سے اٹھنے سخت محنت کرنے و زیادہ رنج و غصہ اور رونے پیٹنے کے بعد بھی ذرا ٹھیر کر دودھ دینا چاہیئے۔ اور سوائے اسکے زیادہ سردی و گرمی۔ دھوپ اور شبنم سے بھی بچے کو حتے الوسع بچاویں۔ اگرچہ یہ سب کو معلوم ہوتا ہے کہ بوجہ زیادتی حرارت بچوں کو بہ نسبت بڑوں کے سردی کا اثر کم ہوتا ہے۔ مگر تاہم بھی ایام سرما سرد و تند ہوا چلنے کے وقت ہمیشہ اُسکے سینے اور شکم کو گرم رکھیں اور سرد ہوا میں باہر غسل دینے سے احتراز کریں۔ کیونکہ اگر ایک دفعہ بھی سردی کا اثر ہو گیا۔ تو اُسکے اعضائے اندرونی کیجانب زیادہ خون پہونچنے سے اونکا فعل مفقود ہو جاتا ہے جس سے کہ طفلک کا جا بہر

ہونا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ پس اگر پھیپھڑے یا گلے کیجانب خون رجوع ہوا تو سانس بند ہوکر مرجاتا ہے اور اسکو عوام **پسلی چلنا** کہتے ہیں اور اگر جگر کا فعل زائل ویکم ہوگیا ہے تو سوکھ سوکھ کر بچہ جان بحق تسلیم کرتا ہے۔ اور بعض وقت شکم میں سردی کا اثر ہو جانے سے قبض میں مبتلا ہو کر پیٹ پھول کر اور دم رک کر بچہ جاتا رہتا ہے اور گاہے باعث قبض یہہ بھی ہوتا ہے کہ بچے کو کوئی ثقیل غذا مثلاً دال یا چنے وغیرہ کی ردٹی دیا کوئی کچا او ثقیل پھل کہ جسکے ہضم کرنے کی ہنوز اسکو طاقت نہوئی ہو کھلا دیا جاوے ویا وہ خود کھا لیوے اور شاذو نادر جگر کی زیادہ مدت تک بڑھے رہجانے سے (اگرچہ ہر ایک طفلک کا جگر پیدایش کی بعد پسلیوں سے نیچے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ وہ خود ہی برس دن کے اندر سکڑ کر پسلیوں سے اوپر ہو جاتا ہے) ویا پیٹ میں کیڑے ہو جانے سے بہی قبض ہو جاتا ہے۔ اسلیئے ہمیشہ بچوں کو مہینے میں ایک دو مرتبہ اگر ضرورت خیال کریں تو مروجہ ادویات مثلاً گھٹی وارنڈی کے تیل وغیرہ سے پیٹ صاف کرتے رہیں۔ کہ اس سے ہر ایک قسم کی بیماری سے حفاظت رہتی ہے۔ اور بلکہ بہت بیماریاں تو ایسی ہیں کہ دور اصل شکم کی غلاظت ہی کے سبب سے ہوتی ہیں اور عوام الناس و نیم حکیم بباعث ناواقفیت آسیب او نظر و یادیگر امراض کا خیال کرکے مختلف ناموافق علاج کرکے حیران ہوتے ہیں۔ مگر بالآخر جلاب سے ہی فایدہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً زیادہ و بخلاف وقت رونا جو کہ دفعتاً درد شکم اور عضا شکنی سے ہوتا ہے۔ مرگی کے موافق بیہوش ہو جانا اور تشنج ہونا ویا سست ہو جانا۔ بدن میں خارش ہونا۔ پھوڑے اور پھنسیوں کا نکلنا۔ مونھ میں چھوٹے چھوٹے دانوں کا نکل آنا۔ زخم کا ہو جانا۔ پیشاب چِنک سے آنا وغیرہ وغیرہ پیٹ ہی کے نہ صاف ہونے سے ویا کرم شکم ہو جانے سے ہوتا ہے۔ اور تجربہ سے یہہ بھی معلوم ہوا ہے کہ لڑکوں کو امراض دایم القبض جو کہ تا زیست دق کرتا ہے اسی ایام طفلگی کی بے احتیاطی اور زیادہ روز تک قبض قائم رہنے۔ اور علاج نکرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں زیادہ روئی اور کم سونے سے بھی بچے اکثر بیمار ہو جاتے ہیں۔ لہذا اسکا بھی خیال رہے اور خصوصاً سونا تو بچوں کے واسطے خواہ وہ کسیقدر ہو مفید اور صحت کی نشانی ہے۔

تازہ اور صاف ہوا کھلانا۔ خون کی صاف ہونے اور صحت کے قائم رکھنے کے واسطے تازہ اور صاف ہوا کی انسان کو بہت ضرورت ہے۔ پس بڑے آدمی اور چلنے پھرنے والے لڑکے تو خواہ مخواہ ہی کم و زیادہ صاف ہوا لے سکتے ہیں مگر ننھے بچے خصوصاً تنگ مکانوں اور شہر کی باشندے کہ جہاں پر اچھی ہوا کی آمدورفت کم ہوتی ہے اس سے محروم رہ جاتے ہیں اور اکثر عورات گھروں میں بچوں کو ایسے مقام میں سلاتی ہیں کہ جہاں نہ کوئی دروازہ ہے۔ اور نہ کھڑکی۔ پس لازم ہے کہ بچوں کو ہمیشہ ہوادار جگہ میں سلائیں اور اکثر منہ کھولکر رکھیں تاکہ خوب طرح سے تنفس لے سکے۔ اور کبھی کبھی دن میں موافق وقت پر باہر تازہ ہوا کھلانے کے لیے بھیجا کریں۔

جسم کا صاف رکھنا صفائی جسم کی حقیقتاً بہت امراض کا بچاؤ رہتا ہے۔ اور چونکہ بچوں کو اپنے جسم کی ہوش نہیں ہوتی۔ اسلیئے انکو مختلف خراشدار چیزوں مثلاً پاخانہ پیشاب خراشدار و زہریلی مٹی گھانس و یا کسی جانور کے چھو جانے سے طرح بطرح کے عوارض پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسواسطے ضرورت ہے کہ ہمیشہ بچوں کے جسم کو صاف رکھیں۔ خصوصاً چہرہ کو تو بار بار دھوتے رہیں۔ اور گاہے گاہے حسب موقع غسل بھی دیدیا کریں۔ کپڑوں کو جو کہ اکثر ناک اور منہ کی لعاب اور پیشاب سے غلیظ ہو جاتے ہیں بدلتے رہیں۔ اور غریب و کم حیثیت آدمی ہر روز ایک دوبار دھو دیا کریں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بالائی جسم منہ وغیرہ صاف نہ رکھنے کی وجہ سے بچوں کی آنکھیں آجاتی ہیں۔ پلکیں گر کر وہ چندھی ہو جاتی ہیں۔ مکھیاں کاٹ کاٹ کر چہرہ پر زخم ڈالدیتی ہیں۔ باچھیں آجاتی ہیں یعنے منہ کے کونے پک جاتے ہیں۔ ناک میں زخم ہو جاتے ہیں۔ سینہ پر رال برابر لگنے سے وہاں چھوٹے چھوٹے دانے نکل آتے ہیں۔ و یا خاص سر کو صاف نہ رکھنے اور غلیظ استرے سے حجامت کرانے سے سر پر پھوڑے نکل آتے ہیں جس سے کہ بالآخر مرض گنج تک کے ہونیکا اندیشہ ہے

اور زیرین حصہ جسم کو صاف نکرنے سے اکثر بچے کے ران اور چڈھوں میں زخم ہو جاتے ہیں اور پنا بگھا ورم ہوجاتی ہیں۔ غرضکہ صفائی رکھنا ایک ایسا امر ہے کہ جس سے یہ سب شکایتیں رفع ہو جاتی ہیں۔

دانتونکا نکلنا۔ اکثر طفل شیرخوار دانتوں کے نکلنے کے ایام میں علیل ہو جاتے ہیں۔ دست اور قے متواتر ہونے کے باعث کمزور ہو جاتے ہیں۔ اسلئے ہمیشہ اسحالت میں بچوں کو ثقیل غذا اور پھل کے کھانے سے روکنا چاہیئے کیونکہ معدہ اور آنتونمیں خراش ہونیکی وجہہ سے ثقیل چیزوں سے اور زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ اور حتے المقدور ایسے دستونکو جلد بند بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ البتہ زیادتی کی حالت میں مضایقہ نہیں ہے اور سوائے اسکے غور کرکے یہ بھی معلوم کرنا لازم ہے کہ کون دانت نکلتا ہے اور کسمقام پر مسوڑہ سرخ اور زیادہ پھولا ہوا ہے تاکہ اسمقام پر ایک شگاف دلوانے سے وہ دانت جلد اور آسانی سے نکل آوے۔ ورنہ خود اسکے زور سے پھوٹ کر نکلنے میں درد پیدا ہونیکا اندازہ ہر کوئی کرسکتا ہے۔ اکثر سامنے کے دانت تو تھوڑی ہی تکلیف سی بغیر از معلوم نکل آتے ہیں۔ و یا مونہہ میں انگلی اور لکڑی وغیرہ چوسنے سے بھی لڑکے کو مدد ملتی ہے۔ اسیواسطے بچوں کے لیئے چوسنی بنوادیتے ہیں۔ جس سے کہ تین فایدے ہیں۔ اول تو ایک قسم کا شغل ہے۔ دوم اس سے دانت نکلنے کے مقام کی سرسراہٹ اور کلبلاہٹ موقوف ہو جاتی ہے۔ سیوم چوسنی کی رگڑ سے وہ مقام کمزور ہو کر دانت جلد پھوٹ آتا ہے البتہ صرف اتنا خیال ضرور ہے کہ چوسنی رنگدار نہو کہ انمیں اکثر خراشدار اور زہریلی اشیاء ملی ہوتی ہیں۔

کان اور ناک کا چھیدنا اور زیور پہنانا۔ اسکے بارہ میں دیکھا جاتا ہے کہ اکثر جہال اپنے بچوں کو پیدا ہوتی ہی زیور پہنانا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ لڑکونکو تو زیور کا استعمال بدرجہ اعلے حماقت کی دلیل ہے۔ البتہ لڑکیوں کو پہنانا اعتدال کی ساتھہ مناسب ہے۔ یعنے ہر ایک کان میں سات سات اور ناک میں ایک سوراخ کرکے ٹسک بالیونکا پہنادینا کافی ہے۔ جو کہ کم از کم ایک دو برس کی عمر کے بعد شروع

کرنا چاہیے اور دیگر اعضاء ہاتھ اور گلے کے لیئے تین چار برس کی عمر کے بعد ایک ایک ہلکے زیور کا استعمال
مناسب ہوگا۔ اور جبکہ بچہ خوب ہوشدار ہوجائے یعنی شش سالہ لڑکیوں کے لیئے ایک دو عدد اور زیادہ
کردینا مضایقہ نہیں۔ مگر سونے کی زیور سے تو ہمیشہ ہی احتراز لازم ہے۔ کم ہوشدار بچی کو زیورات کا استعمال
کرنا و یا کانوں اور ناک کا زیادہ چھید نا خالی از نقصان نہیں۔ اوّل تو بچوں کو زیور کی بوجھہ سے خاصکر
موسم گرما میں از حد تکلیف ہوتی ہے۔ دوم بعض زیورات کے دباؤ سے اُس عضو میں خون کم پہونچکر
پرورش میں فتور ہوجاتا ہے۔ سوم زیور کے گر جانے و یا کسی مدعی کے چھیپٹ لیجانے سے نقصان مایہ
ہوتا ہے۔ بلکہ بعض مرتبہ تو زیوروں کی وجہہ سے بچوں کی جان کا تلف ہونا بھی دیکھا گیا ہے۔ اور چہارم
کانوں کے زیادہ چھیدنے یعنے فی کان بیس پچیس سوراخ اور وہ بھی دو تین ماہ کی عمر میں کرنے سے جو جو
تکالیف بچے اور اُسکی والدین کو اُٹھانی پڑتی ہیں وہ بیان سے باہر ہیں۔ البتہ بعض بعض بچے جنکی صحت
عمدہ ہو اور اُنکی والدہ کی صفائی پر زیادہ نگاہ ہو اور موسم بھی اچھا ہو تو جلد صحت یاب ہوسکتے ہیں۔
ورنہ اکثر ونکی کان تو زخمی ہوکر سڑ جاتے ہیں۔ اور کیڑے تک پڑجانے سے مہینوں اور برسوں علاج کرنے
میں دقّت اُٹھانی پڑتی ہے

خسرہ اور چیچک کا نکلنا

ان بیماریوں کا بھی بچوں کو ایک دو مرتبہ ہونا لازم و ملزوم ہوتا ہے
اسمیں اکثر لڑکے ضائع ہوجاتے ہیں۔ اور جو کہ ان بیماریوں سے شفا پاتے ہیں تو اُن میں سے بعض کی
بے احتیاطی کے باعث سے آنکھہ ناک ہاتھ اور پیر خراب ہوجاتے ہیں۔ و یا شکل زیادہ بگڑ جاتی ہے
پس تجربہ سے دیکھا جاتا ہے کہ اوّل تو جن لڑکوں کے بوقت پیدایش قدرتی طور پر اُنول نال اچھی طرح
نہ باندھا گیا ہو اور خون کسیقدر زیادہ نکل جاوے تو اُسکے چیچک وغیرہ بالکل نہیں نکلتی۔ و یا کم نکلتی ہے
مگر اسمیں خود کوشش نہیں کرنا چاہیے کہ مبادا زیادہ خون نکلنے سے بچہ ضائع نہو جاوے۔ البتہ
سب بچوں کو ٹیکا لگانے کا ضرور بندوبست کرنا چاہیے کہ اس سے گاہے تو یہہ بیماری بالکل نہیں ہوتی
و یا کم نکلتی ہے کہ جس سے اعضاء اور شکل کی بگڑنے کا خوف بالکل نہیں ہوتا۔ اسلیئے ہر ایک کو لازم ہے
کہ اپنے بچوں کو ایک دو مرتبہ ٹیکا لگوا دیا کریں۔ اور جبکہ اس مرض کا موسم آجاوے یعنی اپنے شہر یا

قرب وجوار میں یہہ بیماری لڑکوں کو شروع ہو تو حتے المقدور وہ لڑکی جنکو کہ ہنوز یہہ دونوں مرض نہوی ہوں اُن گھروں میں جانے سے روکی جاویں جہاں کہ اس قسم کا مریض موجود ہو۔ کیونکہ تجربہ سے یہہ امراض متعدی خیال کئے گئے ہیں۔ اور انکا اثر بغیر ٹیکے لگے ہوئے بچوں پر زیادہ ہوتا ہے۔ اور جبکہ اپنے ہی مکان میں ہو جاوے تو اسکو علحدہ رکھیں اور دوسرے بچوں کو وہاں جانے سے بچائیں۔ بلکہ مریض کے پاس جانے والے بڑے آدمی بھی اچھے اور تندرست لڑکوں کو احتیاط سے ہاتھ لگاویں۔ اور جبکہ کسی خاص لڑکے کو شروع ہو جاوے تو ابتدائی حالت میں بشرط ضرورت معدہ کا صاف کر دینا بھی خالی از فائدہ نہیں ہے خسرہ کے مرض میں تو چنداں خوف نہیں ہوتا مگر چیچک کی زیادہ تر احتیاطیں کرنی لازم ہیں۔ یعنی مریض کو صاف فراخ اور ہوا کی آمد و رفت والے مکان میں سب سے الگ اس طریقہ سے رکھیں کہ جسمیں اُسکا جسم اور بستر صاف رہے اور جسم کے دانوں کی جلن دور کرنے کے لئے گاہے گاہے پھولیل یا میٹھا تیل لگا دیا کریں خاصکر چہرہ کا زیادہ خیال رکھیں یعنی دن میں ایک دو مرتبہ گرم پانی اور روئی کے پھنبہ سے آنکھ و ناک کو آہستہ آہستہ صاف کیا کریں اور جہانپر بہت بڑا آبلہ پیپ سے پر دیکھیں تو سوئی کے ذریعہ سے اسکا زور دور کرنے کے لئے سوراخ کرکے مواد نکالدیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ہندوستان کے باشندے مریض چیچک کے جسم کو پانی لگانا بڑا سخت عیب جانتے ہیں بلکہ کپڑے وغیرہ سے بھی صاف نہیں کرتے۔ ہاں مٹی اور راکھ دانوں کے خشک کرنے کے لئے ڈالتے رہتے ہیں جس سے کہ بغیر از معلوم بعضو نکے چند دانے آپسمیں ملکر اور نیچے ہی نیچے پیپ پڑکر اُس خاص عضو تک کو گلا دیتی ہے ویا بڑے بڑے پھوڑے او ناسور بنکر مدتوں تکلیف دیتے ہیں۔ جوڑونکی حرکتیں بند ہو جاتی ہیں۔ کانے اور اندھے ہو جاتے ہیں اور یہہ سب نتایج بچونکے جسم کو صاف نکرنے اور بے احتیاطی کے ساتھ رکھنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

آگ سے جل جانا۔ بہت سے شخص بہ باعث بے احتیاطی اپنے والدین بچپن کے زمانہ کے جلے ہوئے اپاہج دیکھنے میں آتے ہیں اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ دراصل اپنے سرپرستوں کی طفیل بچپن میں آگ سے کھیلنے ویا ایام سرما میں آگ کو قریب رکھکر سو جانے سے جلکر ایسے خراب ہو گئے کہ ایک عضو دوسرے عضو سے جڑ گیا ویا زیادہ جلکر وہ خاص عضو ناکارہ ہو گیا۔ مگر واہ رے بے پرواہی و کاہلی کہ اُسیوقت میں کسی ڈاکٹر اور جراح سے بھی علاج نکرایا۔ تو غالباً

کچھ نہ کچھ درستگی ہو جاتی۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ جب بچے بیمار ہوتے ہیں تو نظر گذر آسیب و مسان وغیرہ خیال کر کے علاج بند کرا دیتے۔ پیچھے جا دیں کہ وہم سے کسی کو دیکھنے تک نہیں دیتے۔ ہوا سے بچاتے ہیں حتیٰ کہ کوٹھڑی وغیرہ گھونٹ کر سڑا کر مار دیتے ہیں۔ پس چاہیے کہ جب کبھی بچے کی طبیعت ذرا علیل ہو تو فوراً ہی رجوع بہ حکیم ہو کر کوشش کے ساتھ علاج کریں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھیں

طریق سوم بچوں کے مزاج کی اصلاح کا خیال رکھنا۔ اس طریق کی پابندی کے لیے صرف دو امور کا لحاظ رکھنا ہے۔ اول تو بچے کے ساتھ روزمرہ کا برتاؤ ایسا کیا جاوے کہ جس میں وہ خودرو۔ ضدی اور چڑچڑے مزاج نہ ہو جاویں۔ اور دوم ان کو وقتاً فوقتاً بد عادات سے روکیں اور نیک عادات کی تلقین کریں۔ چنانچہ امر اول کی توضیح یہ ہے کہ اگرچہ عام طور پر تمام بچوں کا ضدی ہونا پیدائشی ہی خیال کیا گیا ہے۔ مگر در اصل تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ تر بچے اپنے پرورش کرنے والوں ہی کے مزاج اور برتاؤ کے طفیل سے خودسر اور ضدی ہو جاتے ہیں۔ اور بعض بباعث زیادہ عرصہ تک مریض رہنے کے ایسے ہو جاتے ہیں اور وہ جو بغیر ظاہری اسباب خاص پیدائشی ہی بد مزاج تصور کیے جاتے ہیں تو وہ حقیقتاً ایک قسم کا اعصابی و دماغی مرض ہوتا ہے۔ بہر طور کچھ ہی ہو اصلاح کرنا ایک ایسی شے ہے کہ جس سے ہر ایک قسم کو کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر بچہ کسی مرض کے باعث بد مزاج ہو جاوے تو اس میں علاوہ نیک اور معتدل برتاؤ کے حکیم کی جانب رجوع ہو کر ادویات کا استعمال کریں اور باقی حالتوں میں بچوں سے ہمیشہ اس قسم کا برتاؤ رکھنا چاہیے کہ جس سے وہ نڈر اور خودرو نہ ہونے پاویں جیسے زیادہ لاڈ اور پیار کرنے یا بے جا کاہلی و لاپرواہی بھوک کے وقت غذا نہ دینے۔ نیند کے وقت سلانے کا بندوبست نہ کرنے اور ذرا ذرا رونا شروع کرنے پر روٹی دینے سے بچے بالآخر ہٹیلے ضدی اور عدول حکم ہو جاتے ہیں۔ چاہیے کہ محبت اور رعب دونوں کا اثر ان پر ایک ہی قسم کا ہو۔ یعنی حسب موقع انکی حرکات و سکنات پر محبت و سختی سے پیش آنا چاہیے اور اگر یہ فعل ایک آدمی سے ناممکن ہو تو کوئی دوسرا علاوہ والدہ کے مقرر کرنا چاہیے کہ جس کا رعب بچے پر غالب رہے۔ اور اسکو ہرگز ہرگز بچے کے ساتھ زیادہ محبت سے گفتگو نہ کرنی ہوگی۔ شروع سے ایسی عادت نہ ڈالنی چاہیے کہ جس میں بچے کے کل سوال پورے ہی کیے جاویں۔ بلکہ خیال رکھا کہ جو سوال اسکا نا بیجا ہو یا آئندہ نقصان دہ ہو تو وہ ہرگز پورا نہ کیا جاوے۔ بلکہ بعض بعض اوقات تو اپنا رعب جمانے اور بچے کے مزاج میں حکم کی پابندی

پیدا کرنے کے لیے جائز بات کو بھی ٹالنا چاہیے۔ بچوں کو یہ عادت والدین کی بدمزاجی اور ضد ہی کر دیتی ہے کہ اول اُسکو خلاف طبع بات پر روکنا اور بعد کو ذرا سی ضد یا رونے سے اُسکے سوال کو پورا کر دینا اور بلکہ چوم و چمکار کر زیادہ محبت ظاہر کرنا مثلاً ایک لڈو کا سوال تھا اور ذرا رونے سے علاوہ چوم و چمکار کر دس لڈو دیدیئے۔ ویا سوال تھا کہ مجھکو گودی میں لیکر بیٹھو اور یہاں گودی میں لیکر ٹہلنا شروع کیا تو اسطرح سے اُسمیں رفتہ رفتہ ضد اور عدول حکمی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اور بالآخر اُسکو یقین کامل ہو جاتا ہے کہ ضد کرنا بڑی عمدہ بات ہے۔ کہ سوال دس حصہ زیادہ قبول کیا جاتا ہے۔ اور اُسکے والدین جو کچھ بیشتر انکار کرتے ہیں وہ درحقیقت برائے نام ہی ہوتا ہے۔ عدول حکمی کی کچھ بھی سزا نہیں دیتے۔ بلکہ انکار کی تلافی میں کچھ زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ پس اسطرح سے رفتہ رفتہ اُنکی عادت خراب ہو جاتی ہے۔ لہذا میرے نزدیک تو اس ردّ و بدل سے یہ بہتر ہے کہ پیشتر ہی سے انکار نکیا جاوے۔ اول تو اُسکو ایک بات سے روکنا اور پھر اسیوقت اجازت دینا بالکل ناجائز ہے۔ علاوہ ازیں خاص ایک غذا کا عادی کرنا اور یا ایک خاص شخص کا ہر وقت مونس ہونا بھی بچوں کو نقصان دہ ہے۔ خصوصاً جو بچے کہ نانی اور دادی کی تحویل میں رہیں تو وہ اور زیادہ خراب ضدی اور ناشایستہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ایک تو وہ محبت حد سے زیادہ کرتی ہیں۔ دوم تنبیہ نہ خود کرتی ہیں اور نہ بچوں کے والدین کو کرنے دیتی ہیں۔ بلکہ وقت پر حامی بنجاتی ہیں۔ اور سوائے اُنکے حتی الوسع بچوں کو شیرینی کی چاٹ بھی نہ لگانی چاہیے مگر دیکھنے میں آتا ہے کہ اسکو ہی ہر ایک شخص کرتا ہے۔ گویا کہ بچوں کی غذا ہی شیرینی سے شروع کرتے ہیں بجائے ملایم اور ہلکی غذا کے ثقیل و دیر ہضم مثلاً جلیبی و لڈو وغیرہ دیتے ہیں جو کہ اُن کو ہمیشہ بیمار رکھتی ہے اور دوسری کسی غذا سے رغبت نہیں ہونے دیتی۔ ہر وقت شیرینی ہی مانگتا ہے اور اگر نہ ملے تو روتا ہے زمین پر لوٹتا ہے ہٹ ہے۔ ضد ہے۔ بس لاچار اُسکے والدین ان افعال کی برداشت نکر کے پھر وہی مٹھائی منگا کر دیتے ہیں چنانچہ بچوں کو اول تو نمکین اور نرم غذا سے کھلانا شروع کریں۔ مثلاً نمکین بیج اور ملایم کھچڑی اور اگر شیریں اور نرم غذا دینا چاہیں تو ساگو دانہ ارا روٹ و یا بیجمن چینی ملا کر ہمراہی دودھ کھلاویں۔ اور رفتہ رفتہ عام غذا تک لے آویں۔ اور ہمیشہ غذا کو تبدیل کرتے رہیں تاکہ بچہ ایک ہی شے کا عادی نہو جاوے۔ شیرینی کے لیے قطعی ممانعت نہیں ہوگا بے گا بے وہ شیرینی کہ غذائیت بخش زود ہضم ہو اور تازہ

نہیں ہوتی ہو تو کچھ مضایقہ نہیں۔ مثلاً شیرین بسکٹ۔ گلاب جامن۔ بالوشاہی۔ مونگ کی لڈو۔ امرتی ناریل کی مٹھائی۔ حلوائے سوہن وغیرہ۔ اور غریب آدمی قلیل المقدار میں کبھی کبھی گڑ اور شکر روٹی کی ہمراہ کھلا سکتے ہیں۔ مگر تمام دنیا کی چیزوں اور غذاؤں کو چھوڑ کر صرف مٹھائی کا عادی کر دینا درحقیقت بھوک کی خواہش ہو تو اقسام شیرینی و یا حلوا پوری بھی بازار سے منگا کر کھلانا البتہ نقصان سے خالی نہیں بعضوں کا قول ہے کہ بچہ مانتا نہیں روتا اور ضد کرتا ہے **جواب** بیشک بجا ہے لیکن یہ فرمایئے کہ اول تو اسکو عادی ایسا کیا گیا جو ضد اور اگر بالفرض ہو گیا تو اب ذرا روکنا چاہئے اور چشم نمائی کرنا۔ بھوک وہ ہے کہ کچھ دیر کے بعد کچھ دیجئیگا فوراً قبول ہوگا۔ اکثر غریب اور دیہاتی آدمی جنکو مٹھائی ہر وقت نہیں ملتی تو وہ بچوں کو گڑ اور شکر کا عادی کر دیتے ہیں مگر یہ خیال رکھیں کہ زیادہ مٹھائی سے معدہ غلیظ ہو جاتا ہے بدن پر پھوڑے اور پھنسیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور ایک عرصہ تک معدہ کثیر غذا کی برداشت نہیں کر سکتا اور نزلہ کا رخ کرتا ہے۔ لہذا وہ سوء ہضمی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازین دیکھا جاتا ہے کہ بباعث کثرت استعمال شیرینی بچپن ہی سے و یا جوانی میں آن کر دانتوں کا گلنا کہ جسکو کیڑا لگنا مشہور کر رکھا ہے شروع ہو جاتا ہے متعدد آدمیوں کو بیس پچیس برس کی عمر میں خاص گڑ و شکر کے استعمال کے سبب چار چار پانچ پانچ دانت ندارد دیکھنے میں آئے ہیں۔

بیان آداب و تمیز گفتگو

چنانچہ جبکہ بچہ کو ذرا ہوش شروع ہو اور کچھ گفت و شنید کی طاقت آنے لگے تو اسکو اول خدا کا نام کلمہ اور درود کی زبانی تلقین کریں اور رفتہ رفتہ انکی مواقع استعمال مقرر کر کے کوشش اسکی ادائیگی کرائیں۔ مثلاً قبل اور بعد از طعام۔ سونے اور اٹھنے کے وقت وغیرہ وغیرہ تاکہ اس طریقہ سے ایک قسم کی برکت بھی ہو اور اللہ جلشانہ کا نام انکی دلوں میں بسجاوے۔ بعدہ جبکہ وہ کچھ زیادہ ہوشیار ہو جاوے۔ تو سلام اور مزاج پرسی کرنا سکھلاویں۔ اور نیز ہر وقت خیال رکھیں اور تلقین بھی کریں کہ وہ ہمیشہ ملایم اور باادب گفتگو کریں اور اگر گاہے کسی بزرگ کے ساتھ سخت کلامی کرتے ہوئے و یا کسی قسم کی گالی دیتے ہوئے سنیں تو فوراً روک دیں۔ اول پیار سے بعدہ گوشمالی کے ساتھ

حتی الوسع بدعادات کو قریب نہ آنے دیں۔ بزرگوں سے بالاتر بیٹھنے دیا اُنکے سامنے ہنسنے بیہودہ کلام و عدول حکمی کرنے
بات کی کاٹنے اور نازیبا جواب دینے سے منع کریں نہ کہ برخلاف اسکے جو اکثر دیکھا جاتا ہے کہ اپنے بچوں سے
سخت و بیہودہ جواب بہ آمیزش گالی بڑونکو خود دلواتی ہیں۔ اُنکو ٹھاد کھلانا جوتا اُٹھانا اور پتھر مارنا سکھلاتے
ہیں اور تسپر خوش ہوکر ہنستے ہیں اور پھولی نہیں سماتے کہ اُنکا بچہ بولنے اور ایسی حرکات کرنے کی قابل ہوا۔
تف ہے ایسے خوش ہونے پر۔ بلکہ بڑونکو لازم ہے کہ وہ خود آپسمیں بھی خورد و نکے سامنے کوئی فحش بات و مذاقیہ کلام و یا
شرم آمیز گفتگو نکریں ورنہ وہ بھی بے ادب ہو جائینگے۔ کیونکہ یہہ قاعدہ ہے کہ چھوٹے جس طرز و طریقہ کے ساتھہ اپنے بڑونکو
گفتگو کرتے ہوئے دیکھیں اور سنینگے خواہ اُنکے ساتھہ ہوں یا دوسرونکے۔ مثلاً نرمی و سختی۔ خوش خلاقی بد مزاجی
ادبانہ و بے ادبانہ وغیرہ۔ ویسے ہی وہ بھی عادی ہو جاوینگے۔ بلکہ بہتر تو یہہ ہے کہ خاندان میں ہر ایک شخص کو یہ
مجاز ہو کہ جب وہ کسی بچہ کو نامناسب اور خلاف ادب بات کرتے ہوئے دیکھیں تو فوراً حسب موقع نرمی و یا سختی کے
ساتھہ منع کر دیویں اور چاہیے کہ ایسے معاملات میں بچوں کے والدین حامی ہو کر جنگ و جدل پر طیار نہو جاویں جیسا
کہ اکثر ہوتا ہے بلکہ اس قسم کی فریادوں سے اُن بچوں ہی کو چشم نمائی کریں۔ علاوہ ازیں کھانے کے آداب جسم اور
کپڑونکو صاف رکھنے کا سلیقہ اور حتیاط وقتاً فوقتاً بتلاتی رہیں۔ اور نیز اُن کو اپنے ہمعمر بچونکے ساتھہ ملنے اور کھیلنے کے لیے جو
کہ اُنکی بالیدگی اور تفریح طبع کے لیئے ضروری ہے اجازت دینی چاہیے بشرطیکہ طریقہ تہذیب سے کوئی امر باہر نہو۔

بیان آداب طعام ۔ بچوں کو بتلانا چاہیئے کہ ہر مرتبہ اپنے مونہہ اور ہاتہہ دہوکر صاف و محفوظ جگہہ
میں باادب بیٹھکر بِسْمِ اللّٰہ کرکے ایسے طریقہ سے کھانا کھاویں کہ طعام میں سے حتے الوسع نہ گرنے پاوے اور اُنگلیاں نہ بگڑیں
نہ کہ برخلاف اسکے جیسا کہ اکثر دیکھتی ہیں کہ خود بچہ نیکے والدین ہی اُنکو بغیر ہاتہہ مونہہ دہلوئے بستر ہی پر روٹی دیدیتی ہیں۔ و یا
وہ گلی کوچوں اور مکان کے صحن میں چلتے پھرتے ٹکڑا ہاتہہ میں لینے ہی لعاب بینی (سنک) سے کہاتے پھرتے ہیں
اور اسیحالت میں گاہے کوا و چیل و یا کتا ہاتھ سے ٹکڑا لیکر اُنکو زخمی کر جاتا ہے۔ علاوہ ازیں بڑے اور ہوشیار لڑکی جو کہ اکثر بازاروں
میں پھل۔ میوہ جات و شیرینی وغیرہ کھاتے پھرتے ہیں اُنکو بھی روکنا اور سمجھانا چاہیئے کہ ہر شئے گھر پر آنکر
کھاویں اور ہمیشہ بعد کھانے کے بھی مونہہ اور ہاتہہ ضرور دہولیا کریں

بیان آداب پوشاک ۔ پوشاک کے بارہ میں خود بزرگونکو مناسب ہے کہ وہ اپنے بچونکو شروع ہی سے

ایسے کپڑے پہنا دیں کہ جو صاف اور ستر پوش ہوں۔ انکے جسم کو گرم و سرد ہوا سے محفوظ رکھیں اور چلنے پھرنے و معمولی کھیل کود میں حارج نہوں کیونکہ اول تو بچے صاف اور باقاعدہ پوشاک پہننے سے وہ خود بہلے پیارے معلوم ہوتے ہیں اور نیز تندرست بھی رہتے ہیں اور دوم انکے اس حال سے گھر والوں کا خوش باش اور منتظم ہونا ثبوت ہوتا ہے۔ اور اسکے برخلاف باوجود استطاعت بچوں کی ننگے بے ستر اور میلے پھرنے سے گھر والوں خصوصاً بچہ کی والدہ کا نہایت ہی غیر منتظم۔ لاپرواہ اور پھوہڑ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ایسے بچے نہ تو چنداں تندرست ہی رہتے ہیں اور نہ ان کو چھوٹی اور پیار کرنیکو کسیکی طبیعت چاہتی ہے۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ بجای پوشاک بچوں کو زیور پہنانیکا زیادہ خیال کرتے ہیں جو کہ محض فضول اور نقصان دہ امر ہے۔ اور جبکہ بچے ذرا ہوشیار اور سمجھدار ہو جاویں تو ان کو تاکید کیجائے کہ وہ اپنے کپڑوں کو چلنے پھرنے اور کھیلنے میں میلے ہونے سے بچاویں۔ کیونکہ بغیر احتیاط کپڑوں کا صاف اور دیرپا رہنا ممکن نہیں بلکہ کھیلنے اور سونے کے وقت کیلیئے بجاے معمولی پوشاک کوئی خاص مضبوط اور میل خوری پوشاک مقرر کرنا چاہیئے تاکہ کپڑونکے ہر روز میلا ہونے بدلنے اور پھٹنے سے نجات ملے۔

بیان آداب بازی طفلان۔ بچوں کو اول تو ایسے وقت اور بقدر عرصہ تک کھیلنا چاہئیے کہ جسمیں انکی نماز تلاوت کلام مجید و دیگر علوم فنون۔ کسب پیشہ میں کہ جو ان کو سکھلانا ضرور ہے حرج واقع نہو۔ دوم انکو صحبت کرنا اور کھیلنا اپنے ہم عمروں سے مناسب ہے۔ سوم نالایق اور بدچلن لڑکوں کی صحبت سے پرہیز رکھنا چاہیے چہارم کھیل خلاف شرع نہوں پنجم ایسے کھیل بھی نہوں کہ جسمیں جان و جسم کو زیادہ خوف ہو یا کپڑے خراب اور شکستہ ہوں۔

بیان بچوں کو نقدی دینے کا۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بچے اپنے والدین سے بکوشش و یا بزور جسقدر چاہتے ہیں نقدی حاصل کر کے برباد کرتے ہیں۔ اور انکے والدین بھی باین خیال کہ جس میں انکی اولاد شکم سیر نیت سیر اور خوش و خورم ہو کر بالیدگی اختیار کرے زر دینے سے انکار نہیں کرتے۔ مگر جو نقصان کہ اس خاص وجہ سے لڑکوں کو ہوتے ہیں اسکا بیان ذیل میں درج ہے تاکہ ہر کوئی بمعاملہ میں احتیاط لازم پکڑ کر واضح ہو کہ جب کل بچے اپنا معمولی کھانا و کپڑا موسمی پھل و میوہ جات معہ مناسب اور ضروری کھلونوں کے اپنے گھروں ہی سے پاتے ہیں تو پھر نقدی دینا انکو کیا وجہ۔ البتہ اسمیں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ بچے

بنسبت بڑوں کے پھل میوہ جات۔ اور شیرینی کی زیادہ خواہشمند ہوتے ہیں۔ تو اس زیادتی کے لیئے ان کو گاہے گاہے آپ خود کوئی چیز لیدینا کافی ہوگا۔ نہ کہ دو چار آنہ ویا کم و بیش ہر روز انکے مقرر کئے جاویں جنکو وہ خواہ نخواہ فضولیات میں صرف کرکے مختلف نقصانات اوصافی اور جسمی اٹھاویں۔ **وھو ھذا**

اول تو بچے نقد پانے سے بغیر تمیز کچے و پکے پھل میوہ جات اور شیرینی جو کہ در اصل غذائیت بخش چیزیں نہیں ہیں بلکہ زبان کی ذائقہ کے لیئے کھائی جاتی ہیں دن بھر کھاتے رہتے ہیں جس سے بسو ہضمی ہو کر انکی صحت خراب ہوجاتی ہے۔ اور بجائے خوش و خورم رہنے اور عمدہ بالیدگی حاصل کرنے کے کمزور نحیف اور دایم المریض ہوجاتے ہیں۔ دوم چٹورے ہوجاتے ہیں۔ جو عادت بد کہ مشکل سے مدت کے بعد ترک ہوتی ہے۔ سوم اگر کسیکو زبان کا ذائقہ نہوا ویا بعد کھانے کے جو پس انداز ہوا تو اس نقدی سے بچے آپسمیں کھیلتے کھیلتے قمار باز ہوجاتے ہیں۔ جس سبب سے کہ ان میں بعد کو چوری کی عادت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور اسمیں اول اول تو وہ اپنے گھروں میں دست اندازی کرتے ہیں۔ اور بعدہ دوسروں کے ہر مال صاف کرنے لگتے ہیں چہارم جن لڑکوں کا کھیلنے کی جانب زیادہ رخ ہوتا ہے۔ تو وہ پتنگ۔ کبوتر۔ بٹیر۔ و مرغ بازی میں روپیہ خراب کرتے اور اوقات ضایع کرتے ہیں۔ جس سے کہ انکے علم و ہنر سیکھنے میں بڑا حرج واقع ہوتا ہے۔ پنجم ذرا زیادہ عمر ہونیکی حالت میں ویا گاہے بہمراہی صحبت بد و دیگر افعال ناشایستہ مثلاً شراب خوری۔ زنا لواطت کے مرتکب ہوجاتے ہیں۔ ششم اگر شاذ و نادر مرقومہ بالا آفات سے سلامت بھی رہے۔ تو وہ کل نقدی برخلاف خیال انکے والدین تنہا اپنے اوپر صرف نہیں کرسکتے بلکہ نصف کے قریب تو انکے ہم صحبت بچو نسی ویا بجبر اڑا جاتے ہیں۔ اسلیئے مناسب یہہ ہے کہ حتی المقدور نقدی بچونکی تحویل میں ندیجاوے۔

بیان قواعد و آداب پردہ نشینی - لڑکیوں کو علاوہ دیگر قواعد تربیت کے پردہ نشینی کی عادت بھی چھ سات سال کی عمر سے ہی سکھانا لازم ہے۔ کیونکہ عورتوں کا پردے میں رہنا جسقدر کہ مفید اور عمدہ رسم خیال کیگئی ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور ہر ایک اس سے واقف ہے۔ مگر تاہم اسکی مجملاً تشریح معہ چند قواعد اسموقع پر لکھنا خالی از فائدہ نہیں خصوصاً ان لوگوں کے لیئے کہ جو باوجود قدرت و استطاعت اسکے منکر ہیں ویا باعث تساہلی پوری طور پر پردے کی ادائیگی نہیں کرتے۔

تعریف پردہ - پردہ اسکو کہتے ہیں کہ عورتیں اپنے تمام جسم کو مع آواز غیرہ وغیرہ کے دیکھنے اور سننے سے بچاویں۔

پس واضح ہو کہ عورتوں کا درحقیقت مردوں کی نگاہ سے علیحدہ رہنا ہی مناسب ہے۔ ورنہ خواہ مخواہ انمیں حرارت پیدا ہو کر طرفین مرتکب فعل بد کے ہو جاتے ہیں جو کہ نہایت ہی معیوب ہے خصوصاً فی زماننا کہ لوگوں کے دلوں سے خوف خدا اور شرم دنیا غائب ہو گئی ہے اسلیئے اسکا خیال بہت ضروری ہے۔ لیکن چونکہ دنیا میں بباعث مختلف نسب و حیثیت ہونے کے ہر ایک شخص اپنی حالت یکساں نہیں رکھ سکتا بلکہ چند اقوام تو اس قسم کی ہیں کہ وہ بسبب کم استطاعت و بود و باش دیہات و یا خاص پیشہ کے اپنی عورتوں کے مقامات ستر کو بھی جو کہ گردن سے گھٹنے تک ہے پوری طور پر غیر مردوں کی نگاہ سے نہیں بچا سکتیں۔ حالانکہ مقام مخصوص تو شیر خوار لڑکیوں تک کا بھی ہر ایک مرد کی نگاہ سے پوشیدہ رکھنا چاہیے۔ لہذا اس پردے کی تین قسمیں ہیں۔

قسم اول پردہ تو وہ ہے کہ جسمیں عورتیں بہت احتیاط کے ساتھ اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر مقیم رہیں۔ شکل اور آواز انکی کوئی غیر مرد انکی جھلک تک نہ دیکھنے پاوے۔ بلکہ اپنی برادریں سے بھی بجز اپنے نہایت ہی قریبی بڑے اور چھوٹے رشتہ داروں کے (کہ جنکو محرم کہا جاتا ہے مثلاً چچا۔ بھائی۔ بیٹا۔ داماد وغیرہ) کسیکے سامنے آویں اور نہ ہمکلام ہوں اور نیز آوارہ۔ بدچلن اور بے پردہ گھومنے والی عورتوں کے ملنے و یا ایسوں کے ہمسایہ رہنے سے بھی انکو روکا جاوے۔ اور اگر کسی باعث سے سفر کو و یا خویش و اقارب کے یہاں جانے کی ضرورت ہو جاوے تو بہت احتیاط کے ساتھ بلا سواری و یا برقع باہر قدم نہ رکھیں۔ یہ قسم پردہ خاص امراء شرفاء شہر کے باشندوں اور اعلیٰ درجہ کے محتاط لوگوں کے گھروں میں مروج ہے جو کہ ہر قسم کی ضروریات کو بلا عورتوں کے باہر نکلنے کے گھروں میں ہم پہونچا سکتے ہیں۔

قسم دوم پردہ وہ ہے کہ جسمیں عورتیں اپنے گھر کے احاطوں میں پردہ کے ساتھ مقیم رہیں اور غیر مردوں کی نگاہ سے بھی بچی رہیں۔ مگر بلا تخصیص محرم نامحرم برادری والوں۔ ملازمین و خدمتی لوگوں کے سامنے بھی آویں۔ اور ہمکلام ہوں۔ بولنے ہنسنے اور گاہے گاہے باہر نکل آنے میں موافق قسم اول چنداں احتیاط

تحریریں۔ یہہ قسم عوام شرفا۔ بےعلم۔ غیر محتاط۔ غریبوں یا دیہات کے شریف اور خاندانی قوموں میں رائج ہے۔

قسم سوم پردہ وہ ہی کہ جسمیں عورتیں گھروں اور محلوں میں تو چنداں احتیاط کے ساتھ پردہ نہ کریں مگر بوقت ضرورت کاروبار خانگی وغیرہ باہر نکلنے و بازار گھومنے کی جسم اور موںہہ کو برقع یا گھونگٹ کے ذریعہ سے خوب پوشیدہ کرکے نکلیں۔ اور عام طور سے نہ ہر ایک غیر مرد کے سامنے ہوں اور نہ ہمکلام۔ یہہ پردہ خاصکر خاندانی ہندوؤں اور مسلمان غریبوں۔ کم درجہ کے پیشہ والوں میں جاری ہی۔ غرضکہ ان ہرسہ قسمہائے مذکورہ بالا سے کوئی بھی ہو۔ ہر ایک اپنے اپنے درجہ کے موافق کچھہ نہ کچھہ مفید ہے۔ بہ نسبت اُن لوگوں کی کہ جنکی عورات بے پردہ آزادانہ اپنی مرضی سے ہر جگہہ جاتی ہیں۔ اور ہر ایک عام و خاص سے گفتگو کرسکتی ہیں۔ و یا بے ستر تالاب اور دریاؤں پر نہاتی ہیں۔ چنانچہ جو لوگ کہ کم حیثیت ہیں و یا اس قسم کا پیشہ و کار کرتے ہیں کہ جسمیں اُن کی عورتوں کو باہر چلنا۔ پانی لانا۔ کھیت میں جانا وغیرہ ایسا ضروری ہو کہ بغیر اسکے کام چلنا دشوار ہو تو انکے لیے درجہ سوم کا پردہ کافی ہے۔ مگر علاوہ انکے اور جسقدر ہیں کہ جو ہر طرحسے عورتوں کی ضروریات کو گھر میں بہم پہونچا سکتے ہوں تو اُن کو قسم اول کے ہی قواعد پر ہی قائم رہنا چاہیے۔

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ مردونکی بے پرواہی اور تساہلی کے باعث عورتیں جو کہ اپنے تئیں آزاد کرنا چاہتی ہیں بے احتیاطیاں کرکے قواعد کے برخلاف عمل کرنے لگتی ہیں۔ اسواسطے مردونکو لازم ہے کہ وقتاً فوقتاً غور کرکے تعقید کرتے رہیں ورنہ قواعد مقررہ کی شکستگی سے رفتہ رفتہ فتنہ پیدا ہونیکا خوف ہے۔ کیونکہ ہمکو تجربہ بتلاتا ہے کہ جس قوم میں ہنوز پردہ نہیں ہے و یا جنمیں بے احتیاطی کے ساتھہ عملدرآمد کیا جاتا ہے تو اُن میں اسیقدر زیادہ واردات افعال بد دیکھی جاتی ہیں۔ مگر یاد رہے کہ یہہ پردہ کی پابندیاں زیادہ تر جوانوں کے واسطے خصوصیت رکھتی ہیں ورنہ ضعیف عورتیں اگر کسیقدر قواعد کے برخلاف کارروائی کریں تو چنداں حرج میں داخل نہیں۔

بیان تعلیم کا

یہہ بات مشاہدہ اور تجربہ مین آچکی ہے کہ تمام بچے بباعث کمی و بیشی صفت تعلیم پذیری کی جو کہ دراصل ان مین خلقی پائی جاتی ہے ایک ہی طرح پر اور برابر تعلیم نہیں پا سکتے۔ لہذا انکو چار درجون مین تقسیم کیا ہے۔

درجہ اول۔ اسمین وہ نیک بچے داخل ہین کہ جن مین شروع ہی سے عادت بد کا ہیولا اثر ہی نہیں ہوتا۔ اگرچہ وہ بد لڑکون کی صحبت مین بھی رہیں۔ چنانچہ اس قسم کے لڑکے بغیر اطلاع و باسرور دہی اپنے والدین کے خودبخود ہمسایون اور دیگر اپنے ہم صحبت بچوں سے نیک عادت کی تلقین پاکر رفتہ رفتہ اپنے ہی شوق و یادداشت سے اچھے اچھے اور کارآمد علوم حاصل کر لیتے ہیں۔

درجہ دوم اس مین وہ بچے داخل ہیں کہ جنکو تعلیم دینے کے لئے ذرا سی محنت کرنا و انکو زیر نظر رکھنا درکار ہے۔

درجہ سوم یہہ وہ بچے ہین کہ جنکو نیک راہ سنبھالنے اور اسپر قائم رکھنے کے لیے ہر وقت تاکید شدید رکھنا ضرور ہے۔

درجہ چہارم اس قسم کے بدطینت اور نااہل بچے جنکا نیک اعمال کرنے کو دل ہی نہیں چاہتا۔ انکو چاہے جسقدر تلقین کیجائے۔ مگر ہمیشہ بدعادات ہی پر رجوع کرتے ہیں۔ تربیت و نصیحت کا اثر ان پر برائے نام و ناپائیدار صرف خوف اور دباؤ کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ بہرطور اقسام مذکورہ بالا میں سے کوئی قسم بھی ہو۔ مگر کوشش اور تدارک کرنا کسی حالت میں بھی رائگان نہیں جاتا۔ یعنی اگر قسم اول سے ہے تو بہت جلد اور عمدہ فایدہ ظہور مین آئیگا۔ اور اگر اخیر قسم ہے تو اتنا ضرور ہوگا کہ آیندہ بداعمالی میں ترقی نہ ہوگی۔ اسلیئے یہہ امر ضروری ہے کہ ہر ایکبچے کیواسطے شروع ہی سے کوشش کیجاوے۔ ورنہ وہ لامحالا آوارہ اور خراب ہو جاتے ہیں۔ اور دوم صغیر سنی کی بنا کا اثر ایسا پختہ ہوتا ہے کہ وہ تازیست نہیں جاتا۔ باین وجہہ بعض نیک تعلیم یافتہ اگر کسی خاص سبب سے آوارہ بھی ہو جاوے تو وہ اخیر میں پھر سنبھل جاتا ہے۔

بہرطور جبکہ بچہ کی عمر چار سال کی ہو جاوے تو حسب مرضی خود اسکو تعلیم دینا شروع کرین مگر یاد رہے کہ کم و بیش تعلیم دینی ہر حالت میں برابر جاری رہے خواہ تنہا ہو یا علم دنیوی و دیگر فنون کسب و پیشہ کی ہمراہ ہو حتے کہ لڑکا سن بلوغ تک پہونچے۔ تعلیم دنیوی جو کہ دراصل معاش کے لیئے ہے اور

سب کو لیئے سیکھنا ضروری خیال کیا گیا ہے۔ وہی قسم حاصل کرنا مناسب ہی جو کہ اپنے آبا و اجداد سے چلا آتا ہے۔ کیونکہ اول تو اس علم و ہنر اور کسب وغیرہ کو سیکھنا سہل ہی جس سے کہ اپنے بزرگ ماہر چلے آئے ہیں۔ دوم بچہ کو شروع ہی سے اپنے بزرگونکے حرکات و سکنات دیکھنے سے وہ کسب از خود ہو جاتے ہیں اور وہ اُنکا عادی بھی ہو جاتا ہے۔ پس ہر ایک کو لازم ہے کہ حتی المقدور اپنے ہی ہنر و کسب میں کوشش بلیغ کر کے معاش میں ترقی کرے۔ اور بشرطیکہ قبول کرنا اپنے جدی کسب سے بر لاچاری وہی فن و ہنر لڑکے کو سکھلانا ہو گا۔ کہ جسطرف اُسکا رُخ ہو یا جسپر اُسکا دل ہے۔ اور اگر تعلیم دینی بذریعہ پڑھنے کے نہو سکے مثلاً بباعث نہ ملنے استاد و یا مصروفیت دیگر کسب و پیشہ وغیرہ وغیرہ کے تو زبانی تعلیم کافی ہو گی۔ بلکہ شروع میں تو ہر ایک کو ہی زبانی وضو اور نماز کی ترکیب اور چند مسائل نظم میں یاد کرانے چاہئیں۔ کیونکہ اسطرح پر بہ نسبت پڑھنے کے جلد یاد ہوتا ہے۔ پس جبکہ بچہ چھ سات سال کا ہو جاوے تو نماز پر قائم کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ اگر لڑکا ہے تو علم دنیوی یا دیگر کسب و پیشہ کے کاموں میں بھی اُسکو شامل کر کے اُسکے ہاتھ سے مشق کرائیں۔ اور اگر لڑکی ہے تو بعد از ضروری تعلیم علم دینی قواعد آداب۔ پردہ۔ خلق۔ و حیا۔ معہ کاروبار خانگی کے سکھانا لازم ہے۔ کیونکہ لڑکیکا معاملہ نہایت نازک ہے۔ اول تو اُسکو دوسرے گھر جانا ہے جہاں پر کہ عیب و ہنر کی خوب آزمائش کیجاتی ہے۔ دوم۔ گھر بار اُنکے سپرد کیا جاتا ہے۔ سوم بچوں کا پرورش اور تربیت کرنا بھی انہیں کی ذمہ واجب ہے۔ اسلیئے لڑکی جسقدر نیک۔ خوش خلق اور حیادار اور بندوبست خانگی سے ماہر ہو گی تو اُسیقدر وہ خود بھی خوش رہیگی اور سسرال والے اُنکو آرام اور والدین کا نام ہو گا۔ چنانچہ ہر ایک کو لازم ہے کہ لڑکیکو ایام طفولیت سے ہی خوب تاکید کے ساتھ تربیت کریں۔

بیان تعلیم نسوان یعنی عورتوں کو علم دنیوی پڑھانیکا

فی زمانہ جو دیکھا جاتا ہے تو اکثر لڑکیوں کی نوشت و خواند کی بارہ اسقدر سعی اور کوشش کرتے ہیں کہ الاماں۔ مکان کی پردہ کی اٹھا دی۔ جس کتاب میں دیکھو۔ تعلیم نسوان کا ذکر جو اخبار کو ہاتھ میں لیجیئے۔ تعلیم

زنان کا چرچا۔ جہانپر سنو آپس مین بھی یہی گفتگو ہو رہی ہے۔ اگر اسکا باعث دریافت کیجیئے تو رسم یورپ کا ہونا پیش کرکے چار فایدے تبلاتے ہین۔ یعنی اول تو خواندہ عورت عقلمند ہوتی ہے۔ دوم گھر کے اخراجات کا حساب رکھ سکتی ہے۔ سوم اُسکے بچے جلد تعلیم پاتے ہین۔ چہارم [illegible] باتون کی خط و کتابت کر سکتی ہین۔ لیکن اگر حقیقی فایدہ دیکھا جائے تو [illegible] سکے کہ [illegible] قصہ جات عشق و دیوان محبت انگیز کا شغل رکھین [illegible] ہر روز آئے دال کا خرچ لکھا اپنے مالک کو سنا دین [illegible] ہے۔ چنانچہ کوئی صاحب تو اپنی لڑکی کو مڈل پاس [illegible] ہی نے انٹرنس [illegible] اور جو صاحب ایسے بھی تیز ہوئے تو انھون نے اپنی [illegible] اعزاز [illegible] تک پہونچایا۔ اور جن لوگون کی لڑکیان موجود نہین ہین وہ [illegible] حال سن سنکر شاد ہوتے ہین۔ اور اس قسم کی [illegible] اہمت اور [illegible] کرنے مین [illegible] خوب۔ اجی حضرت یہہ تو فرمایئے کہ آپکا منشا کیا ہے۔ آیا عورتون کو خواندہ عقلمند [illegible] بنا کر کسی اخبار کی ایڈیٹری کرائیگا۔ یا ڈگری مختار بنا کر مقدمات لڑائیگا و یا دفتر [illegible] نوکر رکھا کر اُنکی کمائی کہایئے گا۔ پس اگر ایسا ہی ہے تو آفرین۔ دور کی اور اپنے مطلب کی سوجھی۔ غیر عورتون کو آرام سے گھر مین بیٹھا دیکھکر آپ کو رشک پیدا ہوا ہوگا۔ لہذا [illegible] اُنکو باہر نکالا اور اپنے زمہ داری کے کاروبار اُنکے سپرد کرکے خوب محنت بچائی۔ اچھا کیا۔ مین بھی پسند کرتا ہون۔ لیکن اب آپ بجائے اُنکے چوڑیان پہنکر گھر سنبھالیے اور [illegible] سر پر رکھکر چولہے چکی [illegible] وہ پیدا کرین آپ اوٹھائیے۔ وہ جنین آپ پرورش کیجیے۔ [illegible] چاہیے ہی کیا ہے۔ [illegible] تک وہ اہل خانہ بنی رہین۔ اب [illegible] آپ [illegible]۔ پہلے آپ تو ایک ہی حصہ کا کرتے تھے مگر ہوا صاحبہ المضاعف [illegible]

مین چلنے والی ان عورتون کو تو صرف امور خانگی کھانا پکانا [illegible] ترکیبین۔ کپڑا قطع کرنا سینا۔ مکان کی آرایش بچونکی پرورش کی احتیاطین وغیرہ [illegible] تعلیم کرنی چاہیئے۔ [illegible] بار دینی قرآن شریف کا پڑھا دینا۔ [illegible] اور مذہب کی باتین اور مسائل ضروری کا زبانی [illegible]

ہے۔ اور علم دنیوی اس فرقہ عورات خصوصاً پردہ نشین کو پڑہانا سراسر لاحاصل اور عیب پیدا کنندہ ہے۔
اور حقیقتاً عورتوں کو علم دنیوی کے ذریعہ سے چست و چالاک لیاقت دار اور عقلمند بنانے سے فائدہ
ہی کیا ہے۔ کیونکہ نہ اُنکے ذمہ بادشاہت کرنا ہے نہ نیابت نہ نوکری کرنا ہے نہ وکالت۔ بلکہ انکو
تو گھر کا بند و بست کرنا ہے۔ اور بچوں کی تربیت و کفالت پھر بلا وجہہ نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا۔ کیون سر دردی
کیجاوے۔ انکو تو معمولی خدا داد عقل و بازبانی تعلیم و تادیب کرنا کافی ہے۔ اس اپنی موجودہ حالت میں
تو یہ فرقہ سخن پروری و زبان درازی حیلہ و مکر کے ذریعہ سے پتہ بھی نہین لگنے دیتا اور پڑہنے کے بعد تو
یہ کڑوے کریلے نیم چڑہے ہوجاینگے۔ ہان البتہ اگر ان کو پیشتر ہی سے آزاد اقوام کے موافق آزاد کیا
جاوے۔ یعنے بے پردہ بازار و میں گھومین۔ اور موافق خواہش نفس چاہے جس غیر مرد کے ساتھ مخلا بالطبع
گفتگو و مذاق کریں۔ اور چاہے جس عرصہ تک تمہاری نگاہوں سے علیحدہ رہیں۔ اور اپنی پسند
سے آپ ہی شادی کرین۔ تو اُسحالت مین زیادہ پڑہانا بھی عیب نہین ہوسکتا۔ کیونکہ جس باعث اور
خوف سے منع کیا جاتا ہے وہ اُنکو پہلے ہی سے حاصل ہے تو اب علم نوشت و خواند سے خواہ مخواہ
کیون محروم رکھا جائے۔ بس جو صاحب کہ عام طور پر تعلیم نسوان کے لیئے زور دیتے ہین۔ تو وہ اول آزادی
مرقومہ بالا عطا فرمادیں۔ تاکہ اُنکا پڑہانا بھی عیب نہ شمار کیا جاوے۔ ورنہ برخلاف حالت مین تو چند
مفید نہیں بجز خاص الخاص کے بشرطیکہ وہ نیک نیت ہون اور حد درجہ کا ضروری بھی خیال کیا جاوے
تو بعد از اولاد ہونے و تیس برس کی عمر گذر جانے کے اگر کچھہ ضروری پڑہا دیوے کہ جسکی شاذ و نادر ہی
ضرورت ہو۔ و یا صرف تعلیم دینی ہی پر حد درکھے تو کیا مضائقہ ہے۔ مگر یہ مڈل اور انٹرنس پاس کرانا
و یا نوشت و خواند میں خوب روان کرنا کچھہ ضرور نہین اور نہ کارآمد ہے۔ بلکہ اس پڑہنے سے تو اُن کو
خود اور اُنکے وارثون کو اکثر سوائے نقصان اور بدنامی کے کوئی فایدہ دیکھنے مین نہیں آتا۔ اور
لکھنا تو عورتون کے لیئے گویا کہ زہر قاتل ہے۔ اور یہہ جو بعضونکا قول ہے کہ حضرت لڑکیوں کو اسقدر
لکھنا ضرور سکھلا دینا چاہیئے کہ جسمین وہ بعد از شادی اپنے دل کی ضروری باتین اور پوشیدہ حالات
جنکو کہ وہ دوسرے لکھنے والے پر ظاہر نہین کرسکتین اپنے خاوند کو لکھہ سکین۔ تو یہہ کہنا اُنکا سراسر

کم بھی پروا ل ہے ۔ عورت کو لیئے کوئی ایسے پوشیدہ حالات نہیں ہیں اور نہ کوئی آفت آئی ہوئی
ہے کہ جسکی اطلاع (رپورٹ) فوراً خاوند کو بھیجا سے ۔ اگر معمولی حالات بیماری و تندرستی ۔ مرنا
اور پیدا ہونا ۔ اور زیادہ تر خرچ کیفیت اور قرض خواہ کا وقوع کرنا ہے ۔ پھر یہہ بزرگوں کے لکھنے
دیا لکھوانے سے معلوم ہوسکتا ہے ۔ فرمائیے جناب صاحب کی اہل خانہ موافق انکے قانون کے تعلیم یافتہ
ہیں اور ہمیشہ انکو خطوط نویسی بھی کرتی ہیں ۔ تو ذرا غور اور خیال فرما کر دوبارہ سب خطوں کو دیکھکر بتلائیے
کہ انکو جسقدر نوشت اپنی اہل خانہ سے وقتاً فوقتاً ملتی رہتی ہے تو اسکا لب لباب سوائے طلب
روپیہ اور غیبت جانبین کے اقرباؤں کے اور بھی کوئی پوشیدہ اور دلی راز تھا ۔ امید ہے ہرگز
ہرگز نہیں ۔ ہاں اگر زیادہ بے شرم ہیں تو اپنی جوشش طبیعت کا حال شعر اور غزل لکھکے پیرایہ میں
لکھینگی ۔ دیا کوئی مضمون سرسبز لغویات یا اپنی محبت کے اظہار میں حضور خاوند صاحب کے پیشکش
کرینگی جسکو کہ آپ خود صاحب حالات دلی تصور فرما کر بہت خوش ہولتے اور تعلیم نسواں کا نتیجہ انہیں
معلوم کرتے ہیں ۔ واہ شاباش اور صد آفرین اس عقل پر کہ کے سب بہیڑ چال کے مصداق ہو کر
ایک ہی رستہ پر بیجا خوف و خطر میں گرنا چاہتے ہیں ۔ افسوس کہ آپ لوگوں نے ان اقوام کی
عورات کو بھی دیکھکر جو کہ تعلیم یافتہ ہیں سبق نہ پایا ۔ اجی حضرات ! سنئے تو مفصلہ ذیل نتائج بد
پیدا ہوتے ہیں ۔ اول تعلیم یافتہ اور پڑھی لکھی عورت بیحیا ہوجاتی ہے ۔ دوم وقت کا رائیگاں
[illegible] باعث [illegible] پسند نہیں کرتی بلکہ منتظر [illegible] آپ کو
[illegible] دیکھنا چاہتی ہے ۔ سوم تمام امورات خانگی سے دست بردار ہو کر اپنی کھانا و کپڑا اور
ہر کام کے لیئے ملازم طلب کرتی ہے ۔ چہارم جو بیبیاں کہ ہمیشہ بدست خود اپنے خاوند کو خط لکھتی
ہیں تو وہ ان کو تمام محلے و نہ سہی تو انکے والدین اور دیگر خویش و اقارب سے تو ضرور برگشتہ کرکے
جنگ و جدال کرا دیتی ہیں ۔ بلکہ انکے سر بکنے پر تُل بیٹھتی [illegible] ۔ پنجم اگر ان ذات شریف کو خط و
کتابت میں خوب محاورہ ہوگیا ۔ اور ایسا نہو کہ اپنے مرد کی غیر حاضری یا اُسکے بداخلاقی سے پیش
آنے دیا کسی دیگر وجہہ سے قرب وجوار میں کسی غیر مرد سے بد دتحریر دل کے پوشیدہ راز ظاہر کرنے لگیں

کو پہونچیں۔ کیونکہ بباعث مطالعہ قصہ جات محبت آمیز و رسالجات عشق انگیز انکی طبیعت پر شعلہ ملک نور منتی ہے۔ اور علاوہ ازین ایک بڑا امر یہہ ہے کہ تعلیم یافتہ عورت بمجرد ارادہ بد اپنے قاصد تحریر کے ذریعہ سے بہ آسانی اور بغیر از خوف مختلف تیلون سے بہت جلد مراد دلی کو پہونچ سکتی ہے بہ نسبت ناخواندہ پردہ نشین کے کہ اُسکو ایسے کام کرنے کے لیئے بہت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے

فصل دوم بیان مردمان ناکتخدا

واضح ہو کہ جن اشخاص کی ہنوز شادی نہین ہوئی و باجکہ عقد ثانی کی فکر میں ہیں تو اُن کو اگر وہ خود مختار ہین تو خود ورنہ اُنکے بزرگونکو لازم ہے کہ عقد نکاح نہایت احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھہ زن نیک حتے المقدور جفت ہمہ صفت موصوف کی تلاش کریں۔ اور خصوصًا صفات اختیاری میں تو کسیکو بھی بے بہرہ نہونا چاہیئے۔ خیال کرنیکا مقام ہے کہ یہ رشتہ کچھہ چند روزہ نہیں ہے۔ بلکہ عمر بھر کے واسطے کیا جاتا ہے۔ اسلیئے اسکا بندوبست حتے الامکان بہتر اور پختہ ہونا مناسب ہے کون تعریف اور عقل کی بات ہے کہ شادی کے چار ہی روز کے بعد دونوںمین نفاق موجود ہے۔ میاں و بیوی ہر دو موںہہ پھلائے علحدہ علحدہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہانتک کہ بعض مقامونمین تو تا زندگی بھی حال دیکھا جاتا ہے۔ اور درحقیقت بعض بعض صاحب تو بغیر از دریافت عیب و ہنر طرف ثانی و بابا مرضی جانبین اپنی اولاد کی شادی کردیتے ہین جس سے کہ اُن سب کو لیئے بجائے شادی عمر بھر کے واسطے غمی ہوجاتی ہے۔ پس اول تو ہر ایک کو ہی لازم ہے کہ اپنی اولاد کو عہد طفلی ہی سے زیر نظر رکھکر تنبیہ کرتا رہے تاکہ اُنمین عیوب کی بیخ ہی نہ جمنے پاوے۔ اور بشرط قائم ہوجانے کسی عیب کی اُسکے رفع کرنے کا کامل تدارک کرے۔ اور دوم بوقت رشتہ کرنیکے خوب غور و تلاش کرکے حتے الوسع طرفین کا بے عیب ہونا ثبوت کو پہونچا دین۔ اور خاصکر بڑے بڑے عیوب سے تو ہر ایک کو بالکل بری ہونا چاہیئے۔ ورنہ کہا جائیگا کہ رنج و تکلیف کو خود حاصل

کیا جاتا ہے جیسا کہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اکثر بندگان بوقت رشتہ بندی صرف اسقدر دیکھتے ہیں
کہ جانب دیگر خوشحال اور اپنے قریب کا رشتہ دار ہوتا کہ انکی اولاد اپنی زندگی فارغ البالی سے گذارے
مگر دوسرے بہت سے امور جو کہ زندگی کے تلخ کرنیوالے ہیں خیال میں نہ لاکر اپنے آپ کو اور اولاد
کو عمر بھر کے جنجال میں ڈالدیتے ہیں۔ پس اسکے لیئے اول تو ان پانچ صفات پر غور کریں۔ ہمقوم
وہم برادری۔ ہم مذہب۔ ہم پیشہ وکسب۔ ہم حیثیت۔ عمر موافق اور بعدہ دیگر اوصاف کیلئے
بعض کو قیافہ سے اور بعض کو خود دیکھکر اور بعض کو دوسروں کے ذریعہ سے دریافت کرکے پایہ ثبوت
کو پہونچادیں۔ لیکن چونکہ انسان کے عیوب کا حال بغیر اُنکے بلوغت تک پہونچنے کے بخوبی ظاہر
نہیں ہوسکتا۔ اسواسطے ضرور ہوا کہ نابالغوں کی تو قطعی شادی نکیجاوے۔ ورنہ بعد کو کسی لاعلاج عیب
کے ظاہر ہونے سے بڑی بڑی خرابیاں وتوہمیں آنیکا خوف ہے۔ بہرطور جبکہ پنج امور مذکورہ بالا کا فیصلہ
ہوجاوے تو پھر انسانی اوصاف کیجانب رجوع کرکے مذکر میں تو معلوم کرنا چاہیے کہ اول تو وہ
پورا مرد ہو۔ دوم معاش رکھتا ہو یا علم وہنر۔ سوم دیندار اور نیک اعمال ہو۔ اور طرف ثانی
کے لیئے ضرور ہے کہ اپنی ظاہری نشانیوں میں کامل عورت ہو۔ باحیا۔ و پارسا ہو۔ اور امور
خانگی سے واقف ہو۔ زاں بعد طرفین کے جسمانی قوا۔ درستگی اعضا شکل اور صحت کا مقابلہ
کرکے مزاجوں پر ضرور غور فرمادیں۔ کیونکہ زیادہ قوی ونحیف۔ خوشکل وبدشکل وغیرہ۔ اور سرد
گرم تیز مزاج والوں میں بھی اکثر کم موافقت ہوتی ہے۔ ہاں البتہ اگر جانبین ہر پہلو پر نگاہ دوڑا اُنکے
بعد کسی خاص ہنر کے بدلے میں کسی عیب کا خیال نکریں۔ یا کسی خاص عادت ومرض کا دور
ہونا اور ہنر کا پیدا ہوجانا بعد میں ممکن سمجھیں۔ ویا کسی دیگر سبب بامر لاچاری خود قبول کرکے
اپنے میں نبھانے کی طاقت دیکھیں تو کیا مضائقہ ہے۔ مگر یاد رہے کہ بدمزاجی۔ نشہ بازی
قمار بازی۔ اور خصوصاً عورت کے لیئے حرامکاری بھی یہ بڑے سخت اور نہ ترک ہونے والے
عیب ہیں۔ ان پر ضرور غور لازم ہے۔ غرضکہ جب ان سب اوصاف میں قریب قریب
پورا پاویں تو نسبت کی پختگی کرکے شادی کا بندوبست فرماویں۔ اور اگر بالفرض اس پختگی

پر بھی کسی خامی پوشیدہ اور نا ممکن الظہور عیب کا فروگذاشت ہو جاوے۔ ویا بعد مین کوئی عیب پیدا ہو جاوے تو اسکا بندوبست موافق مذکورہ فصل اول کریں۔

بیان ہمقوم - ہم مذہب وہم پیشہ کا۔ واضح ہو کہ دنیا مین اگرچہ قوم اور ذات کوئی شے نہین - کیونکہ تمام انسان دراصل ایک ہی سے پیدا ہین - اور ایک ہی باپ کے بیٹے آپسمین بھائی ہین - شریف اور رذیل سب کا ایک ہی مخرج ہے - اور گویا کہ یہہ کلمہ بھی کہنا محض بیجا ہے کہ ہم اشراف ہیں - اور فلان اجلاف - ویا اپنے تئین خواہ غریب ہی حالت مین ہون اور بد اعمال بھی ہون اعلے سمجھین اور دوسرونکو باوجود خوشحال و نیک اعمال ہونے کے کمینہ اور حقیر جانین - لیکن اگر اصل پر غور کیا جاوے تو یہہ تفریق شرافت اور رذالت صرف انسان کے اعمال اور اوصاف پر مقرر کیگئی تھی - نہ کہ پیشہ - کسب اور ہنر پر جیسا کہ عوام کا خیال ہے - مثلاً جولاہا - نائی - موچی - اور قصائی وغیرہ کو کمین اور ذلیل و حقیر بھی جانتے ہیں جو کہ ظاہرا غلط فہمی پر مبنی ہے - بلکہ چاہیئے کہ ہمیشہ انسان بباعث اعمال نیک و بد ہونے ہی کے اشراف اور اجلاف سمجھا جاوے - مثلاً اگر ایک شخص خاندانی مشہور بہ اشراف بدفعلیان کرنے لگے تو اسوقت مین اُسکو اجلاف سمجھنا چاہیئے - اور اگر کوئی جولاہا دھوبی نائی وغیرہ نیک اعمال ہو تو اُسکو اشراف کہنا لازم ہے - شیخ - سید - مغل پٹھان ہی ہونا کچھ شرافت کی دلیل نہیں ہے - اکثر دیکھنے مین آیا ہے کہ جب کوئی پیشہ ور شروع ہی سے اپنا پیشہ نکرے - یا کوئی سبب سے وہ خوشحال ہو جاوے - ویا کسی دوسرے شہر مین بودوباش اختیار کر کے کوئی دوسرا کسب کر لیوے تو اس حالت میں اُسکے آبائی و اجدائی پیشہ کا لقب ترک ہو کر وہ شیخصاحب و خانصاحب وغیرہ کے نام سے مشہور ہو جاتی ہیں - اور حقیقت میں بھی حجام اور دھوبی انسان جب ہی تک ہے کہ وہ اُس پیشہ کو کرتا رہے - علے ہذالقیاس شیخصاحب خانصاحب اور مرزا صاحب اسیوقت تک ہیں کہ جبتک اُنکے افعال اور اعمال اُس قابل ہوں - ورنہ ظاہر مین تو سب ایک ہی سوافق ہین - **شعر** پسر نوح بابدان بنشست ❊ خاندان نبوتش گم شد ❊ **ہندی مثل** - ہر کو بھجے سو ہر کا ہو - اور یہہ جو کہ زمانہ سابق سے پیشہ ورون ہی کا کمین لقب مشہور چلا آتا ہے تو اسکا باعث یہہ ہے کہ اُنمین تمام پیشہ

دیا اکثر ان میں سے بباعث نہونے علم و عقل کے بد افعال زیادہ ہوا کرتے تھے۔ اور غریب بھی ہوتے تھے اور اب بھی از روئے حساب اوسط افعال کے بارہ میں بھی لوگ زیادہ تر انگشت نمائی کے قابل ہیں مگر تاہم انسان کو علت ہر ایک امر کی فراموش کرنا اور انصاف کو ترک کرنا نچاہیئے۔ ہمیشہ بوقت تذکرہ اشراف وجلاف اعمال کا ضرور لحاظ رکھے۔ گو کہ شروع میں تو سب انسان ایک ہی فریق میں تھے مگر بعد کو بباعث پیشہ وکسب علیحدہ علیحدہ ہوگئے ذاتیں اور قومیں قرار دیگئیں اور درحقیقت اس تفریق کے بعد سے انکے مزاج اور عادات میں بھی فرق آ گیا جیسا سبب سطح خیال کیا گیا ہے کہ جب بزرگوں نے آپس میں سے پیشوں اور کسب کا بندوبست کیا۔ دیا یوں کہو کہ جو لوگ کہ آپس میں غریب اور تنگدست تھے انہوں نے ایک سے دوسرے شہر اور بستیوں میں جہاں کہ ان سے کوئی واقف نہ تھا پہونچکر خدمتی پیشہ ویا ذلیل کسب کرنا شروع کیا۔ اور بعدہٗ انکی اولاد بھی اپنے بزرگوں کا عمل سمجھکر امیروں اور خوشحال لوگونکی ماتحت اور زیردست رہنے لگی۔ یعنے کوئی حجام بنگیا کسی نے کپڑے دہونے شروع کردئے اور کسینے بننا سیکھ لیا۔ اور کسی نے بیچنے پر ہاتھ جما لیا۔ اور کوئی روٹی پکا کر نانبائی کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اور کسینے بلاچاری جوتا بنانا سیکھکر موچی پن اختیار کرلیا۔ پس اسی سبب رفتہ رفتہ انکے اوصاف میں بھی فرق آگیا۔ یعنے ہر ایک کی گالیاں اور مار کھاتے بہادری جاتی رہی۔ اور اپنے بالادستونکی تلون مزاجی۔ حقارت۔ سختی اور بے پرواہی کے ساتھ برتاؤ کرنیکے ان میں بیوفائی کی بیخ جم گئی۔ اور رفتہ رفتہ بسبب زیردست تنگدست وبے پرور رہنے کے بیحیائی کی صفت بھی پیدا ہوگئی۔ بے علم تو پہلے ہی سے تھے۔ دیا بباعث شروع ہی سے تابعداری اور کسب کار کرنے کے کسی علم کا حاصل کرنا بھی نہو سکا۔ لہذا عقل کو بھی ترقی نہوئی۔ اور بالآخر ذرا ذرا سی بات پر آپس میں لڑنا۔ فحش بکنا۔ عورتونکی آپس میں لڑائی اور گالی گلوچ اور ایک دوسرے کا سربازار عیب بیان کرنا۔ میاں اور بی بی کی علیحدہ لڑائی آپس میں مارپیٹ ہی دیا عورات کا دوسرے مردوں سے پکڑا جانا۔ بھاگ جانا اور بدکاری کا کسب کرانا وغیرہ وغیرہ انکے یہاں عیب نہ گنا گیا۔ ادب اور قاعدہ سے بیچارے ناآشنا ہی تھے۔ اور خدا اور رسول

کے ہنگاموں سے بھی ناواقفیت رہی۔ تنگدستی نے بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ اس سبب سے دیگر بدعادات اور
صفات مثلاً بے ستر کپڑا پہننا۔ نشہ پینا۔ گندا گُدڑا و میلی اور ناخوردنی اشیاء کا کھالینا وغیرہ کا مجمع ہوکر اچھے
خاصے اشراف سے اجلاف بنگئے۔ اور اپنے اپنے پیشہ وکسب کے ناموں سے نامزد ہوکر علیحدہ علیحدہ
فریق یا اقوام قرار دے گئے۔ پس اس حالت میں گو کہ وہ تلاش کرنے سے حسب و نسب میں اپنے سے دو چار
ہی پشت میں ملجاوین۔ لیکن بباعث بداعمالی و یا اختلاف مزاج و عادت انکو غیر قوم تصور کرکے
علیحدہ ہی رکھنا مناسب ہوگا۔ ورنہ برخلاف حالت میں تو گویا کہ اپنا فضیحتہ کرانا ہے۔ اور بلکہ بعض
مرتبہ تو ایک ہی خاندان و برادری میں سے کوئی خاص شخص و یا چند بھائیوں میں سے ایک بھائی صرف
بطفیل بد اوصافی ایسا ہو جاتا ہے کہ جسکو غیر کفو و ذلیل و کمینہ کہنا مناسب اور عقد بندی کے بارہ میں اپنے
سے علیحدہ کرنا لازم و ملزوم ہو جاتا ہے۔ لہذا ضرور ہوا کہ ہمیشہ ہم قوم اور ہم اعمال و ہم طریق ہی
کا آپس میں میل جول اور رشتہ داری ہو ورنہ بباعث اختلاف مزاج و عادات طریقہ و رسوم مزاج کا موافق
آنا ناممکن ہوگا۔ جس سے کہ بالآخر رنج اور نفاق کا مونہہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اور یہہ جو کہ علاوہ رذیل
قوموں کے (کہ جنکی بنا صرف پیشوں کے سبب سے خیال کیگئی ہے) شریفوں میں بھی بہت قومیں پائی جاتی
ہیں تو یہہ انکے بزرگوں کے نام۔ اوصاف۔ سکونت اور کسب پر مقرر کیگئی ہیں۔ مگر کسب کی بھی دو
تفریق ہیں۔ اول کسب معزز۔ دوم کسب ذلیل۔ چنانچہ قسم اول تو وہ ہے کہ جس سے دنیا میں عزت
اور خوشحالی ہو۔ اور شرع کے رو سے جائز ہو۔ اور کسب ذلیل وہ ہے کہ جسمیں ظاہراً عزت بھی نہ ہو
اور انسان چنداں خوشحال بھی نہ رہے و یا شرع کے رو سے ناجائز ہو مثلاً خدمتگاری۔ سائیسی۔
مزدوری۔ سنان تیری۔ منکرات۔ حقیر و غلیظ اشیا کی دکانداری۔ گداگری۔ وغیرہ وغیرہ چنانچہ اس قسم کے
کسبوں کے سبب سے اکثر دیکھا جاتا ہے کہ انسان کے اوصاف میں بھی فرق آجاتا ہے۔ پس اگر
کوئی شخص بزرگوں کے سلسلہ کے رو سے تو اشراف یعنی شیخ۔ سید۔ مغل۔ پٹھان و یا برہمن
ٹھاکر وغیرہ ہو اور اتفاقیہ وہ کسب ذلیل اختیار کرلے تو اس کسب میں رہنے کے باعث و یا ہم کسبوں کی
صحبت کے سبب اس خاص شخص کو اگر شاید اثر نہوا تو اسکی دوسری پشت کے اوصاف میں تو ضرور ہی فرق آجاتا ہے

جو کہ رشتہ داری کی وسعت سے خارج ہے۔ پس لازم ہے کہ رشتہ داری کے معاملہ میں علاوہ قوم کے کسب کا بھی خیال رکھے۔ اور علیٰ ہذا القیاس اختلاف مذہب اور وطن بھی اکثر مزاج و عادات کی مخالفت اور اپنے اہل سے جدا ہونے کا باعث ہو جاتا ہے۔ لہذا حتی المقدور ایسے رشتہ سے پرہیز بہتر ہے۔ اور رہا ایک لفظ ہم برادری ہونا یعنے جن میں باہم کہ آپس میں چند پشتوں سے سلسلہ ملا ہوا ہو۔ در باہمی رشتہ داری بھی ہو تو یہ البتہ عقد بندی کے لئے نہایت مفید ہے۔ کیونکہ اس حالت میں اول تو امید ہے کہ فریقین کے مزاج اور عادات میں اکثر اتفاق اور باہم محبت ہو اور اگر بالفرض اتفاق نہ بھی ہوئی تو اپنے اقربا کی شرم کے باعث کچھ نہ کچھ اصلاح مزاج ضرور ہو جاتی ہے اور حتی الوسع تنازعات بھی دور رہتے ہیں۔ برخلاف دوسری برادریوں میں رشتہ کرنے سے کہ وہاں ذرا نا اتفاقی پیدا ہو جاتی ہے ہر کوئی عمدہ ذریعہ صلاحیت میں آنیکا نہیں ملتا۔ بہرطور خلاصہ یہ ہے کہ انسان حتے الامقدور غیر قوم و برادری غیر کسب و وطن کی رشتہ کرنے سے احتراز کرے۔ ورنہ مزاج اور عادات کا اتفاق نہ ہو کر بالآخر یا تو رشتہ قطع کرنا پڑتا ہے۔ و یا عمر بھر کا رنج سر پر لینا ہوتا ہے۔ اور اگر فرض کر دم غیروں میں شادی کرنے سے کسی خاص مرد و زن کا باہم اتفاق بھی ہو گیا۔ تو انکے خویش و اقارب کی خلاف مزاج کے سبب ہمیں کا ملنا مشکل اور دوم اپنی خاص برادری سے رشتہ ترک ہونیکا خوف ہے۔ ہاں اگر بلا خوف الذکر امورات کوئی جفت جمیع صفت موصوف ملجاوے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

ہم حیثیت ہونا۔ گو اس آپس اکثر لوگوں کا اتفاق ہوگا۔ کیونکہ ہمیشہ ہر ایک فریق بلا غور نتائج بد طرف ثانی کا امیر اور خوشحال ہی ہونا پسند کرتا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک بالا امیر گھر میں رشتہ کرنے سے اول تو خرابی یہ ہے کہ اخراجات شادی میں ہم پلہ ہونیکے ضرور ہی حرص کیجاویگی۔ اور اسمیں گو کیسی ہی خبر رسائی اور عقل سے بندوبست کیا جاوے۔ مگر تاہم اگر بنسبت طرف ثانی چوتھائی یا نصف بھی خرچ کیا گیا تب بھی انکو ایک بڑے قرض سے زیر بار ہونا پڑیگا۔ دوم اس گھر میں اسکی چنداں عزت بھی نہ ہوگی۔ بلکہ انکے طعنوں کے سبب ہمیشہ دق رہنا ہوگا۔ سوم امیر اور غریب کی مزاج اور عادات میں بہت بڑا اختلاف ہوتا ہے اسوجہ سے اکثر باتوں میں رنجش کا سامنا ہوگا۔ پس بہتر یہ ہے کہ ہمیشہ ہم درجہ والوں ہی کی آپس میں شادی ہو۔ یعنے امیر امیروں میں اور اوسط درجہ والے۔ اور غربا اپنے ہمجنسوں میں رشتہ کریں۔ گو کہ انکی

آپس میں اول دوسری اور تیسری قسم کا فرق بھی ہو تو کچھ مضایقہ نہیں ۔ اگرچہ احتیاط تو اس میں بھی
شرط ہے اور اگر شاذ و نادر اتفاقیہ بغیر اس کے یہہ نقصانات مذکورہ بالا کام کے بغیر انجام ہونیکی امید ہو ۔ ویا ہر دو
اخیر تکلیفات کو غریب تو بموجب مثل دور والی گائے کی لات بھی بہتر ہے ۔ ہر بات کی برداشت کرے
اور امیر ان ناپسند عادتوں کا خیال رکھے کہ جنکا غریبوں میں ہونا ضروریات سے ہے ۔ مثلاً کم نسب
کم حوصلہ ۔ بدتمیز ۔ تنگدل ہونا وغیرہ جو کہ رفتہ رفتہ دیا سمجھانے سے رفع بھی ہو سکتی ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں

عمر موافق ہونا ۔ آپسمین میاں اور بی بی کا ہم عمر ہونا بھی ضروریات سے ہے ورنہ نفاق ہر وقت انکے
ہمراہ موجود رہیگا ۔ مگر اسمین دو امر دریافت طلب ہیں ۔ اول تو کس حصہ عمر میں شادی ہونا بہتر ہے ۔
دوم باہمی عمر میں کسقدر فرق ہونا چاہیئے ۔ چنانچہ امر اول کے لیئے تو معلوم ہو کہ عمر کے چار حصہ ہیں طفلگی
شباب ۔ جوانی ۔ اور ضعیفی ۔ پس مرد کے لیئے تو اول حصہ شروع سے پندرہ سال تک ہے اور دوسرا
تیس سال تک ۔ اور تیسرا پچاس سال تک اور باقی عمر حصہ چہارم میں داخل ہے ۔ اور عورت کے لیئے
اول حصہ بارہ سال تک اور دوسرا پچیس سال تک ۔ اور تیسرا چالیس سال تک ۔ اور باقی عمر حصہ چہارم
یعنے ضعیفی میں شامل ہے ۔ علاوہ ازین یہہ بھی یاد رہے کہ یہہ سب درجے تندرستی کے ساتھ ہیں ۔ ورنہ
بیماری کی وجہہ سے تو انسان بیس سال ہی کی عمر میں ضعیف ہو جاتا ہے ۔ بہر طور طفلگی میں تو عقد کرنا
لاحاصل بلکہ نامناسب ہے ۔ اور بعد شروع شباب میں بھی بہتر نہیں ۔ مگر درمیانی حصہ شباب سے تا اخیر حصہ
جوانی نہایت ہی مناسب ہے ۔ اور ضعیفی کے حصہ اول میں بھی ضرورتاً جایز اور اخیر حصہ میں تو بالکل
نادانی ہے ۔ اور امر دوم یعنے تفاوت عمر باہمی مرد و عورت کے لیئے یہہ ضرور لحاظ رہے کہ عورت کی عمر
کسیحالت میں بھی مرد سے زیادہ نہو بلکہ برابر بھی نہو ۔ حتے الامکان شروع یعنے شباب میں شادی
کرنے والے کے لیئے تو عورت کی عمر چار پانچ سال کم ہو ۔ اور باقی حصوں میں تفاوت یہانتک بھی جایز ہے
کہ عورت ایک حصہ عمر تک مرد سے کم ہو ۔ یعنی اگر عورت دوسرے حصہ میں اور مرد تیسرے حصہ میں
ہو تو کچھ حرج نہیں البتہ یہہ عقد نہایت ہی حمق پر دلالت کرتا ہے کہ عورت اول حصہ ویا شروع
حصہ دوم میں ہو اور مرد کی عمر حصہ چہارم کے شروع یا اخیر میں ہو ۔ جیسا کہ اکثر والدین طمع زر کی

باعث اپنی لڑکی کو ایک بوڑھے کی گود میں ڈال دیتے ہیں اور ہرگز ہرگز انجام منظر نہیں کہ آیا وہ بیچاری عمر زندہ بدست
زندہ اپنے دادا و نانا کے ہم عمر خاوند کی ہم صحبت ہو کر ان والدین کو کیا کہتی ہوگی۔ یہ بات نازک بین
عورتوں سے کہ ... ہر ایک ... ہے۔ مگر دنیا میں جوان ہم عمر کی صحبت سے جو لذت
حاصل ہوتی ہے وہ کچھ شئے دیگر ہے۔ ... عورت کو بوڑھے کی صحبت سے ... رنج پہنچتا
ہے اُسکا بھی ہر ایک شخص اندازہ نہیں کر سکتا۔ ... والدین ... اپنی جیب
بھرنے و یا ظاہراً لڑکی کو خوشحال رکھنے کے لیئے ان ... کو عمر بھر کے ... میں جھونک دیتے
ہیں۔ خرچ شادی۔ بری و یا مہر کی آڑ میں نقد تھیلیوں روپیہ حاصل کرکے صریحاً عورتوں کی خرید و فروخت
کرتے ہیں۔ مگر کوئی بھی عیب نہیں سمجھتا۔ اجی حضرت جس امر کے لیئے اس قسم کا عقد منظور کیا جاتا
ہے یعنی امیر خاوند کے باعث عورت ہر طرح خوشحال رہے تو وہاں وہ نہ اُسکا ... بلکہ برخلاف اسکے عورتوں کو
ایسے خاوند کا محل قید خانہ اور اُسکا بستر مخملیں۔ فرش و قالین بدتر از خارستان۔ اور زیور زرین بدتر
از طوق آہنیں نظر آتا ہے۔ اور اگر یقین نہو تو کسی ایسی آفت زدہ سے دریافت کر لیجیئے۔ بشرطیکہ کوئی
اُسکا خاص سبب دوسرا نہو۔ خیال کرنے کا مقام ہے کہ کبھی کسی نے ۱۵ و ۱۶ سال کے مرد کا نکاح زن
پنجاہ سالہ سے بھی سنا یا دیکھا ہے۔ امید ہے ہرگز نہیں۔ پھر کیا وجہ کہ پندرہ سال کی عورت کا
عقد مرد پنجاہ و ہفتاد سالہ ضعیفوں سے بہت دیکھا جاتا ہے۔ جو کہ نہایت ہی خلاف از عقل معلوم ہوتا
ہے۔ اور فرض کردم اگر کسی مرد پنجاہ سالہ کو نکاح کی خواہش ہو تو تیس سالہ و یا کچھ کم و زیادہ عمر والی عورت
سے جو کہ اکثر بیوہ دستیاب ہو سکتی ہیں کیوں عقد نہیں کیا جاتا کہ جسمیں دونوں کی خانماں آباد و آباد ہو جاویں
اور اگر شاید کوئی مرد چہل و پنجاہ سالہ ظاہراً باعث تندرستی۔ بیفکری و خوراک پندرہ یا بیس سالہ
عورت کے لیئے مناسب بھی معلوم ہو اور ... موافق نظر آوے۔ تب بھی ایسا عقد تین وجوہات سے
خلاف عقل ہے۔ اول تو نئی عمر کی عورت مرد سن رسیدہ اور ریش ... کو پسند نہیں کرتی۔ اور نہ
دلی خواہش و محبت سے رجوع کرتی ہے۔ خواہ وہ کیسا ہی اپنے تئیں کلف وغیرہ لگا کر ... اسکے
اور اسی لیئے کچھ تعجب نہیں کہ وہ عورت تب و تو ... میں کوئی اپنا ہم عمر تلاش کرکے ... ہم

زیادہ عمر کا مرد ایسی عورت کے مقابلہ میں کسی بات میں بھی برابر ساتھ نہ دیگا۔ خواہ اُسوقت مین وہ لائق ہی خیال کیا جاوے۔ کیونکہ اسکی عمر روز بروز تنزلی پر ہے اور اسکی ترقی پر۔ سوم اگر وہ مرد (کہ یکی ہونی کھیتی تصور کیجاتی ہے) مرگیا۔ تو اُس بیچاری کو باعث بیوہ ہونے یا ایک دو بچہ ہو جانے کے استعمال شدہ خیال کرکے دوسرا کوئی جوان مرد یکایک قبول نکریگا۔ لہٰذا اسکی عمر رائگان جائے گی۔ اور اسیطرح پر جوان عورت کی شادی بچہ سے کر دینا بھی بسبب تین خرابیوں کے غیر مناسب ہے۔ اوّل تو بیاہی ہوئی عورت کا شروع عمر جوانی میں ایک بچہ کو آسرے پر صبر سے بیٹھنا ایک امر مشکل ہے یعنی اکثر شیشہ ننگ ناموس مین داغ لگجاتا ہے۔ اور اگر شاید وہ عورت اتفاقاً یا تقدیراً بچ گئی تو دوسرا نقصان یہ ہے کہ اس قسم کا خاوند شروع سے عورت کی غیب میں آنے کے باعث عمر بھر دبا رہیگا اور ایک مدت تک عورت اُسکو حقیر جانے گی۔ سوم وہ عورت اپنے خاوند سے پہلے ضعیف ہو جاتی ہیں جس سے کہ مجبوراً اُس مرد کو دوسری شادی کرنی پڑیگی۔

بیان بدچال و چلن کا

اس بیان میں وہ اعمال بد اور افعال نازیبا داخل ہیں کہ جنکے ارتکاب کا نتیجہ ہمیشہ رنج اور تکلیف اُٹھانا ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ پناہ دیوے۔ اس قسم کا انسان صرف دوسرونکو ہی ایذا اور نقصان پہونچانیکا روادار نہیں ہوتا بلکہ وہ خود بھی اپنے اعمالوں کے باعث علی الدوام خراب و خستہ اور ذلیل و رسوا رہتا ہے۔ اور ان افعال سے بچنے اور پرہیز کرنے سے جو کچھ کہ فلاح ملتی ہے وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ ہر ایک پر روشن ہے۔ **تفصیل**۔ کلام بد اور نازیبا زبان سے نکالنا۔ نااتفاقی اور بدسلوکی کی عادت رکھنا۔ ناحق کسیکو رنج پہونچانا۔ حرامکاری۔ قماربازی۔ نشہ بازی

بیان کلام کرنے کا۔

زبان جو کہ انسان کے جسم میں گفتگو کرنیکا آلہ ہے ایک عجیب نعمت الٰہی ہے کہ تمام کاروبار کا مدار اسی زبان

پر موقوف ہے۔ اور بہت سے اعمال نیک و بد کا اسی سے تعلق ہے۔ یہی ایک شے ہے کہ جسکے طفیل سے انسان کا مرتبہ آسمان سے بلند ہو جاتا ہے اور اسی کے سبب خاک میں ملجا سکتا ہے۔ یہ وہ چیز ہے کہ جسکو قابو میں رکھنے سے انسان اعلیٰ صفاتیں فرشتوں سے زیادہ بڑھجاتا ہے اور گو وہ مضغہ گوشت ہے لیکن بے قابو ہونے سے شیطان کے ہم پلہ بنا دیتا ہے۔ اسی سے آدمی کا جوہر فہم و ذکا معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی سے کم لیاقتی اور جہالت ثبوت ہو جاتی ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر لوگ اسی زبان کے باعث سے گناہ اور افعال نازیبا کے مرتکب ہوتے ہین۔ لہذا ہر ایک کو ضرور ہوا کہ حتے الوسع اپنے اختیار سے باہر نجانے دے۔ ورنہ بڑے بڑے صدمات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پس قبل اسکے کہ تفصیل نقص کلام کی لکھی جاوے اسکے اقسام کا بیان کیا جاتا ہے۔ یعنی کلام کی چار قسمین ہین۔ اول وہ کلام کہ جسمین سراسر ضرر ہو اور منفعت بالکل نہو۔ دوم وہ کہ جسمین نہ ضرر ہو اور نہ منفعت۔ سوم وہ کہ جسمین کچھ ضرر ہو اور کچھ منفعت۔ چہارم وہ کلام ہے کہ جسمین سراسر منفعت ہو۔ چنانچہ قسم اول سے تو ہر ایک کو بچنا چاہیے اور قسم دوم سے بھی پرہیز بدرجہ اولے بہتر ہے کیونکہ وہ بھی بیفایدہ اور لاطائل ہے اور قسم سوم کو بھی عاقل کبھی پسند نہ کریگا۔ کیونکہ اسمین بھی ضرر موجود ہے۔ اب رہ گیا کلام قسم چہارم کہ جو البتہ افضل الکلام ہے ضرر سے مبرا اور نفع سے پر۔ تو پس اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ زیادہ تر حصہ کلام کا اچھا نہیں۔ لہذا لازم ہوا کہ انسان حتے المقدور خاموشی اختیار کرے تاکہ اکثر نقصانوں سے محفوظ رہے بموجب حدیث شریف **مَنْ سَکَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجیٰ**۔ پس جب کلام کرے کیضرورت ہو تو بڑی غور اور احتیاط سے کام لین۔ ہمیشہ بات کا آغاز و انجام سوچکر جواب دین۔ اور سخن کی بھلائی اور برائی دیکھکر پکی اور سچی بات منھ سے نکالین۔ ورنہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض کلام ایسا زبان سے نکلجاتا ہے کہ جس سے اپنا اور دوسرے کا صریحًا نقصان متصور ہوتا ہے وہاں انسان مطعون ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازین زیادہ کہنا اور بلا لحاظ دوسرے گفتگو کرنے سے کہ جسمین دوسرے کا انتشار از عیب ہوتا ہے۔ اور نیز بے ادبانہ فعل ہے۔ و یا دوسرے کی تقریر ختم ہونے سے پیشتر بات شروع کرو وہم لغویات۔ زیادہ تاب بک فحش اور آزار دہندہ کلام کرنے سے ہمیشہ احتراز کرین **شعر** مگو تا سخن تا نبینی زپیش ہا بہ بیہودہ گفتن مبر قدر خویش ہا۔ اور مجمع مین ہمیشہ جلسہ کا رنگ دیکھکر متکلم ہونا چاہیے۔ بزرگونکو ایسمین

بھی خوردونکے سامنے بے تکلفی اور ہنسی کے ساتھ باتیں کرنا منع ہے۔ اور چھوٹوں کو بڑوں سے اور کم رتبہ والوں کو بڑے رتبہ والوں سے ویا آپس میں بزرگوں کے سامنے مذاقیہ و بے ادبانہ گفتگو کرنا نازیبا ہے۔ اور زیادہ مبالغہ کے ساتھ کلام کرنا اور ہر ایک کی بات پر قہقہہ اڑانا۔ ہاتھوں کو ہلانا اور اپنی ہوشیاری جتانے کو دوسروں کی بات کاٹنا ویا خواہ مخواہ کے اعتراض کرنا سراسر بیہودہ پن ہے۔ اور اگر کسی سے خلاف ان قواعد کے حرکت ظہور میں آوے تو اسکو نصیحت کرنا چاہیئے۔ ویا فریق مخالف کو وہاں سے اٹھ جانا لازم ہے۔

تفصیل نقصانات کلام - یہ شمار میں پندرہ ہیں۔ جب کہ کلام ان نقصوں سے پاک ہوگا تب وہ سننے اور عمل کرنے کے لائق خیال کیا جائیگا۔ اول سب سے زیادہ کلام بد کلمات شرک او کفر زبان سے نکالنا ویا کسی کو لعنت کرنا ہے۔ دوم غیبت کرنا یعنے کسی کے پیچھے اسکا اسطرح ذکر کرنا کہ اگر اسکے سامنے کہا جاوے تو وہ برا مانے۔ سوم کسی پر بہتان لگانا۔ اور جھوٹ بولنا۔ چہارم جھوٹی قسم کھانا اور جھوٹی گواہی دینا۔ پنجم وعدہ خلافی اور عہد شکنی کرنا۔ ششم چغلی کھانا ویا کسیکا فاش راز کرنا۔ ہفتم دورو ہونا یعنی ادہر کی ادہر لگانا۔ ہشتم بدتمیزی کے ساتھ بیباکانہ شعرو شعا تصنیف کرنا یا پڑھنا۔ نہم مبالغہ کے ساتھ ریا کی کلام اپنی فصاحت جتانے کے لیے کرنا۔ دہم تمسخر اور حیل بیجا اور آزار دہندہ کرنا۔ یازدہم گالی اور فحش بکنا۔ دوازدہم بے ادبی کے ساتھ کلام کرنا۔ سیزدہم کسیکی مدح بیجا اور خوشامد کرنا۔ اصلیں خوشامدہ خراب ہے جوکہ امیر دنکی جھوٹ بات کی تصدیق اور انکے ظلم پر اعانت کرے۔ ورنہ اپنے فایدے کیواسطے کسیکی خدمت وغیرہ کرنا منع نہیں ہے۔ چہاردہم کلمات فخر آمیز کہنا۔ پانزدہم مباحثہ بیجا تعصب کے ساتھ کرنا جسکا نتیجہ ہمیشہ جنگ و جدال ویا رنجش ہوتی ہے۔

بیان نا اتفاقی اور بدسلوکی کا:-

دنیا کے تمام کام درہم و برہم کرنے کے لیئے نا اتفاقی سے بڑھکر کوئی بھی بد عادت نہیں ہے۔ یہ وہ آگ ہے کہ انسان کو بغیر ازظاہری شعلہ اندر ہی اندر جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ دنیا کے جس حصہ و اقوام ویا جس گھر میں اسکا گذر ہو جاوے تو وہاں آرام بالکل حرام ہو جاتا ہے۔ اور بجائے اسکے تکلیفات رنج و محن

ان لوگون کا ہم کنار رہتا ہے ۔ الامان گویا کہ یہہ نااتفاقی دنیا بہر کے غم والم کی بنیاد ہے ۔ اسنے آجتک بڑی بڑی قومین اور خاندان برباد کر دے ہین ۔ صد ہزار افسوس اس شخص پر کہ واسطے کہ جسکا دوسرے سے سلوک نہو ۔ بڑے حیف ہے اُس قوم پر کہ جسکی آپسمین نااتفاقی ہو ۔ جن لوگون مین کہ بسلوکی کی بو پائی جاوے وہ اپنی زندگی مین جانورون سے بدتر ہیں ۔ جسمین کہ اتفاق نہین گویا اُس مین انسانیت نہین اور اگر غور سے توجہہ کیجیے تو دنیا مین پیدا ہونیکی کیفیت ملت ہی کے ساتھ ہے ۔ حتے المقدور تمام انسانونکو آپسمین اتفاق کرنا چاہیے ورنہ ہم ملک ہم مذہب و ہم قوم تو ضروری آپسمین شیر و شکر ہوجانا لازم ہے اور اگر اتنا بھی نہو تو اپنے خاندان سے تو اتفاق ضروری ہے مگر برخلاف اسکے یہان تو دیکھنے مین آتا ہے کہ ہر ایک فرد بشر کا الگ الگ طنبورہ اور الگ الگ راگ ہے ۔ پھر فرمائیے آرام اور آسایش کہان سے حاصل ہو ۔

بیان ناحق ایذا پہونچانے کا

کسیکو ناحق ایذا پہونچانیکا لفظ ہی خود تبلا رہا ہے کہ یہہ فعل کسقدر خراب ہے ۔ مگر افسوس کہ بدنیت و بدطینت آدمی بباعث طمع و خواہش نفسانی اپنی ذات خاص کے آرام اور خوشی کو مقدم رکھکے دوسرونکو ایذا اور رنج پہونچانا گوارا کرتے ہیں ۔ حالانکہ اگر کوئی بنظر غور خیال کرے تو بخوبی معلوم کرسکتا ہے ۔ کہ دوسرے کی ایذا کے بدلے مین اپنا آرام کچھہ بھی وقعت نہیں رکھتا ۔ کیونکہ اول تو اس قسم کے آرام اور خوشی کی بہت ہی تہوڑی مدت ہوتی ہے ۔ دوم اسکے نتایج ایسے خراب ہیں کہ اگر انکو پیشتر ہی سوچ اور سمجھہ لیا جاسے تو انسان ایسے افعالونکا کبھی بھی مرتکب نہو ۔ چنانچہ یہاں بخوف طوالت صرف رشوت اور دروغگوئی کا مجملاً بیان کیا جاتا ہے ۔ اور باقی افعالونکے نام تبلانے پر ہی اکتفا کیگئی ۔ وہ یہہ ہین ۔ ناحق قتل کرنا ۔ مارنا ۔ لوٹنا ۔ چوری ۔ غصب اور غبن کرنا ۔ رشوت لینا ۔ جھوٹ بولنا ۔ تہمت وغیرہ کے ذریعہ سے کسی کے مال و عزت مین نقصان پہونچانا ۔

بیان رشوت کا ۔

رشوت ایک ایسا فعل ہے کہ اس سے دنیا مین ہرکس وناکس واقف ہے۔ اگر کسیکو لینے کا اتفاق نہ پڑا ہوگا تو دینے کا تو ضرور ہی پڑا ہوگا۔ یہہ درصل ایک قسم کی لوٹ و یا قزاقی ہے کہ جسکو بڑے بڑے امیر حاکم شائستہ او خواندہ علے العموم اور سر دربار کرتے ہیں۔ فی زمانا تو اسکا کچھہ ایسا رواج ہوگیا ہے کہ یہہ فعل عیب میں ہی شمار نہین کیا جاتا۔ یعنی رشوت کے لینے والے بجائے اس راز کو پوشیدہ کرنے کے فخریہ اس قسم کا تذکرہ کیا کرتے ہین کہ مینے اسقدر کمایا اور فلان نے اسقدر پیدا کیا و یا میان رہی کیا نوکری کرنا کہ جسمیں چار پیسہ کی یافت نہو وغیرہ وغیرہ۔ اور یہہ جو بعض اشخاص پچھلے زمانہ کی لوٹ مار کا تذکرہ پیش کرکے آجکل کی خوش انتظامی اور شائستگی کی تعریف کیا کرتے ہین تو اسکے درجواب کہا جاسکتا ہے کہ بیشک وہ لوگ اب کم ہین جو کہ رستون پر مسافرونکو گاہے گاہے لوٹ لیا کرتے تھے۔ مگر بجائے انکے چہار چند بلکہ دس گنہ یہہ حضرات نکل آئے ہیں کہ جو آبادی دفترون اور دربارون مین بیٹھکر صریحاً مخلوق خدا کو لوٹتے ہین۔ یعنے رشوت لیتے ہین وہ پرانے قزاق تو گاہے گاہے مسافرون کو ہی لوٹ لیا کرتے تھے۔ اور اس طریق سے تو مسافر بچا نہ مقیم اور امیر بچتا ہے نہ غریب اور وہ تو معاش نہونے کی وجہہ سے بہند مگر اتفاقیہ ویرانہ اور اندھیرے مین اکیلے دوکیلے کو لوٹتے تھے۔ اور یہہ برعکس انکے ایک معزز شخص باوجود نوکر اور خوشحال ہونے کے شہر مین اور تمام مخلوق کے سامنے ہزارونکو لوٹتا اور بھلا مانس کہلاتا ہے۔ **تعریف رشوت** جب کوئی حاکم۔ جج و یا ملازم کسی غیر منصفانہ و خلاف قانون کارروائی کرنے کے لیئے و یا اس خاص کام کرنے میں کہ جسکے واسطے وہ مقرر کیا گیا یا نوکر رکھا گیا ہو کسی سے کچھ حاصل کرے تو اسکا نام رشوت ہے۔

بیان دروغگوئی کا۔

دروغگوئی بھی ایک بڑا خراب۔ شرمگین اور آزار دہندہ فعل ہے۔ خصوصاً شائستہ انسان۔ حکام۔ امرا اور تجارونکے لیئے کہ جنکی زبان پر دنیا کا انتظام۔ لوگونکا اعتبار اور مخلوق کے بھلا اور برا ہونیکا دار و مدار منحصر ہے نہایت ہی معیوب ہے۔ جیسا کہ اکثر دیکھنے مین آتا ہے کہ بعض بعض حکام و ذی عزت آدمی ذرا ذرا امور کے لیئے اپنے قول و اقرار سے برگشتہ ہوجاتے ہیں۔ علاوہ ازین بڑا افسوس ہے

اُن اشخاص کیواسطے کہ جو بباعث حسد وبغض وذاتی منفعت۔ تہمت وافترا پردازی کرکے لوگونکے مال اور عزت مین نقصان پہونچاتے ہین۔ ویا بذریعہ جھوٹی گواہی صدہا حق تلفیان کرکے بے قصورونکو ماخوذ اور قصورمند ونکو رہا کراتے ہین کہ جس سے ملک کے انتظام اور حکام کی سیاست مین فرق آتاہے۔ اور ماورائے اسکے تجار ودکانداروںکو بھی کہ جنکے ہاتھ مین تمام دنیا کا لین دین اور آرام وآسایش ہے دروغگوئی کے ساتھ معاملہ کرنا۔ ویا زیادہ منافع لینے کے لئے اُلٹ پلٹ اقوال اور زیادہ گوئی سے خریدارونکو دہوکہ دینا اور دق کرنا مناسب نہیں جس سے کہ درحقیقت طرفین ہی کو تکلیف کا موقع دیکہنا پڑتا ہے۔ کیا اچھا ہو کہ دنیا میں راست پسند حکام کا دوردورہ ہو کر سب میں راست گوئی کی عادت جاگزین ہو جاوے اور تمام تاجر ودکاندار بلا رد وکد اپنے مال واسباب کو ایک مناسب ومقررہ منافع پر ہر ایک قسم کے انسان کے ہاتھ فروخت کیا کرین۔ تاکہ وہ خود آرام میں رہین اور دوسرونکو بھی دقت نہو۔ ہاں البتہ اگر کسی خاص مناسب موقع پر نیک نیتی کے ساتھ اپنی یا کسی دوسرے کی جان۔ عزت ومال محفوظ رکہنے کے لیے ویا کسیکا اصل حق دلوانے کے واسطے ایسا کیا جاوے تو کیا مضایقہ ہے۔ مگر جھوٹی قسم اور جھوٹی گواہی کا پیشہ کرنے سے تو ہر حالت میں اجتناب لازم ہے۔ شعر راستی موجب رضائے خداست کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست۔

بیان جرم کاریکا

گوکہ اس لفظ کی ظاہری معنے تو کل ناجائز افعال پر دلالت کرتے ہیں۔ مگر یہاں پر میری مراد اُن افعال شنیعہ سے ہے کہ جو صرف عضو مخصوص سے تعلق رکہتے ہین۔ مثلاً زنا۔ اغلام۔ جلق۔ مساحقت وطی بہیمہ۔ چنانچہ ان پنج ناجائز افعال کے ظاہری اور باطنی نقص سے گوکہ ہر ایک شخص ماہر ہے۔ مگر تاہم خال خال ہی لوگ ان سے کامل طور پر پرہیز کرنے والے نظر آتے ہین جسکا کہ سبب ظاہرا انسانکی خواہش نفسانی ہے یعنی جسوقت کہ انسان پر اسکا غلبہ ہوتا ہے تو اُسوقت وہ تمام نقصانات وبد نتایج کو دلسے فراموش کرکے مرتکب ایسے افعال بد کا ہو جاتا ہے اور بعد کو پچھتاتا ہے۔ لیکن بعض اشخاص درحقیقت

ان افعال کے نقصون سے واقف بھی نہین ہوتے۔ ویا انکو شنیدہ بات پر اعتبار نہین ہوتا۔ لہذا یہان پر ان افعال کا مجملاً تذکرہ معہ انکے بدنتایج کے لکھا جاتا ہے۔

زنا۔ علاوہ اپنی بیوی کے دوسری عورت کے ساتھہ جماع کرنے کو زنا کہتے ہیں۔ یہہ گو کہ انسان ہر ایک حصہ عمر میں کر سکتا ہے۔ مگر زیادہ تر شباب اور جوانی کی عمر مین خصوصًا جبکہ اسکی شادی نہوئی ہو یا بیوی سے دور ہو تو اس فعل کا مرتکب ہوجاتا ہے۔ اور بعض مرتبہ کسی دوسرے سبب سے اور زیادہ عمر میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ بہرطور جبکہ ان چہہ اسباب مفصلہ ذیل کا اجتماع ہوجاتا ہے تو انسان حرامکاری سے ہرگز ہرگز نہین بچ سکتا۔ اول شباب و جوانی کی عمر کا ہونا۔ دوم قوت رجولیت کا زیادہ ہونا۔ سوم دل میں خوف خدا کا نہونا۔ چہارم طبیعت کا بے شرم ہونا۔ پنجم شادی نہونا۔ ششم صحبت بد کا ہونا۔ چنانچہ زمانہ سابق میں گو کہ اکثر اشخاص باعث خوف خدا و شرم اقارب۔ شباب کے کامل ہونے تک نہ ایسے خیالات سے واقف ہوتے تھے اور نہ اسوقت تک انکی شادی ہوتی تھی۔ مگر تاہم بزرگون نے احتیاطًا اس شر کے رفع کرنے کے لیئے یہہ صورت نکالی تھی کہ حتے المقدور ہر ایک کی نئی عمر مین ہی شادی کردیجاے جو کہ نہایت ہی درست تھا۔ مگر اب تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع شباب مین شادی ہونے سے ہر دو فریق چند ہی روز میں کمزور ناتوان اور عمر بہر کے لیئے معذور ہوجاتے ہیں اور اولاد بھی کمزور ناقص الجسم و الحواس پیدا ہوتی ہے۔ اسواسطے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شادی حتے الوسع شباب کی عمر کامل ہونے پر (یعنے مرد ۱۹ یا ۲۰ اور عورت ۱۵ یا ۱۶ سال) کیجاوے تاکہ فریقین کے کسی اعضا مین کمزوری بھی نہ آنے پاۓ اور اولاد بھی مضبوط پیدا ہو۔ بشرطیکہ نوعمر بدنتایج سے آگاہ ہوکر اپنے آپ کو شادی ہونے تک حرامکاری سے بچاۓ رکھیں ورنہ کرنا نہ کرنا شادی کا برابر ہوجائیگا۔ غرضکہ زنا خواہ کسی عمر میں کیا جاوے اُسکا نتیجہ نہایت ہی خراب ہے۔ اول تو خدا کا گنہگار رہا۔ دوم انسان تمام دنیا کی نظرون مین حقیر و بے اعتبار ہوجاتا ہے اور آبرو مٹی مین ملجاتی ہے۔ علاوہ ازین اُس غیر عورت کے خویش و اقارب اور یار دوستون سے جہگڑا و تکرار لڑائی اور مار پیٹائی کی نوبت پہونچتی ہے حتے کہ اسکے پیچھے بالآخر زخمی نکلتے اور قتل تک ہوجاتے میں۔ اور اگر شاید ان سزاؤن سے بھی کوئی

بلکہ یا تو زنا کے سبب سے مرض سوزاک و آتشک کا ہونا تو ایک عام بات ہے۔ الامان اللہ تعالے بچاوے ان مرضوں سے جنکو کہ ان میں سے ایک بھی مرض ہوگیا تو گویا کل جسم بھر کو امراض اسکے رفیق ہوجاتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً جسکا موقع آتا ہے وہی آنکر بالیتا ہے۔ حتی کہ ان ظالم مرضوں کے سبب سے آلۂ تناسل و خصیتین کا گل کر گلجانا اور مختلف ناسوروں کا ہوجانا۔ تالو بیٹھ جانا۔ ناک کا نادار د ہونا۔ دانتوں کا قبل از وقت گرجانا ہڈیوں کا جابجا پھول جانا۔ اور ہاتھ پیروں کے جوڑوں کا آپسمیں جڑ جانا وغیرہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے۔ اور اگر شدید بدقسمتی سے نہ بھی ہوئے تو دیگر خفیف اقسام کے عوارض سے ہر قسم کی کمزوری کے گویا کہ ہمیشہ تک انکے شامل حال رہتے ہیں۔ اور مرض جریان اور ذکاوت حس ہوجانا تو اسکا ایک ادنی نتیجہ ہے۔ علاوہ انکے ان امراض کے سبب سے نہ صرف اس کے کچھ اپنی ہی جان تک زیست بھی بے لطف ہوجاتی ہے بلکہ اسکا اثر انکی اولاد پر بھی دو تین پشت تک چلا جاتا ہے۔ یعنی وہ بھی اپنے والدین کی طفیل سے وقتاً فوقتاً مختلف مرضوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ پس ان مرضوں سے بالالتزام بچنے کا لحاظ کرکے ہر ایک کو حتی الوسع اس فعل سے بچنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ مگر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ دراصل انسان اس فعل کا یکدم مرتکب نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکے خیالات فاسدہ اور ارتکاب فعل کے درمیان اول چند سیڑھیاں ہیں کہ جبتک انکو طے نکرے تب تک اس فعل پر جرأت نہیں ہوتا۔ اسواسطے اس سے پرہیز کی خواہش کرنے والے کو لازم ہے کہ حتی المقدور اپنے نفس کو ضبط کرکے پہلی ہی سیڑھی پر قدم نہ رکھے تو البتہ بچ جاتا ہے ورنہ بعد کو بچنا نہایت ہی مشکل ہے۔ پس سب سے اول سیڑھی اسکی یہہ ہے کہ عورتوں کی شکل اور شباہت پر نظر کرنا دوم ہمکلام ہونا۔ سوم باہمی مذاقیہ گفتگو کرنا۔ چہارم دونوں کا تنہائی میں جمع ہونا۔ پنجم دست درازی عمل میں آنا۔ ششم فعل زنا کا مرتکب ہونا۔

اغلام ۔ یہہ عادت بد خاصکر لڑکونکو شباب کے شروع ہونے کے وقت جبکہ انکو بہ نسبت لڑکونکے عورتوں کا دستیاب ہونا مشکل ہوتا ہے پیدا ہوجاتی ہے یا امرد حسینوں پر زیادہ نظر کرنے اور انکی صحبت میں بیٹھنے یا عورت بہم نہ پہنچنے سے ہر ایک جوان شخص بھی اس فعل کا مرتکب ہوجاتا ہے۔ مگر اکثر تو یہہ بلا شروع ہی عمر سے لگتی ہے۔ اور اسیواسطے دیکھا جاتا ہے کہ زیادہ تعداد ان

اور مکتبوں میں جہاں کہ ہر قسم کے لڑکوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ یہ فعل پیچھے لگ جاتا ہے۔ وہاں پھر جو لڑکا بالغ ہوتا گیا وہی اس فعل کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ پھر بعد کو شادی ہو جانے سے یا تو یہ عادت ترک ہو جاتی ہے و یا بعض کو اخیر عمر تک رہتی ہے۔ ہر طور علاوہ اس عمل کے بد خراب نازیبا اور بد انجام ہونے کی بڑی خرابی اسمیں یہ ہے کہ انسان ہمیشہ بہت جلد نامرد ہو جاتا ہے خصوصاً جسقدر کچی اور کم عمری سے اس فعل کا کرنا شروع کیا ہو اُسیقدر جلد نامرد ہوتا ہے۔ حتی کہ بعض تو اٹھارہ سال کی عمر میں ہی بالکل نامرد ہو جاتے ہیں۔ و یا سخت جریان میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یہ لوگ عمر بھر معذوری کی حالت میں پچھتاتے ہیں۔ اور عورت کے کام کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اور دوسری خرابی یہ ہے کہ ایک مدت کے بعد علاج کرنے سے (جو کہ اکثر شرم کی وجہ سے وقوع میں آتا ہے) اس قسم کا مریض کم اچھا ہوتا ہے۔

بڑا افسوس ہے ایسے لڑکوں پر جو کہ شروع بلوغت میں بغیر از معلومات بد نتایج اس فعل کے مرتکب ہو کر عمر بھر روتے ہیں اور بجائے مرد بالآخر زدہ عورت سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں۔ اور سوائے اسکے یہ اثر بد کچھ فاعل تک ہی ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ مفعولوں کو بھی لپیٹتا ہے۔ وہ یہ کہ اول تو اسکا فاعل اکثر وہی ہوتا ہے جو کہ پیشتر مفعول رہ چکا ہو۔ دوسرے مفعول کے رگ و پے پر بھی زور پہونچنے سے (جو کہ وہ اصل مقام مخصوص کے قرب و جوار ہی میں ہوتے ہیں) بحسب میعاد مفعولیت اُسکی باہ میں بھی کمی آجاتی ہے۔ اور بلکہ مدت تک مفعول رہنے سے تو بعض شخص بالکل ہی نامرد ہو جاتے ہیں۔ پھر جیسا کہ زنا میں ایک سے دوسرے کو مرض آتشک اور سوزاک ہو جانیکا خوف ہے اسطرح اسمیں بھی ہر دو فاعل اور مفعول آتشک اور سوزاک اور اُسکے نتایج بد میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہانتک کہ بعض مفعولوں کی مقعد اور اُسکا قرب و جوار خاص اسی فعل کے سبب سے تمام دکھال گلا اور سڑا ہوا زخمی دیکھنے میں آیا ہے۔ تو گویا اس قسم کے فاعل کچھ خود ہی خراب نہیں ہوتے بلکہ مفعول کو بھی دنیا سے کھو دیتے ہیں۔ بس ان حالات کو پڑھ کر سبکو خصوصاً نوجوان لڑکوں کو نصیحت لینا چاہیے۔ تاکہ اُنکی زندگی برباد نہو۔ بلکہ ایسوں کے حسب حال یہ شعر کسی نے خوب کہا ہے۔ **شعر** یاد رکھنا یہ مصیبت تجھی سہنی ہوگی۔ ہاتھ ہوگا تیرا اور نیم کی ٹہنی ہوگی۔

جلق یہہ بلائے بے درمان بھی نہایت ہی شروع عمر میں خاصکر جبکہ لڑکا زیادہ حیادار ہونے کی وجہ سے زنا اور اغلام پر حاوی نہوسکے پیچھے پڑجاتی ہے۔ یعنی وہ اپنی کاروائی و یا حظ نفس پورا کرنے کی لیئے اپنے ہی ہاتھ سے یہہ فعل کرلیتا ہے مگر یاد رہے کہ یہہ سب سے زیادہ خراب اور نقصان دہ ہے۔ کیونکہ اول کے دو فعلوں میں تو بسبب تلاش کچھہ دیر لگتی ہے۔ مگر اسمین تو مفعول گویا کہ ہر وقت ہمہ موجود ہے اسلیئے بلا جد وجہد وہ سب ورز مین آٹھ دس دفعہ تک یہہ فعل کرتا ہے اور دوسرے ہاتھ کی گرمی اور زیادہ تر زیان کا باعث ہوجاتی ہے۔ باین وجوہات اسکے آلہ تناسل کے رگونپر بہت جلد اجتماع خون ہوکر وہ لڑکا داڑھی نکلنے سے پیشتر و یا شباب کے اخیر ہونے سے پہلے ہی کمی کا نامرد ہوجاتا۔ اور وہ بھی ایسا کہ جسکا علاج ممکن نہین بلکہ جسنے یہہ فعل عمر بھر میں دو چار مرتبہ بھی کیا ہو تو اسکی بھی اصلی طاقت واپس نہین آتی اور نہ کہ چند ماہ و یا سال تک مداومت کرنا تو گویا اپنی بنیاد کو کھونا ہے۔ علاوہ ازین اس فعل کے سبب جریان کا مرض بھی ہوجاتا ہے۔ اور گاہے بباعث ہاتھ کی دباؤ رکاوٹ ہوجانے سے مرض سوزاک بھی ہو جاتا ہے۔ بہرطور آجکل فیصدی پچہتر آدمی صرف اسی نالائق فعل کے باعث ناطاقت اور نامرد دیکھنے مین آتے ہین۔ جبکا کہ گذشتہ حال دریافت کرنے سے شروع عمر مین اس عمل کا کرنا ثابت ہوتا ہے۔

چونکہ فی زماننا ہر ایک کو افعال مذکورہ بالاخصوصاً زنا کا باسانی موقع ملجانے سے افعال بہیمہ یعنے جانورونکے ساتھ جماع کرنا اور مساحقت یعنی عورتوں کا آپس مین فعل کرنا قریب قریب ترک ہوگیا ہے۔ لہذا انکا بیان بھی ترک کیا گیا۔

بیان قماربازی کا:-

جوا کھیلنا۔ شرط کرنا۔ بازی لگانا۔ شرطیہ جانورونکا بھگانا اور لڑانا۔ و یا آجکل ایک نیا طریقہ جوا کھیلنے کے نکلا ہے کہ جسکو تمام حکام اور بڑے بڑے شائستہ و خواندہ خاندانی شریف تک کھیلتے ہیں اور تعریف یہہ کہ عیب نہیں سمجھا جاتا۔ یعنے چیٹھیان ڈالنا۔ (لاٹری) یہہ سب ایک ہی مرض ہیں۔ چنانچہ اسکا ایک خوشنما اثر و یا نتیجہ کہ جسکو جیتنا کہتے ہیں کچھہ ایسا پیارا اور خوش ذائقہ ہے کہ اس

خاص سبب ہی انسان اس علمین اگر پتہ پڑجانے سے بہر چھوڑنیکا نام نہیں لیتا۔ نہایت تعجب کا مقام ہے
کہ ہر ایک شخص جیتنے ہی کے امید مین اپنا مال اور وقت اس میں صرف کرتا رہتا ہے۔ مگر اسکے
بڑے سخت اور برباد کنندہ اثر یعنے ہارنیکو کبھی بہولکر بھی کوئی یاد نہین کرتا۔ حالانکہ تلاش کرنے سے
فیصدی ۹۵ اشخاص بباعث ہارنے کے نالان و گریان دیکھنے میں آتے ہیں۔ بلکہ اگر کچھ زیادہ
وقت لیکر دریافت کیا جاوے تو وہ بقیہ پانچ بھی بالاتفاق فہرست مین آجاتے ہیں تو گویا سو
میں سے ہمیشہ کامل طور پر کوئی بھی نہین جیتتا۔ ہمیشہ سب نمبر دار ہارتے ہی رہتے ہیں۔ دنیا میں اگرچہ
ہر روز لکھوکہا روپیہ کا جوا ہوتا ہے۔ مگر آجتک کوئی بھی ناس اس جوے کے سبب سے سچے طور
پر خوشحال اور فارغ البال دیکھنے مین نہین آیا۔ البتہ بعض شخص چند ساعت و یا چند روز کیلئے امیر ہوجاتے
ہیں۔ عجب بیفیض سودا و بے نفع محنت اور بلا کا آمد زر ہے کہ آج آیا اور کل ندارد۔

بیان فضول اور بیقاعدہ کارروائیان کرنیکا

اگرچہ اس قسم کی افعال تو خود بخود ہی اپنے بد نتائج سے سب پر ظاہر ہوجاتے ہین۔ اور خصوصاً دانشمند
طبیعت والے انسان تو فوراً ہی معلوم کرجاتے ہیں۔ مگر عوام الناس اکثر تو سہو اور گاہے بباعث کم
فہمی و ناتجربہ کاری ایسی الٹی پلٹی کارروائیان کرتے ہیں کہ جس سے وہ خود بھی تکلیف پاتے ہین اور
لوگونکو بھی آزار پہونچتا ہے۔ لہذا اس فصل مین مفصلہ ذیل امورات کی ضروری آداب اور قواعد لکھے
جاتے ہیں۔ قواعد شادی بیوگان۔ قواعد محبت۔ قواعد و آداب برائے بادشاہ۔ قواعد برائے
اعلےٰ افسران۔ اہلکاران۔ ملازمان و رعیت۔ آداب ملاقات و دوستی۔ آداب دعوت
آداب عیادت۔ آداب علاج کردن مریضان۔ آداب نذرانہ شکرانہ تحفہ و سوغات۔

بیان شادی بیوگان

بیان آزادی

آغاز رسم بیوہ عورتونکی شادی نکرنے کا تو درحقیقت قوم ہنود سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر بعد انکی

صحبت کی بدولت تمام ہندوستان کے ہر ملت و مذہب والوں میں کچھ ایسی جاری ہو گئی ہے کہ اب تمام لوگ اس قبیح رسم کے باعث سے رنج اور بدنامی اٹھارہے ہیں۔ مگر ترک کرنے کا نام نہیں لیتے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کون بات شادی بیوگان کے لیئے مانع ہے۔ وہ کونسا امر ہے کہ جس سبب سے ان بیچاریوں کو یہہ سزا دیجاتی ہے۔ معلوم نہیں اسمیں کیا شرم اور ننگ کی بات ہے کہ عورت کی دوبارہ شادی کیجاوے۔ آیا مرد کو اسمیں ظاہری اور باطنی نقصان ہے کہ نکاح ثانی سے پیدا ہو جائیگا۔ وہ کون آفت ہے جو بیوہ کی شادی کرنے سے سب کے سر پر آجائیگی عجیب معمہ ہے کہ حل نہیں ہوتا یعنی سب کے سب لکھو کہا آدمی ایکدم سے عقل کی آنکھیں بند کرکے تیار رہے ہیں کہ رانڈ کی شادی کرنا بڑی بیحیائی ہے۔ ثبوت ندارد۔ اب اگر ان سے دریافت کیجیے کہ جو نیک کام ایک مرتبہ پیشتر کیا گیا ہو تو اسکا دوبارہ کرنا کیا عیب ہے مرد بھی تو آخر دوبارہ شادی کرتے ہیں۔ عورت نے کیا قصور کیا ہے کہ اسکو ترسا ترسا کے مارا جاوے۔ تو ناک کیطرف اشارہ کرکے کہتے ہیں کہ یہہ صاف ناک کٹ جاویگی۔ اب اس جواب سے تو معلوم ہوا کہ یہہ لوگ شاید سحر زدہ ہیں کہ اسمعاملہ میں ہاں ہی نہیں کرتے۔ و یا انکے سر پر کوئی تلوار لیے کھڑا ہے جو کہ ہاں نہیں کرنے دیتا۔ ہرچند کہ یہہ انکار شادی بیوگان ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے ناکردہ اسمعاملہ میں بیوہ عورت کو انکے خاوند کے مرجانے کیوجہ سے قصورمند ٹھیرایا ہے۔ حالانکہ ظاہرا بالکل بے قصور معلوم ہوتی ہے۔ ہاں البتہ یہہ بات ممکن ہے کہ جب زمانہ سابق میں یہہ رسم ہندؤں میں قرار پائی تھی تو اسوقت میں چند عورتوں نے بعد از اقرار دہر اپنی دوسری مرضی کے موافق مرد سے شادی کرنے کے واسطے اپنے خاوندونکو زہر دیکر مار ڈالا ہوگا جس پر کہ اس زمانہ کے عقلائے آگاہی پاکر خاص ان عورتوں کے لیئے سزا اور دوسرونکے لیئے عبرتاً یہہ حکم جاری کر دیا ہو کہ آیندہ بیوہ عورتیں شادی سے محروم کیجائیں تاکہ مردونکی جان سلامت رہے۔ ورنہ درحقیقت عورتیں جس خاوند سے ذرا ناراض ہوتیں تو فوراً مار کر دوسرا خاوند کرلیتیں۔ پس گویا کہ حکمتاً چند روزہ یہہ سلسلہ موقوف کر دیا گیا تھا۔ نہ کہ انکی یہہ غرض تھی کہ چند بد عورتوں کے باعث تمام بیوگان تا قیامت سزا پاتی رہیں۔ و یا مردان اہل ہنود نے بیوگان سے شادی کرنا بوجہہ مقصد ذیل موقوف کر دیا ہو یعنی اول تو بیوہ استعمال شدہ

عورت ہوتی ہے۔ دوم اگر اولاد والی ہوئی تو اُسکے بچونکے اخراجات کا بار اُٹھانا پڑتا ہے۔ سوم چونکہ ہر ایک انسان میں ایک دو عیب ضرور ہوتے ہیں جنمیں سے بیوہ کے عیب سب پر روشن ہوجاتے ہیں اور ایک شے کا عیب دار ہونا معلوم کرکے اُسکا حاصل کرنا گویا کہ خلاف از عقل ہے۔ چہارم بیوہ کی طبیعت جوکہ پہلے خاوند کے مزاج کی عادی ہوگئی ہے بدلکر اپنے مزاج کے موافق ہونا بہت مشکل ہے بہرطور کچھہ بھی ہو۔ لیکن چونکہ امر اول کے لیئے تو اب عورتونکے ذمہ کوئی ثبوت نہیں اور نہ عموماً ایسا کیا جاتا ہے۔ اور امر دوم کے چاروں وجوہات پر بھی ہر حالت میں یکساں خیال کرنا لاطائل ہے۔

لہذا لازم ہے کہ اس رسم کو ترک کرکے بدستور سابق شادی بیوگان جاری کیجاوے۔ تاکہ ان خرابیوں اور بدنامیوں سے نجات ملے جوکہ آجکل اس خاص قبیح رسم کی باعث سے ہو رہی ہیں۔ لیکن تعجب تو یہہ ہے کہ دنیا اس رسم کا توڑنا عیب سمجھہ رہی ہے مگر دیگر عیوب جوکہ خاص اسکے سبب سے علی العموم پیدا ہورہے ہیں انکو کوئی بھی عیب شمار نہیں کرتا۔ مثلاً بیوہ عورتوں کا دوسرے مردونکے ساتھہ پکڑا جانا۔ و یا کسی کے ساتھ بھاگ جانا۔ حملونکا گرانا اور اسی سلسلہ میں گاہے اپنی جان کہو دینا۔ اور پہر ان اسباب سے خاندان بہر کا عدالتوں میں پیش ہونا اور سزائیں پانا وغیرہ وغیرہ۔ اور یہہ جو مشہور کر رکھا ہے کہ بیوہ عورتیں خود انکاری ہیں تو اسکے دو سبب ہیں۔ اول تو انکو یہہ خیال ہے کہ جس کام کو سب خورد و کلاں عیب سمجھہ رہے ہیں تو اسکا اقرار یا ارادہ کرنے سے تمام لوگ طعنہ دے دیکر اُسکی زیست مشکل کر دینگے۔ اور دوم عمر رسیدہ یعنی تیس و پینتیس سال عمر والیاں یہہ سمجھکر انکار کر دیتی ہیں کہ اُنکو غالباً کوئی مرد تو عمر ڈھلنے کے سبب سے قبول ہی نکریگا۔ پہر اس ارادہ کو ظاہر کرکے ناحق کیوں شرمندگی اُٹھائے۔ ورنہ درحقیقت دونوں فریق جوکہ ظاہرا انکاری ہیں ویسے ہی بخوشی خواہشمند ہیں کہ اُنکی شادی ہو جاوے۔ اور گھر بسجاوے۔ مگر لاچار دلکو مسوسکر رہجاتے ہیں۔ پس جس زمانہ میں کہ نکاح ثانی کرنا عیب نہ سمجھا جائیگا۔ اور کوئی طعنہ زنی بھی نکریگا جیسا کہ بعض ملکوں میں اب بھی دستور ہے۔ تو عورتیں بھی انکار نکرینگی۔ اور خصوصاً جوکہ انکار سبب دوم کا نتیجہ وہ بہت پختہ ہے۔ کیونکہ در اصل مردونکا یہی حال ہے کہ تیس و پینتیس سالہ عمر والی عورت سے نکاح کرتے ہوئے ہچر مچر کرتے ہیں۔ حالانکہ خود چالیس اور پچاس

سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر کے ہوتے ہیں۔ تو اسکا سبب یہہ ہے کہ جب اُن کو ہر حالت میں بارہ یا پندرہ سالہ نوعمر باکرہ عورات بآسانی دستیاب ہو سکتی ہین۔ تو وہ عمر رسیدہ کو کیون پسند کرینگے سواے اسکا یہہ قاعدہ ہونا چاہئیے کہ جتے اللہ ورد واجو یعنی رنڈا پنکی شادی ہو کان ہی کی کیجاوے نہیں ایک یہہ بھی تخصیص ہونی چاہیئے کہ پنتیس ۳۵ سال سے زیادہ عمر والے مرد کو خواہ وہ ہنوز کتخدا ہی کیون نہ ہو نوعمر باکرہ عورت آدمی نہ بیاہی جاوے پس جس مرد کو کہ اس عمر مقررہ کی بعد [illegible] کسی [illegible] شادی کرے اور بالکل نوعمر لڑکی [illegible] ان [illegible] حال میں [illegible] لائق [illegible] قارب [illegible] سال [illegible] سال [illegible] [illegible] گذشتہ [illegible] سے نکاح اپنی عادت [illegible] دیکھی [illegible] کیموافق چال چلن کرنا ہوگی [illegible] اور [illegible] نتیجہ [illegible] رہیگا۔

بیان آداب محبت

حالانکہ محبت اور دوستی کے نام سے تو ہر کس و ناکس واقف ہے۔ مگر حقیقت اسکی پوری تعریف و تقسیم اور درجے بہت ہی تھوڑے لوگ آگاہ نظر آتے ہیں لہذا اس مقام پر کچھہ مجملاً اسکا بیان کیا جاتا ہے تاکہ ہر ایک معلوم کرے کہ محبت کیا شئے ہے اور اسکے آداب و قواعد کیا ہیں۔ اور کس مقام پر محبت فرض و واجب ہے۔ اور کہان پر ضروری اور مناسب۔ اور کسجگہہ بیقاعدہ اور بیراہ ہے۔

تعریف محبت ۔ محبت ایک اثر ہے جو کہ بوجہہ خاص اول ایک کے دل میں پیدا ہو کر دوسرے کا خیر طلب اور نیک اندیش بنا دیتی ہے۔ اور بعدہ یہی اثر باعث تحریک شخص اولین دوسرے کے

دل میں جا ئے گو بہو تو اسکو بھی کم و بیش ضرور جوش دکھلاتا ہے۔ چنانچہ اول شخص کے اثر کو محبت اصلی دیا آغازی اور دوسرے کے اثر کو محبت نقلی دیا انجامی کہنا مناسب ہوگا۔ پس اس اثر کی ترقی اور تنزلی قایمی اور زایلی شخص دوم کو جوش اثر پر منحصر ہے یعنی جسقدر کہ شخص اولین کی محبت کی عوضانہ میں بھی اپنا جوش محبت ظاہر کریگا۔ اُسیقدر اُسکے دل میں محبت کی زیادتی ہوتی جائیگی۔ اور جتنی کہ کہ اُسکی بے پروا ہی اور کم اثری ثبوت ہو گی اُسیقدر شخص اول کے دل سے بھی اثر کم ہونا شروع ہوگا حتیٰ کہ بالآخر بالکل زایل بھی ہو سکتی ہے۔ مگر بعض کو بغیر کسی شرط کے بھی ایک دم سے دیا رفتہ رفتہ ترقی پاکر درجہ عشق کو پہونچا دیتا ہے۔ **تعریف عشق** یہ وہ پرجوش اثر محبت یا محبت درجہ اعلیٰ ہے کہ جس میں انسان دوسرے کی یاد اور ذکر کو اپنی کُل خواہشات سے مقدم سمجھے۔ یہانتک کہ اپنی جان و مال کو بھی معشوق پر سے تصدق کرنیمیں دریغ نکرے اور اُسیکے خیالمیں ہر وقت محو رہے۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ اول عشق حقیقی۔ دوم عشق مجازی۔ چنانچہ جب کوئی انسان اپنے اوپر انعامات بیحد و بیحساب اور رحم و کرم بے پایان کی بوچھاڑ دیکھکر دیا قدرتہائے لاانتہا پر غور کرکے خدای لایزال کی محبت میں محو ہو جاوے تو اسکو عشق حقیقی کہتے ہیں۔

اور جب کوئی شخص آپسمیں دیا کسی دوسری مخلوق پر بسبب اُسکی خوبصورتی یا اوصاف پسندیدہ دیا اُسکے پرجوش اثر محبت کو فریفتہ ہو جاوے تو اس محبت کو عشق مجازی بولتے ہیں۔ مگر اسکی بباعث جداگانہ اثر کی دو قسمیں ہیں اول پاک۔ دوم ناپاک۔ پاک وہ ہے کہ جسمیں محبت بغیر از آمیزش قوت شہوانی دیا جائز مقام پر ہو۔ اور ناپاک وہ ہے کہ جو خاص جوش شہوت کے باعث ناجایز مقام پر ہو۔ **اسباب** ہر ایک قسم کی محبت کسی جسم کا خالق بننے پرورش کرنے علم سکھلانے صحبت میں رہنے دیا یکایک زیادہ تر تصور و خیال اور یاد کرنے سے پیدا ہوکر ترقی پذیر ہو جاتی ہے۔ **تقسیم محبت اصلی** اسکی تین قسمیں ہیں۔ اول محبت مخلوقی۔ یہہ وہ محبت ہے جو کہ اللہ جلشانہ کو اپنی کل مخلوقات کے ساتھہ ہے۔ دوم محبت امتی۔ یہہ وہ ہے جو کہ رسول اور پیغمبروں کو اپنی امت سے ہوتی ہے۔ سوم محبت اولادی۔ جو کہ والدین کو اپنی اولاد کی

ساتھہ ہوتی ہے۔ چہارم پرورشی یہہ وہ ہے جوکہ پالنیوالے کو اپنے پروردہ سے۔ مثلاً دودہ پلانی اور لے پالک رکھنے والے کو۔ یا بعض کو پلے ہوئے جانوروں سے ہوتی ہے۔ مگر اِسمقام پر یہہ نکتہ یاد رہے کہ خاص اولاد کو بہ نسبت والد کے باعث مرد و قسم محبت سوم اور چہارم شامل ہونے کے اپنی اولاد سے محبت زیادہ ہوتی ہے۔ پنجم محبت شاگردی جوکہ اُستادونکو اپنے شاگردون سے ہوتی ہے۔ ششم محبت قرابتی یہہ وہ محبت ہو جوکہ ایکدوسرے کو اپنے ہموطنوں قریب رہنے والوں اور رشتہ دارون سے ہوتی ہو۔ ہفتم محبت طفلگی۔ یہہ وہ محبت ہے جوکہ آپسمیں بچونکو اپنے ہمصحبت والوں سے ہوتی ہے۔ ہشتم محبت اوصافی یہہ وہ ہے جوکہ ایکدوسرے کے وصف و تعریف و یا کسی فعل کے پسندیدہ اور نیک عادت کو سبب ہوجاتی ہے۔ نہم محبت شہوانی یہہ وہ ہے جوکہ ہر ایک قسم کے مذکر اور مونث کو آپس میں ہوتی ہے۔ دہم محبت غرضی۔ یہہ وہ محبت ہے جوکہ علاوہ اقسام مذکورہ بالا کسی اور خاص غرض سے ہو۔ چنانچہ یاد رہے کہ اسیطرح پر دو باب محبت اصلی کے نقلی کی بھی دس قسمیں ہوتی ہین۔ مثلاً مقابلہ محبت مخلوقی اور مہتی کے بندون اور امتوں کو بھی خدا اور رسول سے محبت خالقی اور رسولی ہوتی ہے۔ بشرطیکہ سمجھہ رکھتا ہو۔ اور اگر شاید کسیکو نہو تو کرنا چاہیے کیونکہ یہہ ہر دو محبت فرض ہیں۔ پس انسان کو لازم ہے کہ سب سے مقدم اللہ جلشانہ کی محبت اپنے دل میں قائم کرے کیونکہ اول تو اُسنے پیدا کیا اور دوم طرح بطرح کی نعمتین اور سامان اپنے بندونکو عطا فرمائے اور اسکے بعد دوسری محبت رسول اللہ سے رکھے کہ جنکی تعلیم اور ہدایت سے خدا کی رضامندی کا رستہ نصیب ہوتا ہے۔ مگر اللہ اور رسول کی محبت کا ظہور یہہ ہے کہ انسان انکے نام پر اپنی جان کو قربان رکھے۔ ہروقت شکر و صبر مین رہے۔ کیسی ہی تکلیف ہو زبان پر شکایت نہ لاوے۔ اور جو کچھہ احکام بندہ کے لیے مقرر کیے گئے ہوں انکو بدل و جان منظور کرے۔ اور اپنے نفس اور جسم کی ہر ایک حرکت کو شرع کے موافق رکھے۔ سوم چہارم اور پنجم محبت والدین و دیلائی اور اُستاد بھی انسان پر واجب ہے۔ یعنے بعد از محبت خدا اور رسول اپنے والدین سے محبت کرنا چاہیئے جسکا ظہور اُنکی خدمت اور فرمانبرداری سے ہو سکتا ہے ہرگز ہرگز اپنی زبان سے اُنکو اُف تک

نہ کہے اور نہ کسی دوسرے کی محبت کو اُسپر بالا کرے۔ جیسا کہ آجکل کے زمانہ میں بیوی کی محبت زیادہ
سمجھی جاتی ہے۔ یعنی بیوی کے مدہ اشارہ کرنے سے اپنے والدین سے لڑائی فحش کلامی اور مار پٹائی
تک کرتے ہیں۔ معلوم نہیں کس قسم کے وہ آدمی ہیں کہ جنکی زبان اور ہاتھ اپنے ماں باپ پر اُٹھتا ہے
انکے بعد دودھ پلائی ماں و یا کسی دوسری پرورش کرنیوالیکا حق ہے۔ جیسا کہ بعض شخص اولاد نہونیکی وجہ
سے کسیکو متبنٰے کرلیتے ہیں۔ و یا دیگر رشتہ دار بچونکو ماں باپ نہونیکی حالت میں پرورش کرتے ہیں۔ ان
بعد استاد کا حق ہے۔ حتی الوسع انکی بھی خدمت اور فرمانبرداری کرے۔ خاصکر استاد علم دینی کی
علی ہذا القیاس محبت ششم ہی ہموطنوں قرابتی اور رشتہ داروں میں طرفین کو ضرور ہوتی ہے۔ اور اسکا ہونا
بھی ضروری ہے۔ ہفتم محبت طفلگی اسکا بھی اثر عجیب تر دیکھا جاتا ہے۔ یعنے جو محبت کہ کم عمر میں
بچونکو آپسمیں کھیلنے اور ہم صحبت رہنے سے پیدا ہوجاتی ہے تو اسکا اثر تا زیست نہیں جاتا خواہ
جوان ہوجانے کے بعد کیسا ہی انکے اعمال۔ صفات اور حیثیت میں فرق آجاوے۔ مگر جب وہ
ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو دل باغ باغ ہوجاتا ہے مگر بعض کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ بوجہ باحیثیت
و باعلم ہوجانے کے اپنے اُن ہمعمروں سے کہ جنسے زمانہ طفلگی میں خلاملا رہتے تھے۔ ملنا حقارت
اور کم عزتی سمجھتے ہیں جو کہ نامناسب ہے۔ ہشتم اوصافی یہہ دو قسم کی ہے۔ اول وہ کہ جسمیں فریقین
ہم صفت ہم فعل و یا ہم کسب ہوں۔ تو اسحالت میں قریب قریب ہردو جانب ایک سی محبت ہوتی ہے
جو کہ ظاہراً مناسب معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ خداپرست کو دینداروں سے چور کو چور سے۔ افیونی۔
شرابی اور بھنگڑی وغیرہ کو اپنے ہم افعالوں سے ہوتی ہے اور دوسری قسم محبت اوصافی وہ ہے
کہ جسمیں خاص پسندیدہ صفت ایک ہی شخص میں پائی جائے جو کہ دوسرے کی محبت کا باعث ہوجاتا
ہے۔ مثلاً پرہیزگاری۔ خلق حسن و یا کوئی علم۔ فن وکسب۔ تو اسحالت میں بھی مناسب ہے کہ انسان
محبت کرنے والے سے رجوع کرے اور محبت سے پیش آوے۔ بشرطیکہ کوئی بڑا حرج نہو۔ نہم محبت شہوانی
اسکا کوئی خاص بیان نہیں یہہ بھی بمقابلہ اپنی محبت کے کم و بیش دوسری جانب ضرور ہوتی ہے۔ دہم محبت
غرضی۔ یہہ بمقابلہ اپنی محبت کے گاہے دوسری جانب بالکل نہیں ہوتی اور کبھی کم یا برابر ہوتی ہے۔ کیونکہ

وہ خاص غرض مطلب شخص اول ہی کا ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ محبت پیش آتا ہے۔ پس اگر طرف ثانی کا بھی اسمیں کچھہ فائدہ مدنظر ہے۔ تو وہ بھی موافق درجہ غرض محبت سے پیش آئیگا۔ ورنہ خشک جواب سنائیگا۔ اگر واضح ہو کہ گو ظاہرا یہہ اخیر قسم محبت اپنے نام کے سبب شرم دلوانے والی بے بنیاد اور ترک دینے کے لائق معلوم ہوتی ہے۔ مگر دنیا میں زیادہ تر روزمرہ یہی کار آمد ہے۔ بلکہ سب پر عمل کرنا لازم ملزوم سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے درحقیقت دنیا کل کاروبار کا دارومدار اور آرام ایک دوسرے کی مدد پر رکھا ہے۔ لہذا ضرور ہے کہ سب آپسمیں محبت اور اتفاق رکھیں تاکہ ہر ایک دنیا میں آسانی سے بسر کرے۔ کسی خاص غرضمند کا یہہ خیال کرکے بے پرواہی کرنا کہ ہمارا اس سے کیا کام پڑیگا محض خبط ہے۔ اور تکلیف پانے کی نشانی ہے۔ ورنہ دیکھنے میں آتا ہے کہ دنیا میں ایک سے دوسرے کو ضرور فائدہ ہوتا ہے۔ اور اگر زمانہ حال میں نہیں تو آیندہ کبھی ہونیکی امید تو ممکن ہے اور بالفرض یہہ بھی نہیں تو کیا ایک حاجتمند کا محبت کے ساتھ کاربراری کر دینا کچھہ بری بات ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ نہایت انسب ہے۔ پس گو کہ لفظ غرضی لوگونکی نگاہ میں نہایت کریہہ اور ذلیل معلوم ہوتا ہے۔ مگر جانبین کو یہہ بھی ایک حکمت الٰہی خیال کرکے ایک شخص کے رجوع کرنے پر محبت اور اخلاص کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔ کیونکہ دنیا کی آبادی اور رونق اسی غرض پر منحصر رکھی گئی ہے۔ کیا یہہ بات شکر کرنے اور تسکین دینے کے قابل نہیں ہے کہ فی الحال ہم اس لائق ہوئے کہ اہل غرض رجوع کرتے ہیں۔ اور اگر اصل پر غور کیا جاوے تو بیغرض اور بے مطلب تو دنیا میں کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔ حتے کہ بادشاہ کو باورچی دھوبی اور بھنگی سے غرض موجود ہے۔ ورنہ انکو اپنے ہاتھ سے کھانا پکانا کپڑے دھونا اور میلا اٹھانا ہوتا۔ علے ہذالقیاس اسی سلسلہ پر سب کو غور کر لینا چاہیے۔ اس جہان میں ہر ایک دوسرے کا مددگار ہے۔ آج اگر کسیکو مجھہ سے غرض ہے تو کل مجھکو کسی سے ہوگی۔ اسواسطے یہہ عام محبت درحقیقت محبت غرضی ہوتی ہے۔ ورنہ یہہ انسان تو دوسرے سے بلا غرض کلام تک کرنیکا روادار نہ ہوتا۔ یہہ جسقدر لوگ ظاہرا بیغرض خلق اور محبت سے پیش آتے ہیں۔ انکا بھی فی الحقیقت کچھہ نہ کچھہ مطلب ضرور ہوتا ہے۔ اب نہیں تو آیندہ نتیجہ نکلیگا۔ اور اگر کچھہ بھی نہیں تو کلام کرنے کا شغل۔ دل لگی و مذاق

ہی سہی۔ کیونکہ تنہا خاموش بھی تو ہر ایک سے رہا نہیں جاتا۔ غرضکہ کچھ ہی ہو یہہ سب مناسب ہے۔ بلکہ بعض اوقات لازم ملزوم ہے۔ ہاں البتہ اعتراض کے لایق تو وہ محبت ہے جو کہ ریا کے ساتھ (یعنے ظاہرا چاپلوسی او خلق کے ساتھہ پیش آوے اور باطن میں بغض او کینہ رکھے او نقصان کا درپے ہے) یا ناپائیدار صرف اپنی ہی غرض اور مطلب تک محدود ہو یعنی اپنے مطلب کیوقت تو ہر طرح حاضر رہے۔ اور بعد کو۔ ویا جہاں دوسرے کے لیئے ذرا تکلیف اوٹھانیکا موقع آیا۔ تو فوراً علیحدہ ہو کر ایسی بیتوری بدنجاوے کہ گویا آشنا ہی نہ تھے۔ اسواسطے دوست کی شناخت کیلیئے یہ شعر خوب موزون ہے۔ **شعر** دوست آن دانم کہ گیرد دست دوست ٭ در پریشان حالی و درماندگی ٭ چنانچہ اس لحاظ سے غرضی محبت کی دو قسمیں ہیں۔ اول پایدار۔ دوئم ناپایدار۔ پس حتی المقدور مناسب ہے کہ انسان اپنے اوصاف کے ذریعہ سے اس محبت کو پایدار رکھنے کی کوشش کرے یعنے جسطرح کہ اول میں بوجہہ اپنی غرض کسی سے محبت شروع کرے تو بعد نکل جانے مطلب کے بھی برابر اوس دوست کے رنج و راحت کا شریک رہے۔ او اخیر تک نبہاوے۔ البتہ اگر طرف ثانی کے کسی خاص بدفعلی کے سبب بعد کو پرہیز کیا جاوے تو مضائقہ نہیں۔ مگر اسحالت میں بھی ایکدم سے سلسلہ نہ توڑے۔ اور علاوہ ازیں انسان ہر ایک شخص پر اسکی ظاہری باتوں سے اپنا دوست سمجھکر جلد فارغ البال او بیفکر بھی نہو جاوے۔ بلکہ اسکی آزمائش اور شناخت کے لیئے ایک مدت دراز و یا چند مواقع و محل درکار ہیں۔ کیونکہ انسان اپنے عیوب کو پوشیدہ رکھنے اور ریا کے ساتھہ برتاؤ کرنے پر ایک عرصہ تک قادر رہ سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی چیدہ ہی شخص ایسا ملیگا جو کہ خاص موقعوں پر محبت اور دوستی میں پورا نکلے ورنہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ وقت پر کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ ہاں البتہ خدا شناس او خدا ترس اکثر حالتوں میں اعتبار کے لائق ہیں۔ بشرطیکہ یہہ انکے اوصاف ریائی نہوں۔ ورنہ خواہان دنیا تو ہمیشہ ناشکر۔ احسان فراموش۔ طامع۔ بیوفا۔ جھوٹے۔ مکار او دغا باز ہوتے ہیں۔ انکی ظاہری ملایمت کی بناوٹی باتوں پر ہرگز ہرگز پورا اعتبار نکرنا چاہیئے۔ مگر ظاہرا ہر ایک سے بگاڑنا بھی بہتر نہیں ہے کہ اسمیں اور زیادہ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ حتے المقدور سب سے ملکر اپنا کام چلاوے۔ لاکن محبت کا قائم او پختہ ہونا تو ہمیشہ جانبین کے ہم اوصاف ہونے پر منحصر ہے

یعنے جسقدر دو شخص اوصاف اور عادات میں برابر ہونگے اُسیقدر اُن میں محبت زیادہ اور دیرپا قائم رہیگی اور اگر اُنمیں فرق ہے تو جسقدر زیادہ ہے یا تو وہ دونوں ہم وصف و ہمدل ہو جاوینگے یا علیحدگی اختیار کرینگے۔ علاوہ ازیں یہہ بھی معلوم رہے کہ محبت کی زیادتی بباعث مجموعہ اقسام محبت کے بھی ہوتی ہے۔ یعنے یہہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ ہمیشہ محبت اقسام مذکورہ بالا میں سے ہر ایک میں ایک ہی قسم کی محبت علیحدہ علیحدہ پائی جاتی ہو۔ بلکہ بعض میں تین یا چار قسم کی محبتوں کا اجتماع ہوکر دوسروں سے زیادہ محبت ہونیکا باعث ہوجاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص سے قرابتی۔ ہم مذہب یا ہم اوصاف بھی ہو اور اس سے کوئی غرض بھی ملحق ہو تو خواہ مخواہ بنسبت دوسروں کے اُس سے محبت زیادہ ہوگی۔ اسیطرح اور قسموں پر بھی غور کر لینا چاہئیے۔ مختصر یہہ ہے کہ مرقومہ بالا اقسام محبت بسلسلہ ذریعہ ٹھیک عمل کرنے والا تو ہردوجہانمیں خوش و خرم رہتا ہے اور برخلاف اسکے راہ چلنے والا اور یا بعض سے محبت رکھنے والا ادنٰی تو گمراہ ہیں۔ اور یہہ محبت بھی بیقاعدہ و ناصواب اور رنج و تکلیف اٹھانے کی نشانی ہے۔

بیان آداب و قواعد برائے پادشاہ

واضح ہو کہ دنیا میں اگرچہ ہمیشہ سے ہر ملت و مذہب کے پادشاہ ہوتے آئے ہیں مگر کارناموں اور تاریخ میں تعریف اور صفت انہیں کی درج ہے کہ جنہوں نے اپنے تئیں باقاعدہ رکھا جس سے کہ اُنہوں نے خود بھی آرام پایا اور دوسروں کو بھی خوش رکھا۔ بے خوف و بلا دغدغہ پادشاہت کی۔ اور بالآخر دنیا میں نیک نام چھوڑ گئے۔ یہاں پر وہ مخلوق خدا کے ساتھ بہ انصاف پیش آئے۔ وہاں پر خداوند کریم اُنکو اعلےٰ ترین درجہ دیگا۔ جابر اور ظالم پادشاہ جیسا کہ بندگان خدا کو آزار پہونچاتے ہیں ویسے ہی وہ خود بھی خدشہ اور تکلیفات سے عمر گذارتے ہیں۔ اور علاوہ ازیں جسطرح کہ زندگی میں اُنپر لعنت ملامت برستی رہتی ہے۔ اُسیطرح قیامت میں بھی اُنکو سخت سزا کا سامنا کرنا ہوگا جیسا کہ اُنہوں نے اپنے ذمہ کے کاروبار کو باقاعدہ ادا نہیں کیا ویسے ہی میدان حشر میں اُنسے سخت جوابدہی لیجاویگی۔ چنانچہ سرسری طور پر خیال کرنے سے تو ہر کوئی چاہتا ہے کہ وہ پادشاہ ہو جائے۔ مگر بغور دیکھنے سے

معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ اہم یہی کام ہے (یعنے بادشاہت) بشرطیکہ اُسکے فرائض
پوری طور پر ادا کیے جائیں۔ بادشاہت کا ملنا چنداں دشوار نہیں۔ مگر اُسکو باقاعدہ انجام کو پہونچانا
البتہ کام رکھتا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ جیسا کہ اُسنے اپنے بندوں کو اور بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں
ویسے ہی ملکوں میں بادشاہوں کا ہونا بھی اُسکی ایک بڑی نعمت اور حکمت ہے۔ ورنہ درحقیقت تمام لوگ
آپسمیں ایک دوسرے کا سر پھوڑ مرتے۔ بات بات پر جنگ وجدال اور گھر گھر تنازع ہوتے۔ کوئی
کسیکو نہ سمجھتا۔ دنیا میں رہنا وبال ہوجاتا۔ پس مخفی نرہے کہ دنیا میں بادشاہ ہونیکے تین فائدے یا مقصد ہیں
اول لوگوں کو نیک ہدایت کا ہونا۔ دوم ملک میں امن کا قائم رہنا۔ سوم باہمی تنازعات کا فیصلہ ہونا۔ چنانچہ **فائدہ**
اول ہدایت کا ہونا یہ دو قسم کا ہے اول ہدایت درجہ اعلیٰ یہ وہ ہے کہ جسمیں لوگ جہاں تک ہو سکے
خدا اور رسول کو پہچانیں اور اُسکے حکموں کو بجا لائیں اور ہدایت درجہ ادنےٰ وہ ہے کہ جسمیں لوگ ان
اُن افعال شنیعہ سے پرہیز کریں کہ جس سے وہ اپنے تئیں اور اپنے ابنائے جنس کو ضرر پہونچانے
کے مرتکب ہوتے ہیں۔ **فائدہ دوم** امن کا قائم رہنا اس سے مطلب یہ ہے کہ سب خلقت خوشی سے
چین و آرام سے بسر کریں۔ کوئی ایک دوسرے پر ہاتھ نہ ڈالنے پاوے۔ جنگ وجدال شنیعہ و تنازع
سب بند ہوجائیں۔ علاوہ ازیں اگر رعیت دفعتہً و یا دیگر امراض و آفات و تکلیفات میں مبتلا
ہوجاوے یا ہونے کا اندیشہ ہو تو اُسکا بندوبست مناسب کرے۔ **فائدہ سوم** تنازعات کا فیصلہ
ہونا۔ یہ بھی ایک بڑا ضروری امر ہے چونکہ ایک جم غفیر یا گروہ انسانوں کا باعث مختلف الصفات ہونیکے
ہمیشہ آپسمیں صلح کی حالت میں نہیں رہ سکتا۔ اسواسطے انکے درمیان ہزارہا قسم کے تنازعات پیش آتے
رہتے ہیں جنمیں سے اکثر تنازعات تو ایسے ہوتے ہیں کہ انکا فیصلہ یا بندوبست درحقیقت بغیر از جبر
قانون شاہی ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پس چونکہ فرائض مرقومہ بالا کے ادا کرنے کے لیے تنہا بادشاہ
ہی کافی نہیں ہوسکتا۔ لہذا اُسکے واسطے چند نائب و عہدہ داران و اہلکاران۔ ملازمان سپاہ اور خرچ
انتظامی کا ہونا مع ایک پوری تعداد خزانہ کے۔ ضروریات سے ہے جسکا کہ انتظام بطور مناسب
رعیت ہی کی کمائی سے کیا جاتا ہے اور اسکا نام محصول شاہی ہے۔ پس جس وقت کہ سب سامان موجود

ہوجاویں تو پادشاہ کو لازم ہے کہ اپنے نائبوں کے ہمراہ شامل ہو کر یعنی بمدد اپنے تمام عہدہ داران واہلکاران
شب روز ایسی کوشش کرے کہ جسمیں اُسکی تمام رعیت خوشحال فارغ البال اور امن و امان
سے بسر کرے۔ کوئی کسی پر ظلم نہ کرنے پاوے۔ ہر ایک حاجتمند کی عرض سننے کا بندوبست ہو۔ غربا و ضعفا
سپاہ کو زیادہ خوش رکھے اور ایسے قانون اور قاعدے جاری کیئے جاویں کہ جس سے قصور مند حتی الوسع
رہا ہونے پاوے اور بے قصور سزایاب نہو اور رعیت کے اعمال میں خود بخود اصلاح ہوتی جائے۔
نہ ایسا قانون کہ لوگونکو فریب و دغابازی کرنے جھوٹ بولنے اور رشوت دینے پر مجبور کرے۔ علاوہ
ازیں جو لوگ کہ مجرم خیال کیئے جاوین تو اُنکا فیصلہ حتی الوسع جلد ہونا چاہیئے نہ جیسا کہ اکثر ریاستون
میں دیکھا جاتا ہے کہ مجرم بباعث سستی برسوں حوالاتمیں زیر تجویز رہتے ہیں جو کہ بالآخر بے قصور نکلتے
ہیں و یا اس مدت التوے میں وہ کوئی دوسری صورت پیدا کرکے اپنی بریت کی شکل بنا لیتے
ہیں۔ ہمیشہ گواہوں ہی کے اظہار پر کسیکو قصوروار یا بے قصور نہ سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ کامل تحقیق کرنا اور
گاہے گاہے خفیہ طور پر دریافت کرنا لازم ہے۔ گواہونکی وجاہت ثقاہت اور نیک عملی پر
غور کرکے حکم لگانا چاہیئے۔ نہ کہ عوام۔ کاذب۔ اور کرایہ کے گواہوں پر جلد فیصلہ کرنا اور ماہوار
شمار مقدمات دکھلا دینا۔ بلکہ پادشاہ کی تعریف تو مقدمات کمی کے ساتھہ پیش ہونے میں
ہے جس سے کہ ملک میں امن اور لوگوں میں اتفاق و صلاحیت کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہہ
اُسوقت ہوگا کہ جب پادشاہ خود متعبد۔ محنت کش۔ منصف مزاج۔ رحمدل اور خدا ترس ہو
یہہ تو پادشاہ کا کام نہیں ہے اور نہ وہ شخص پادشاہت کے لائق ہے کہ جو شب و روز ملک کے برباد کرنے
اور رعیت کا دل دُکھا کر خزانہ پُر کرنے۔ یا اپنے ذات خاص و یا خویش و اقارب کے آرام و آسایش
اور عیش و طرب کی فکر میں رہے۔ بہت سے پادشاہ جو کہ درحقیقت بذات خود جابر اور ظالم نہیں
ہوتے۔ مگر بباعث کاہلی و یا عیش و عشرت ملک اور رعیت کیجانب کم توجہی رکھتے ہیں اسوقت
اُنکے ملازمین جبر اور تعدی کے ساتھہ پیش آکر رعیت کو نالاں بنا دیتے ہیں۔ تو اس صفت
کا پادشاہ بھی گویا ظالموں میں ہی شمار کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہہ بھی واضح رہے کہ اگرچہ ظاہر

پادشاہ ایک خاص معزز شخص کو کہتے ہیں۔ مگر درحقیقت گویا کہ پادشاہ اُس تمام گروہ ہی کا
نام ہے کہ جنکے تعلق سلطنت کی کاروبار کا دارومدار رہوتا ہے۔ جیسے کہ تمام ملازمین اعلے سے لیکر
ادنے تک انہیں شامل ہیں۔ دویا اسطرح سمجھنا چاہیے کہ پادشاہ ایک جسم ہے اور تمام اہلکاران
اُسکے دست و بازو ہیں۔ پس جبتک کہ یہہ گروہ یعنی پادشاہ معہ ملازمیں اپنے اپنے فرائض کو تندہی
نیک نیتی۔ ایمانداری۔ اور منصف مزاجی سے ادا نکرینگے۔ تب تک نہ تو اس خاص پادشاہ
کا نام ہوا اور نہ اُسکے ملک میں امن رہے اور نہ وہاں کی رعیت کامل طور سے خوشحال ہو۔ تو گویا
کہ یہی ملازمین اپنی صفت میں عمدہ ہونیسے پادشاہ کو نیک نام کرسکتے ہیں۔ اور یہی بدنیت ہونے سے پادشاہ کو بدنام ملک
کو بے امن اور رعیت کو خراب و خستہ کردیتے ہیں حتی کہ انہیں کے سبب سے ہمیشہ ملک بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ اسواسطے
سب سے بڑا اور اول پادشاہ کا یہہ کام ہے۔ بلکہ ایک ہی ذمہ واری اُسکے لیے کافی ہے
کہ شب و روز اس قسم کی غور پرداخت اور نگرانی رکھے کہ اُسکے تمام نائب ماتحت وغیرہ نیک نیت اور
ایماندار ہوں اور اپنے اپنے فرائض منصبی کو باقاعدہ ادا کریں۔ اگرچہ یہہ ذمہ داری بظاہر نہایت
ہی کم کام معلوم ہوتا ہے لیکن وہ اصل میں بہت بڑا تندہی اور بالکل بے فرصتی کا کام ہے کہ جسپر تمام
سلطنت کا دارومدار ہے یہہ ایک ایسا کام ہے کہ اسکو پادشاہ اپنی سو برس کی عمر میں بھی شاید
پورا نہیں کر سکتا۔ مگر تاہم جسقدر ہو جاوے وہی بہتر ہے۔ بعض بعض اعلے درجہ کے ملازم جو کہ درحقیقت
ہوکر سلطنت کے نہال کٹے جاتے ہیں صرف اپنی بد عادات اور مزاج کی سبب سلطنت کے لیے سم قاتل
کا حکم رکھتے ہیں۔ تو انکو رفتہ رفتہ حکمت عملی کے ساتھہ علیحدہ کردینا چاہیئے۔ اور خاصکر جس سلطنت
میں کہ ملازمت کا دیا جانا یا عہدونکا تقسیم ہونا بلا خصوصیت خاندان و قوم اور بغیر تفتیش
ذات و صفات۔ صرف ظاہری علم و چالاکی و یا خوشامد اور سفارش پر مقرر کیا گیا ہو۔ تو وہاں کے
کاروبار کی ابتری کا کیا ذکر ہے۔ خاندانی اور قوم دار آدمی کو جو کہ اکثر بلکہ ہمیشہ مجمع نیک صفات
ہوتا ہے حتی الوسع ہر قسم کی ملازمت میں رکھنا لازم ہے۔ کمینہ اور اجلاف شخص گو ظاہر ایسا
ہی علمدار۔ زبان دان اور چالاک ہو۔ مگر بباعث طمع۔ بدطینتی اور بیحیائی ہمیشہ مفسد اور آزار دہندہ

ہی ہوتا ہے۔ لہذا ایسے لوگونکو حتی المقدور انکے اپنے ہی کام اور حرفہ کو لیے چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور
یہ جو بعضونکا قول ہے کہ اعلے ملازمت اور کام کی خوش انجامی کے لیئے خاندان اور ذات
کا ہونا کچھ ضرور نہیں سب انسان ایک ہی موافق ہیں اور ہر ایک شخص ہر ایک کام کو کر سکتا ہے
تو یہ انکی گفتگو محض ناواقفیت و ناتجربہ کاری کی یا ایک قسم کی تعصب پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ
جب اوصاف ظاہری یا جانوروں کی قوموں اور جمادات کی قسموں تک میں دیکھا جاتا ہے تو
انسان کے لیئے کہ جو بباعث مختلف کسب و پیشہ خاندان و قوم صحبت و علم مجموعہ مختلف الصفات
اور عادات کا ہو جاتا ہے بدرجہ اولے منحصر کہنا چاہیئے۔ یعنی جیسا کہ عام گھوڑے اور ٹینی مرغ
کیحالت میں عربی گھوڑے اور اصیل مرغ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ و کچا لوہا فولاد کے سامنے کچھ
کام نہیں دیکھتا علے ہذالقیاس اجلاف اور کمینہ شخص بھی خاندانی اور قوم دار آدمی کی ہرگز ہرگز
برابری نہیں کر سکتا۔ کیا وجہ کہ جب کمینے شروع یعنی بچپن ہی سے اعلے درجہ کے اوصاف
اور نیک عادات مثلاً بہادری۔ حیا۔ نیک نیتی۔ خوش اخلاقی۔ رحم دلی وغیرہ وغیرہ ممکن
ہی نہوئی ہوں۔ یا اسنے دیکھی اور برتی تک نہوں۔ و یا اسکی طبیعت انہی عادات کی اثر
پذیر ہی ہو تو خیر میں اس سے کسطرح ظاہر ہو سکتی ہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں بلکہ اصلی اور ذاتی کمینہ
کو تو علم اور صحبت سی بھی جو کہ انسانکے شائستہ کرنے کے لیئے بڑے آلات ہیں۔ چنداں اثر اور
فائدہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے۔ **شعر** آخرش گرگ زادہ گرگ شود ٭ گرچہ با
آدمی بزرگ شود ٭

آداب برائے حکام و افسران اعلے

سلطنت میں علاوہ بادشاہ کے جسقدر اعلے افسران عہدہ داران و مالک محکمہ جات ہوتے ہیں
وہ سب گویا کہ نائب سلطنت ہیں۔ چونکہ در اصل انکو بادشاہ کیجانب سے اپنے اپنے محکمہ کا پورا
اختیار دیا جاتا ہے۔ اور انہیں سفید و سیاہ کرنیکا بھی مجاز ہوتا ہے۔ لہذا وہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ

گویا کہ اپنے محکمہ کا بادشاہ ہوتا ہے۔ پس انکو لازم ہے۔ کہ اپنے ذمہ کے کام کو نہایت ہوشیاری دیانتداری اور نیک نیتی کے ساتھہ انجام دیں ہرگز ہرگز بباعث طمع اپنے مالک و بادشاہ کے مخالفین سے ملکر انکو الزام نہ بنیں۔ اور جو کچھہ انکا حق بطور تنخواہ مقرر کیا گیا ہو اُسکے علاوہ کسی قسم کے غصب یا غبن پر نیت نہ لیجاویں۔ اور نہ اپنے کاروبار کا مدار رشوت لحاظ اور سفارش پر رکھیں۔ بلکہ ہر حالت مین انصاف اور نیک نیتی مدنظر رہے۔ اور علاوہ ازیں اپنے ماتحت اہلکاروں کا کہ جو اپنی طمع نفس کے باعث اکثر دغل۔ فصل اور جھوٹ کے ساتھہ کارروائیاں کرتے ہیں و یا جور وتعدی روا رکھتے اور رشوت لیتے ہیں۔ خوب غور کر کے تدارک کریں۔ اور یہہ آسانی ہوسکتا ہے بشرطیکہ حاکم باریک بین اور مردم شناس ہو اور ترقی کا دینا بجائے ظاہر اچالاکی چاپلوسی اور خوشامد کے باطنی نیک اوصاف پر رکھے۔ کیونکہ یہہ ایک موٹی بات ہے کہ ایماندار اور راستگو آدمی سے خوشامد اور عاجزی نہیں ہوسکتی اور سوائے اسکے چاہیئے کہ ہر ایک شخص اپنے اپنے درجہ اور رتبہ کیموافق باقاعدہ کارروائی کرے۔ کوئی بالادست جبراً یا خوشامداً کسی زیردست سے اپنا ذاتی کام نہ لے۔

آداب برای اہلکاران و ملازمان

یہہ فرقہ اہلکاران اعلےٰ سے لیکر ادنےٰ تک کہ جنپر سلطنت کی نیکنامی اور بدنامی کا دارومدار ہے نہایت ہی ایماندار اور پرہیزگار ہونا چاہئے۔ یہہ عمل انکا نہایت ہی بدنیتی اور نمک حرامی پر دلالت کرتا ہے۔ کہ باوجود اپنی کارگذاری کے موافق تنخواہ پانے کے اُسی کام کے لیئے ہر ایک شخص سے خواہاں ہونا اور نہ دینے پر اُسکو خراب و خستہ یا دق کرنا جیسا کہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے۔ اور بڑی شرم کی بات ہے کہ اسپر بھی اکتفا نکر کے اپنے نفس کی خاطر حکمت عملی کے ساتھہ انصاف کا خون اور سلطنت کا کام درہم برہم کر کے مجرم کو بچاتے اور بیقصور و نکو گرفتار کراتے ہیں تف ہے ایسے لینے پر کہ جس سے خدا ناخوش بادشاہ کا رعیت تنگ ہو۔ اور افسوس ہے ایسی کمائی پر کہ جس سے دنیا مین بدنامی اور عاقبت میں روسیاہی ہو۔ طامع اور بدنیت

فریق کا تو ذکر ہی کیا ہے کہ جو اپنی عادت بد کو کسی حالت میں بھی ترک نہیں کر سکتا۔ مگر گاہے گاہے دیکھنے میں آتا ہے کہ نیک نیت اور سیر چشم انسان بھی کہ جو باوجود کم آمدنی و تنگی معاش ہمیشہ اپنے آپ کو ناجائز مال سے بچایا کرتے ہیں۔ بباعث کمی تنخواہ و بااشد ضرورت مرتکب ایسے فعل کے ہو جاتے ہیں کہ جنکے دفعیہ کے واسطے اول تو انکو لازم ہے کہ حتی المقدور اپنے اخراجات کو آمدنی کے موافق مقید کریں۔ ورنہ بامر لاچاری حکام و پادشاہ کو اپنی کم آمدنی۔ تنگی اور تکالیف عیال کر ترقی کی درخواست کریں تاکہ ہر قسم کی آفات سے نجات ملے۔ بلکہ امید کامل ہے کہ ایسی حقیقی درخواست کو پادشاہ وقت بھی بخوشی منظور کریگا۔ اور جس شخص کو کہ اپنے ایام ملازمت بخوشی گذارنے منظور ہوں۔ و یا وہ چاہتا ہے کہ اسکا حاکم و مالک اس سے خوش رہے۔ تو اپنے تئیں باقاعدہ رکھے۔ تابعداری اختیار کرے۔ ہر حکم و بات پر سو بہت اچھا اور بہت خوب کے اور کچھ کلمہ زبان سے نہ نکالے ورنہ ہمیشہ دیکھنے میں آتا ہے کہ حاکم اور آقا کی عدول حکمی کرنی بات کی کاٹنے و یا بغیر از اشارہ صلاح دینے ہی سے وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔ بلکہ غصہ کی حالت میں تو جواب معقول دینے سے بھی احتراز کرے۔ ہاں البتہ اگر کسی بڑے نقصان تکلیف اور بے انصافی کا ہونا ثبوت کو پہنچ جاوے تو وہاں نہایت ادب اور عاجزی کے ساتھ صلاح کا عرض کرنا ضروریات سے ہے۔ بلکہ ایسے مقام پر نہ جتلانا نمک حرامی میں شمار کیا جاویگا۔ اور باقی حالتوں میں عموماً خاموشی اختیار کرنا مناسب ہے۔ ہمیشہ حاکم کے مزاج اور عادات کو پہچان کر کارروائی کرے۔ حتی المقدور مخالفت کو درمیان میں نہ آنے دے۔ بموجب **شعر** اگر شہ روز را گوید شب است این بباید گفت اینک ماہ و پروین۔ اور اگر کوئی شخص بباعث بدمزاجی و یا مخالفت طبع اپنے حاکم کی تردد میں ہو۔ تو اول اسکو اپنی جانب غور کرنا چاہیئے۔ اور معلوم کرنا کہ آیا حاکم کی ناخوشی دراصل اسکے اپنے ہی عیبوں اور قصوروں کا باعث ہے۔ اگر ایسا ہے تو فوراً اپنی اصلاح کرے اور اگر حاکم بھی خود بڑا معیوب ہو۔ مثلاً کم فہم۔ تلون مزاج۔ چغلی سننے والا۔ بدنیت طامع۔ غیر منصف۔ ناقدر۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو اس حالت میں حتے المقدور ٹالے۔ برداشت کرے

تو بچاؤ کرتا رہے پا ... سے نکلنے کی تدبیر کرے۔ مگر ہرگز ہرگز مقابلہ پر کمر نہ باندھے۔ علاوہ ازیں افسر لشکر کو ... باہمی عداوت ... نہیں رکھنی چاہیئے اور اگر کسی مقام پر آپس کے حسد و نفاق ... سے ... بازی ... جنگ کی تدبیر اختیار کرے۔

آداب برائے رعیت

چونکہ بادشاہ اور رعیت کا کسی حالت میں بھی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ نہ جنگ۔ لہٰذا ہر رعیت کو لازم ہے کہ اپنے بادشاہ کا جو کچھ حکم ہو قبول کرے۔ مگر نافرمانی سے سرخرو رہے۔ ہرگز ہرگز بادشاہ کے مقابلہ پر قدم نہ بڑھاوے۔ ورنہ سوائے زک کہانے۔ سزا پانے اور شرمندگی اٹھانے کے اور کچھ ملنے کی امید نہیں۔ صدہا مرتبہ آزمایا گیا اور بارہا دیکھا گیا مگر کبھی رعیت کو بادشاہ سے بالا ہوتے نہیں سنا۔ ہاں البتہ رعیت کو اسقدر نرم ہونا بھی مناسب نہیں کہ ادنے اور سفلا نہیں جنکا پیشہ ہی درحقیقت سرکاری حکم کی آڑ میں ظلم و تعدی کرنا ہوتا ہے انکو دبا کر لوٹنے لگیں کیونکہ کم درجہ والے اور کمینوں کا قاعدہ ہے کہ جسقدر ان سے ملائمیت اور خاطر برتاؤ کیا جائے اسیقدر انکی طمع زیادہ اور دماغ آسمان سے بالا ہو جاتا ہے و یا جسقدر انکا ادب و لحاظ کیا جائے اسیقدر وہ شیر ہوتے جاتے ہیں۔ اللہ بچاوے یہہ وہی فرقہ ہے کہ بوجہ حیثیت باعث اپنی طمع نفس رعیت کو بادشاہ سے منحرف کرا دیتا ہے۔ یعنی رعیت اپنے جبر اور ظلم رعیت کو بادشاہ کے ساتھ لڑنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ورنہ غریب رعیت کو کیا ضرورت ہے کہ بیٹھے بٹھلائے اپنے آپکو خرابی میں ڈالے۔ مگر درحقیقت یہہ نتیجہ ان نمک حراموں کی کارروائیوں کا ہوتا ہے کہ جو سرکار اور رعیت کے مابین انصاف کرنے۔ محصول لینے۔ و یا دیگر قسم کی برابری کرنے کے لیئے مقرر ہوتے ہیں اور خاصکر انمیں بھی جو ادنے درجہ کے ہوتے ہیں وہ زیادہ مفسد ہیں۔ ان نالائق اور گردن زدنیوں کی جو کہ اول اپنا پیٹ پر کرنے کے لیئے رعیت کو باغی و یا بادشاہ سے ناراض کر دیتے ہیں اور بعد کو لغویات سے کان بھر کر سرکار کو رعیت کیجانب سے بے اعتبار اور برگشتہ بنا دیتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً بادشاہ کو اطلاع دینا چاہیئے تاکہ

یہ فرقہ وار ہے۔ اور حاکموں کا بھی یہ فرض ہے کہ جس تکلیف کو واسطے رعیت عرض کرے اُسکا پورا پورا بندوبست کریں۔

بیان آداب ملاقات

اگرچہ انسان اپنے مطلب کے لیئے تو ہر ایک قسم کے شخص سے میل جول رکھتا ہے اور خواہ مخواہ نبھاتا بھی ہے۔ مگر ملاقات کی کیفیت تو درحقیقت ہمعمر و ہم حیثیت و ہم مذہب و ہم مزاج والوں سے ہی خوب آتی ہے اور ملکی بھی ہو اگر یہ شرع کرے تو جو ملاقات کرے اُسکو چاہیئے کہ پاس و لحاظ کرے اور نبھاوے ورنہ اور اسباب کی وجہ سے ترک کرنا ملاقات کی کمی اور کمینہ پن کی نشانی ہے۔ اور چونکہ زیادہ تر بے تکلفی بے حیائی کا نام ہے علی العموم ہنسی و مذاق اور بات بات پر تقریر اور مباحثہ کرنا خلاف تہذیب اور بداخلاقی کی نشانی ہے۔ لہذا بہت اُن سے احتراز رکھے۔ ہاں البتہ گاہے گاہے بے تکلف تفریحاً اشارہ و کنایہ ظرافت و خوش طبعی کی باتوں سے گفتگو کرنا مضائقہ نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ ہر روز کی ملاقات اور ہر وقت کا ملنا بھی دوستی کی قدر کم کر دیتا ہے۔ اسواسطے لازم ہے کہ حد اعتدال سے تجاوز نہ کرے اور ملاقات کی پختہ کرنے اور باہمی سلوک بڑہانے کے واسطے مزاج شناسی بھی ایک بڑی شرط ہے یعنی جہانتک ممکن ہو دوست کے خلاف مزاج کلام نہ کرے۔ اور بےموقع اُسکی ملاقات کے لئے جانا مثلاً جبکہ وہ کسی خاص کام میں مشغول ہو یا کہانے اور سونیکا وقت ہو اور بغیر اسکی مرضی و بلا اجازت و اصرار دیر تک کسی کو مکان پر بیٹہا رکھنا جس میں دوسرے کا حرج ہو یا اُسکو رنج اور نقصان پہونچے جو کہ صرف بے اتفاقی کے ساتھہ کلام کرنے سے ثبوت ہوجاتا ہے کمال نالائقی ہے۔ اور بغیر آواز دینے اور اجازت پانے کے کسی کے گہر میں خواہ وہ مردانہ ہی ہو چلے جانا مناسب نہیں۔ ہنگام ملاقات و کلام کرنے کے ادب اور قاعدہ کو ہاتھ سے نہ دے خاصکر اپنے سے زیادہ عمر زیادہ حیثیت و رتبہ والے کا لحاظ ضروری ہے۔ علاوہ ازیں بوقت ملاقات ایک دوسرے کا سلام سے

پیش آنا مزاج پرسی اور مصافحہ کرنا یہہ بھی ضروریات سے ہے۔ خصوصاً سلام سے تو کبھی التیمن بھی دریغ نکرے البتہ مزاج پرسی اور مصافحہ کرنا کچھہ عرصہ بعد کی ملاقات کیو اسطے ظاہراً مناسب ہے۔ اور اگر خاص کسی حالت میں ہر روز بھی کیا جاوے توچنداں مضائقہ نہیں۔ مگر ملاقات کے وقت یا ہر روز جیسا بعض لوگ آپسمیں گلے ملنا مقرر کیا گیا ہے تو یہہ عموماً نازیبا اور بے ادبانہ فعل معلوم ہوتا ہے۔ اور غیروں کے سامنے (یعنی جو کہ اپنا ہم جلیس نہو) دوستوں سے ہنسی و مذاق کی گفتگو کرنا۔ و یاراز کی باتوں کا درمیان میں لانا اور کسیکا عیب ظاہر کرنا اور کھلم کھلا اشارات اور کنایات کرنا عقل کے خلاف ہے۔ البتہ دوست کو اُسکے عیبوں سے آگاہ کر دینا مناسب بلکہ فرض ہے۔ لیکن تنہائی میں اس طریقہ سے کہ جسمیں اپنی بڑائی اور دوسرے کی ذلت نپائی جاوے۔

آداب دعوت

نئی ملاقات پیدا کرنے۔ لحاظ قایم رکھنے۔ دوستی کے بڑہانے اور نام کے روشن کرنے کے لئے دعوت کا کرنا بھی ایک عجیب ترکیب ہے۔ مگر اس طریقہ کا جاری ہونا ہم حیثیت اور ہم درجہ والوں ہی میں مناسب ہے۔ اور برخلاف حالت میں بجائے کیفیت سُبکی اور شرمندگی اُٹھانی پڑتی ہے انسان کو لازم ہے کہ بموجب مثل "نہکرنا ایک عیب اور کرنا سو عیب" دعوت کرنے کا ارادہ ہی نکرے۔ جبتک کہ اسکو قاعدہ کے موافق ادا کرنے اور ہر قسم سامان بہم پہونچانے پر پوری طور پر حاوی نہو جاوے۔ کیونکہ ہمیشہ یہہ کام دل کشادہ رکہنے سے اچھا ہوتا ہے۔ اور اگرچہ موافق هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ آپسمیں ایکدوسرے کی دعوت و مہمان نوازی کرنا بہت اچھا فعل ہے بشرطیکہ خوشی کے ساتھ اور بلا زیرباری کیا جاوے۔ مگر بسبب کسی کی نادار ہونے و بباعث عدم ہمدوستی بدلہ ندینے پر جا بجا شکائیتیں کرنا اور کہانا کہلوانے پر مجبور کرنا و یا مہمانونکو بار بار کسی کے مکان پر آنا اور بغیر از دلی منشاء دوسرونپر اپنا بار رکہنا خلاف از عقل ہے اور علاوہ ازیں اپنے سے بہت ہی زیادہ حیثیت اور درجہ والوں کو مدعو کرنا بھی بہتر نہیں ہے۔ کیونکہ اول

تو ایسے لوگوں کے مزاج کے موافق بندوبست ہونا مشکل۔ دوم اس قسم کے اشخاص بباعث نخوت و اختلاف مزاج کم درجہ والوں کی دعوت سے انکار و نیت و تعلل کیا کرتے ہیں۔ سوم جس خاص مطلب کیلئے یہ کارروائی کیجاتی ہے۔ یعنی چند دوستوں کا ملکر جلسہ کرنا محبت کے ساتھہ ہمکلام ہونا۔ ہنسی و مذاق سے دلونکو فرحت پہونچانا یا کسی خاص کام کے لیئے رائے زنی کرنا وغیرہ وغیرہ تو یہہ ان سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ کیا وجہہ کہ ان سب باتوں کی کیفیت ہم درجہ والوں ہی سے خوب ہوتی ہے۔ اور سوائے اسکے دعوتی مجلس ریا مرضا اور بیح طبیعت کے لیئے کچھ عرصہ تک بہی گفتگو رہنا جو کہ اکثر بعد کہانا کہانیکے مقرر کیا گیا ہے۔ سو یہہ فعل نہ ... ہو کہ اول تو کہانا کہانے کے بعد ہر ایک کو بیٹھنا ناگوار گذرتا ہے۔ دوم تحقیر ... بعد ... اس طرح بیٹھنا کہ جس بیٹھ ... اور سوائے اسکے یہہ خیال ... ہے کہ وقت کہانا کہانے کے ہمیشہ ہمقسم وہم درجہ والے ہی قریب قریب بٹھلائے جائیں۔ اور اگر اتفاقاً دوسرے اقسام کے لوگوں کے ہمراہ ایک خاص شخص کی دعوت کرنا منظور ہو تو اسکے ہمراہ بیٹھنے اور گفتگو کرنیکے لیئے اسی قسم کے دوسرے شخص ویا اسکے کسی دوست کی دعوت کرنا بھی مناسب ہے۔ ورنہ بغیر اسکے اس خاص شخص کا مذاق اچہا نہوگا۔ اور بڑی بڑی دعوتیں خواہ وہ کسی تقریب کیوجہہ سے ہوں۔ ... ایک شخص یعنی ملازم وخانسامان وغیرہ کی زبانی دعوت کرادے اور پہر وقت پر بلانے کے واسطے بہی علیحدہ آدمی بہیجا جاوے۔ یہہ قاعدہ ہونا چاہیئے کہ برائے اطلاعیابی ایک رقعہ فہرست ... و وقت مقررہ دعوت ہر ایک کے پاس بہیجکر انکے دستخط یا صاد کرا لیا کریں۔ تاکہ بار بار بلانے کی دقت اور اطلاع نہ ملنے کی شکایت سے جو کہ اکثر دعوتوں میں دیکہنے آتی ہیں انسان محفوظ رہے۔ اور نیز دوبارہ سہ بارہ بلانے کی بھی حاجت نہ رہے اور مہمانوں کو بھی لازم ہے کہ وقت مقررہ پر بغیر از دوبارہ بلانے اپنے میزبان کے گھر جانے میں شرم نکریں۔ اور بشرط کسی خاص عذر کے صاف صاف طور پر مطلع فرماویں۔ اور دربارہ وزن و اندازہ طعام کے کہ جسمیں بالآخر کسی قسم کی کمی وبیشی نہو جاوے اسطرح تجربہ کیا گیا ہے کہ سب سے اول مہمانوں کی ٹہیک یا اندازاً

تعداد معلوم کریں۔ بعدہٗ اُسمین دس عدد فیصدی زیادہ کرکے ہر ایک کے لیئے نصف آثار جنس وبا
مقصد ذیل وزن کر طعام سے حساب لگا کر پکوالیں یعنی آٹا۔ برنج برائے پلاؤ۔ برنج زردہ
گوشت قورمہ۔ اور اگر صرف پلاؤ اور زردہ کی دعوت ہو تو برنج پلاؤ۔ برنج زردہ۔ پس اس
وزن کے حساب سے کھانا پکانے میں ہمیشہ انجام بخیر ہونیکی امید ہے۔ بشرطیکہ ٹہلا کر کھلایا جاوے۔
اور حد درجہ کی بے اعتدالی کو نہ برتا جاوے۔ اور ضیافتی لوگونکو لازم ہے کہ ہمیشہ کھانا احتیاط
سے کہائیں ورنہ دیکہنے میں آتا ہے کہ باعث مرغن و ثقیل غذا ہونے کے اور زیادہ کہا جانے و بائی
خاص طعام کی خام رہ جانے کے اکثر لوگونکے ہاضمہ میں فتور ہو جاتا ہے جو کہ کم از کم چار پانچ روز تک
خراب رکہتا ہے۔ اسواسطے چاہیئے کہ دعوت میں ذرا کم کہانا کہا ئیں۔ اور جو شے ذرا بھی ثقیل
اور سخت نظر آوے اُس سے اجتناب رکہیں۔ اور پانی معمول سے کم استعمال کریں۔

آداب عیادت

بیمار پرسی کا طریقہ جو کہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے چند فائدوں سے خالی نہیں۔ اول تو اسے دشمن
مزاج پرسی کرنے سے محبت ثابت ہوتی ہے۔ دوم بیمار کے پاس چند کے جمع ہونے اور تسلی دینے
سے اُسکی اضطرابی کم ہو جاتی ہے۔ سوم خدمت کرنیوالونکو مدد ملتی ہے۔ چہارم بیمار کو دیکھکر
دوسرونکو تندرستی کی قدر ہوتی ہے۔ اور موت یاد آتی ہے۔ مگر نہ کہ مروج طریقہ کیموافق کہ جس سے
بجائے مزاج پرسی بیمار کو تکلیف دیجاتی ہے۔ مثلاً ایکدم سے مجمع کثیر کا مریض کے چوگرد اسطرح
جمع ہو جانا کہ جس سے اُسکو ہوا تک نہ پہونچے۔ اور پہر ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ مزاج پرسی کرنا۔ مرض
کی کیفیت اور سبب مفصل طور پر دریافت کرنا۔ اور ازاں بعد مریض کے بہت ہی قریب یعنی اُسکی
چارپائی پر گویا کہ اُسکے سر پر بیٹھکر گہنٹوں حقہ بازی۔ دنیا کی باتیں۔ قصے اور جہگڑے بیان
کرنا کہ جس سے بجائے تسلی وہ بیچارہ گہبرا جاتا ہے۔ اور لوگونکو جواب دیتے دیتے اُسکا مغز خالی ہو جاتا
ہے۔ آرام کہاں نیند تک حرام ہو جاتی ہے۔ بلکہ گاہے لوگونکے لحاظ کے سبب بیٹھے رہنے دیا

ایک جانب کروٹ لیٹے رہنے سے وہ بیمار تھک جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ہر ایک کی الگ الگ رائے
علاج اور نتایج پرخوف ظاہر کرنے سے اسکا دماغ پریشان ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالے بچاوے ایسی عیادت
سے۔ مزاج پرسی کیا کرنے آتے ہیں۔ گویا کہ گھروالونپر آفت آتی ہے۔ اور بیمار کا ناک میں دم آجاتا ہے
مریض کی مزاج پرسی کیسی۔ اور خدمتیونکی مدد کجا۔ یہاں تو لوگونکی خاطر تواضع کرتے کرتے گھر والے
عاری ہوجاتے ہیں۔ تو اس طرح نہ تو کچھ اپنے تئیں اصلاح ہوتی ہے۔ اور نہ مریض کو کوئی فایدہ
پہونچتا ہے۔ بلکہ مرض اور زیادہ ترقی پذیر ہوجاتا ہے۔ لہذا اسمقام پر چند آداب و قواعد۔ بیمار کی
مزاج پرسی کے لیے لکھے جاتے ہیں تاکہ عوام الناس اسکے پابند ہوکر اپنے تئیں انگشت نمائی اور
مریضونکو تکلیف سے نجات دیں۔ **وھوھذا**۔ اول تو بیمار کے پاس یکدم سے زیادہ جمع
ہوکر نجانا چاہیے۔ دوم مریض سے سب علٰحدہ ذرا فرق سے اور خاموش بیٹھیں سوم وہاں پر کوئی
کلمہ پرازخوف اور ہراست آمیز نہ کہیں۔ اور بجاے اسکے کہ بار بار ہر ایک شخص مریض سے حال
دریافت کرے۔ چاہیے کہ اُسکے خویش و اقارب و خادمی و یا کسی قریب بیٹھنے والے سے دریافت
کرلیں۔ اور مریض کو دریافت کرنیوالونکی اطلاع دینے و تسلی کرنے کے لیے مجمع میں سے ایک خاص
شخص کو ذیل کرکے قریب بھیجدیں جو کہ آہستگی سب کی جانب سے سلام پہونچاکر مزاج پرسی کرے
اور مختصر فقرات سے تسلی دے کر فوراً واپس چلا آوے اور مجمع برخاست ہوجاوے۔ اور اگر
مریض کی طبیعت گفتگو کرنے پر رجوع پاویں تو ایک خاص شخص جس سے کہ اسکی طبیعت زیادہ ملی
ہوئی ہو پاس بیٹھے۔ خدمت کرے اور تسلی آمیز الفاظ سے مریض کے دل کو بہلاوے۔ کیونکہ
تیمارداری کیواسطے ہر وقت ایک دو آدمیونکا موجود رہنا کافی ہے۔ مگر بیمار کے پاس ہمیشہ زیادہ آدمیونکا
جمع رہنا۔ چلاکر باتیں کرنا اور فالتو قصہ جات کا بیان کرنا یا مرض کی شدید حالت ہونے میں
لوگونکا رونا۔ اور نتایج بد کا تذکرہ کرنا منع ہے۔ ہاں البتہ اسکے عوض میں حکیم کو لاویں اور موافق
ہدایت بیمار کو دوا اور غذا دینے کی کوشش کریں۔ ہر ایک کا علٰحدہ علٰحدہ حکیم بنکر نسخہ بتلانا۔ اور
الٹ پلٹ اپنی اپنی رائے کیموافق طرح بطرح کے بے پتہ علاج کرکے مریض کو خراب کرنا سراسر حماقت

اور بشرطیکہ دستیاب ہو کسی حکیم کے اگر کسی دیگر تجربہ کار کی خاص دوا کا استعمال کیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر باوجود استطاعت صرف کاہل وجودی و بیالئچ کے سبب حکیم کو نہ بلانا نہایت ہی ناشائستگی کی دلیل ہے۔ علاوہ ازین یہہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مریض کے سامنے حکیم مرض کے نتایج دریافت کرنا ہرگز ہرگز نچاہیئے۔ اور اگر خود مریض دریافت کرے تو خیر۔ بہرطور حکیم کو ہر حالت میں بیمار کے سامنے تشفی آمیز کلمات کا استعمال کرنا ہوگا۔ لیکن بحالت ناامیدی زیست اسکے خویش واقارب کو علیحدگی میں ضرور بتلا دیوے۔ تاکہ وہ لوگ قبل ازاسباب ہونے ہوش وحواس کے کچھ ضروری وصیت۔ لینا دینا دریافت کرکے آپس میں کہا اور سنا معاف کرلیں۔ اور زان بعد تمام دنیاوی تصورات بالائے طاق رکھکر کلمہ و کلام کی تلقین شروع کرائیں تاکہ اسکا خاتمہ بخیر ہو۔

بیان قواعد علاج کردن مریضان

اول تو انسان کو لازم ہے کہ جتے المقدور اس قسم کی پرہیز اور احتیاطوں کا پابند رہے کہ جس سے اسکو علاج ادویات کی ضرورت ہی نہونے پاوے۔ مگر بشرط پیدا ہوجانے کسی مرض کے فوراً حکیموں کی جانب رجوع کرنا لازم ہے۔ یہہ فعل نہایت ہی کم عقلی کاہل وجودی اور تنگ دلی پر دلالت کرتا ہے کہ بجائے حکیموں سے رجوع کرنے کے ادہر ادہر عوام الناس عورتوں اور عطائیوں کے کہنے سے اُلٹ پلٹ علاج کرتے رہیں۔ جس سے کہ اکثر مرض کی ترقی پانے اور مریض کے خراب ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ علاوہ ازیں مرض کے خفیف ہونیکی حالت میں علاج نکرنے کا بہی یہی نتیجہ ہوتا ہے کیونکہ ہمیشہ مرض خفیف سے ہی شدید ہوجایا کرتا ہے۔ اُمرا اور اوسط درجہ کے آدمی کہ جنکو حکیم کا نذرانہ اور دوا کی قیمت دینا چنداں مشکل نہیں ہے۔ کسی حالت میں بہی مرض کے علاج کرنے میں تساہلی نکرنی چاہیئے۔ البتہ غربا جو کہ مشکل سے اپنی گذر اوقات کرتے ہیں اگر اس معاملہ میں کسیقدر کاہلی کریں تو بجا ہے لیکن تاہم اگر وہ بھی ذرا تکلیف گوارا کریں اور کوشش کو ہاتھ سے ندیں تو امید ہے کہ کوئی بھی حکیم ایسا نہیں ہے کہ جو غریبوں کا علاج بلا نذرانہ لیئے نکرے۔ بلکہ بہت حکیم تو ایسے ہیں کہ وہ مسکینوں کو

دوا معفت دینے میں بھی دریغ نہیں کرتے نذرانہ لینا تو کجا۔ غرضکہ سب سے مقدم قاعدہ تو یہی ہے کہ انسان حکیم کیجانب رجوع کرے۔ اور دوم سے الوسع پرانے اور تجربہ کار حکیم سے علاج کرائے اور سوم حکیم کے نذرانہ اور شکرانہ دینے میں بھی دریغ نکرے کہ جسکے لیئے قاعدہ یہ ہے کہ ہمیشہ موافق اپنی۔ حکیم اور مرض کی حیثیت کے حکیم کو دینا چاہیے۔ یعنی جیساکہ حکیم خوشحال۔ مرض شدید اور مریض امیر ہو ویسا ہی حکیم کو نذرانہ اور شکرانہ زیادہ دینا ہوگا۔ خصوصاً شروع میں ذرا فراخدستی دکھلانے سے حکیم کوشش زیادہ کرتا ہے۔ کیونکہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بعد کو مرض سے آرام ہونے پر لوگ چشم پوشی کرجاتے ہیں۔ بلکہ حکیم کو بھی لازم ہے کہ بغیر کسی خاص یقینی سبب کے بعد کے قرار کا ہرگز اعتبار نکرے۔ چہارم کم از کم ایک ہفتہ وہ یا تین نسخہ دستک ہی اگر تخفیف مرض ہو تو خیر ورنہ اس سے پیشتر حکیم کو بدلنا نہیں چاہیئے۔ پنجم ایک ہی وقت میں چند حکیموں کے علاجوں کو خلط ملط کرنا بھی لازم نہیں۔ ہاں البتہ اگر دوسرا حکیم بھی اسی قسم کا ہو اور پچھلے علاج سے واقف ہی ہو تو چنداں مضائقہ نہیں۔ ششم کیسا ہی شدید اور دیرپا مرض ہو مگر شفا سے ناامید اور علاج سے دست بردار ہونا چاہیے کیونکہ علاج کرنے سے کبھی نہ کبھی فائدہ کی امید ہے ورنہ مرض تخفیف ہونے مزید ہوجاتا ہے۔ اور ترقی نہیں ہونے پاتا ہفتم مریض کیلیئے پرہیز کا کرنا ایک بڑا اور مقدم امر ہے کہ جسکے بغیر دواؤنکا استعمال کرنا گویا کہ رائگان جاتا ہے۔ یعنی مریض کو چاہیے کہ ہمیشہ طعام۔ پوشاک۔ و دیگر حرکات وسکنات میں حکیم کی تابعداری اختیار کرے۔ اور اپنی ٹھیک ٹھیک حالت بیان کرکے علاج کا خواہاں ہو نہ کہ خود رائی کرکر سوال اور اعتراض کرنا اور حکیم کی تجویز کو توڑکر اپنی عقل کیموافق کارروائی کرنا جیساکہ اکثر لوگونکا دستور ہی خصوصاً امرا اسبات مین زیادہ سبقت لیجاتی ہیں۔ پس ایسے لوگونکی بارہ میں مولوی حالی کا یہ بند نہایت ہی موزون ہے۔

کسی نے یہ بقراط سے جاکے پوچھا	مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا
کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا	کہ جسکی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا
مگر وہ مرض جسکو آسان سمجھے	کہے جو طبیب اسکو ہذیان سمجھے
سبب یا علامت گر ان کو سمجھائیں	تو تشخیص میں سو نکالیں خطائیں

دوا اور پرہیز سے جی چرائین	یونہیں رفتہ رفتہ مرض کو بڑہائین
طبیبوں سے ہرگز نہ مانوس ہوں	یہانتک کہ جینے سے مایوس ہوں

بیان آداب نذرانہ شکرانہ تحفہ وسوغات

نذرانہ یہ امیرون اورلپنے سے اعلے درجہ والوںکو ملاقات پیدا کرنے محبت قائم کرنے یا کسی مطلب کو حل ہونے کے لیئے ویابطور شکرانہ ومحنتانہ دیاجاتا ہے۔ جسمیں کہ ظاہراً کچھ بھی حرج نہیں بشرطیکہ اسمیں رشوت کی بونہ پائی جاوے۔ چنانچہ دینے والے پرتو گو ہمیشہ اس قسم کو خراجات کا بار کسی نہ کسی خواہش کے سبب سے اُٹھانا ہے اور اُسکے عوض میں کچھ نہ کچھ منفعت پاتا ہے۔ کچھ الزام نہیں مگر لینے والیکو البتہ ہر ایک علاوہ دینے سے او بغیر از اصرار لے لینا ویا اشارات اور کنایات سے لینے کی خواہش ظاہر کرکے کسیکو نذرانہ دینے پرمجبور کرنا نہایت ہی سبکی اور طمع کی نشانی ہے۔

شکرانہ یہ درحل ایکقسم کا عوضانہ یا خوشی خواہ کا دیناہے۔ جوکہ گاہے پیشتر ہی سے مقرر کرلیا اور ٹھیرالیا جاتا ہے اور گاہے نہیں۔ یہ کام کے کردینے ویا خواہش کیموافق مطلب برآری ہونے کے بعد اپنی خوشی سے کسیکو خواہ وہ کارکن یا معاون و دعاگو ہو دیاجاتا ہے۔ پس اگر شخص کارکن ہے۔ اور اُس خاص کام کرنیکا محنتانہ پہلے کسی سے پاچکا ہو یا پاتا ہو تو اس حالت میں اُسکو دوسرے سے خواہش ظاہر کرکے طلب کرنا ویا ملنے کی امید پر کام کرنا منع ہے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی بھی دوبار معوضانہ پانیکا مستحق نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کوئی کیکو صرف اپنے کام پورا ہونے کی خوشی میں خواہمخواہی دیوے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اب باقی رہے معاون اور دعاگو انکو کسیحالت میں بھی لینا اور دینا منع نہیں ہونا چاہیئے۔

تحفہ اور سوغات۔ جبکہ کوئی شے بلاطلب اپنی خوشی سے کسی دوست کے لیئے لائی جائے خواہ وہ صرف دوستی کے صلہ میں ہو ویا کسی شے اور محنت کا عوضانہ ہو تو اسکو تحفہ کہتے ہیں۔ جسمین عموماً قیمت کا لینا اور دینا نامناسب ہے۔ بشرطیکہ وہ چیز چنداں بیش بہا نہو۔ و لانیوالا خوشحال

دیا اس خرچ کو برداشت کرنیکی طاقت رکھتا ہو اور جب کوئی شے حسب الطلب کسی دوست سے پاس لائی جاوے تو اسکو سوغات کہتے ہیں۔ اسمیں خواہ شے اعلیٰ ہو یا ادنے قیمت کا دینا ضرور نہیں ہے اور اصرار کرنا مناسب۔ لیکن اگر خود سوغات لانیوالا محبت اور دوستی کے ساتھ اس سوغات کو تحفہ کی طرح پیش کرکے قیمت لینی سے انکار کرے تو بہتر ہے اسکا احسان دردل سمجھکر قبول کرلیوے۔ علاوہ ازیں اگر اس دوست کو بطور سلوک معاوضت کچھ دیا جاوے یا اسکے بچونکو نقد و شیرینی تقسیم کرنا ہی مناسب عمل ہے بشرطیکہ مجبور اور بے دل ہو نے کیا جاوے

بیان آزادی کا

چونکہ عوام کے نزدیک آزادانہ بسر اوقات کرنے کے ظاہراً معنے یہ ہیں کہ انسان بجز اپنے نفس ذلیلہ تابع ہوا و نہ کسی ملت و مذہب و طریقہ کا پابند ہو۔ سوا اسکے ہر کوئی اسیکا ہی طالب نظر آتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی بلا کسی فکر و تردد کے عیش و عشرت و یا لہو ولعب میں گذارے۔ اور بعض کے نزدیک آزادیکا یہ مطلب ہے کہ انسان بجائے ملازمی و نوکری کے ساتھ معاش پیدا کرنے کے کسی سبب و تجارت کے ذریعہ سے اوقات بسری کرے خواہ اسمیں کتنی ہی مشقت رنج اور عوائق ہو۔ مگر خود مختاری ہی گویا کہ آزادی سمجھتے ہیں۔ لیکن اصلمیں آزادی کے ساتھ بسر اوقات کرنیکی حالت اسکو کہتے ہیں کہ جسمیں کہ اسکو دینی و دنیادی امور کی ذمہ واری پورا کرنے میں چندان رنج و تکلیف پیدا نہ ہو اور سرگردانی کرنے میں اسکی روح و جسم کو صدمہ نہ پہونچے۔ اور یہ جب ہو گا کہ انسان صبر و شکر اور قناعت کی صفت پیدا کرکے ناجائز خواہشات نفس کو روکے اور باقاعدہ کارروائیاں کرے۔ اسکا نام تو آزادی ہے نہیں ہے کہ جسمیں آدمی نہ دین کے مطلب کا ہو اور نہ دنیا کے۔ بلکہ وحشیانہ طور پر فضول اور بیجا اوقات ضائع کرکے عیش و طرب میں ہی ہر وقت پڑا رہے۔ و یا طمع نفس کی بدولت شب روز دنیا ہی جھگڑوں اور دھندوں میں صدہا مکر و فریب اور چالاکی کرکے مخلوق خدا کو آزار پہونچاوے۔ یا مال حاصل کرنیکی فکر میں اسقدر ملبوس ہو کہ خدا سے بھی غافل ہو جاوے و یا اسقدر محنت و مشقت کرے کہ اپنی بیش بہا صحت کو بھی گنوا بیٹھے۔ جیسا کہ اکثر دیکھنے میں

آتا ہے۔ بلکہ اصل آزاد تو وہ ہے کہ جو تابعداری نفس کی ترک کرکے دنیا کی محبت کو دل میں
جگہ نہیں دیتا۔ و یا قناعت اور صبر کرکے بلا تردد لینے کا مونکو باقاعدہ انجام دیتا ہے۔ اب
چاہے اس حالت میں وہ کسی کی ملازمت میں ہو یا بیکار و یا کسی پیشہ کے ذریعہ سے معاش پیدا کرتا ہو
یا کسب مگر یہ صفت موصوف تذکرہ بالا ہونا چاہیئے۔

وَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا

مقالہ سوم گلدستہ صحت

اللہ تعالیٰ نے صحت جسمانی بھی ایک عجیب اور سب سے اعلےٰ نعمت بنائی ہے کہ جسکے بغیر فی الواقع تمام دنیاوی نعمتیں۔ لذات اور خواہشات ہیچ اور گرد معلوم ہوتی ہیں۔ جبکہ انسان بیمار ہوتا ہے تو اسکو نہ تو مال اچھا معلوم ہوتا ہے اور نہ سلطنت۔ نہ اولاد یاد ہوتی ہے نہ معشوق نہ خویش بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اور نہ غیر۔ بلکہ وہ تو تندرستی چاہتا ہے اور جان کی خیر۔ اور حالت مرض میں تو اسکو کچھ ایسی قدر ہو جاتی ہے کہ تندرستی کے عوض میں مال تو کیا مال ہے ہر ایک قسم کی پیاری چیز دینے پر طیار۔ ہر ایک فعل ناکردنی کرنے پر مستعد ہے کہ ایمان تک حوالہ کرنے پر راضی ہو جاتا ہے۔ یعنی حرکات خلل انداز ایمان کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور حقیقت میں بھی تندرستی ایک ایسی ہی بیش بہا شے ہے کہ اسکے واسطے جو کچھ خرچ کیا جاوے ویا جو کچھ جائز کوشش کیجاوے بجا ہے مگر افسوس کہ عوام الناس اپنے ہی ارادے سے ذرا ذرا ناپائدار ذائقہ اور خواہشات نفسانی کی سبب ایسی بیش قیمت چیز کو ضائع کر دیتے ہیں دیا اسکو رفتہ رفتہ شکستہ اور خراب کرتے رہتے ہیں۔ یہانتک کہ گاہے بالکل صحت سے ہاتھ دہو بیٹھتے ہیں یعنی مرض لاعلاج میں مبتلا ہو جاتے ہیں عجب حال ہے کہ دنیا میں باوجودیکہ لفظ کامل تندرستی کسی پر بھی صادق نہیں آتا یعنی جس سے دریافت کیجئے وہی کچھ نہ کچھ شکایت بیان کرتا ہے۔ اور جسکی جانب نگاہ اٹھاکے دیکھئے

وہی کسی نہ کسی مرض میں مبتلا نظر آتا ہے۔ حتے کہ تندرست اور بیمار دنیں باہمی فرق کرنا دشوار ہو رہا ہے اور تسپر بھی لوگ بدپرہیزی کرنے میں ایسے رجوع ہیں کہ توبہ ہی بھلی ہے۔ یعنی نہ کسی ماہر فن کا کہنا مانتے ہیں۔ اور نہ اپنے بار آزمائے ہوئے افعال و حرکات پر یقین لاتے ہیں۔ لہذا اس مقام پر اول صحت اور مرض کی تعریف لکھی جاتی ہے۔ اور بعد کو انکی جایز اور اختیاری تدابیر بتلائی جاتی ہیں تاکہ ہر ایک شخص اپنا بخوبی حال معلوم کر کے اُسکے موافق سرگرم علاج ہو۔

تعریف صحت اور مرض۔ جبکہ انسان کے کل اعضا صحیح و سالم اور اپنی شکل میں یا بافعال اور فعل و طاقت میں موافق عمر۔ خوراک اور کسب کے درست ہوں تو اس حالت کا نام تو صحت ہے۔ اور برخلاف اسکے جب کہ کسی عضو کی ہیئت میں فرق اور طاقت و فعل میں خلاف دستور عمر و وقت تبدیلی واقع ہو تو اسکا نام مرض ہے۔ چنانچہ موافق قاعدہ جیسا کہ خالق حقیقی ہر شے کا اللہ تعالے ہے۔ ایسا ہی تندرستی اور مرض بھی اُسیکی جانب سے ہے۔ بلکہ اگر بنظر تحقیق دیکھا جاوے تو جیسے کہ تندرستی انسان کے لیے ایک نعمت عظمی ہے۔ ویسے ہی مرض بھی اسکی عطا کی ہوئی ایک نعمت ہے۔ کہ جس سے ظاہرا تین فائدہ متصور ہیں۔ اول تو انسان کو تندرستی کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ دوم حالت مرض میں یہ بندہ خواہی نخواہی دنیائے ناپائدار کی لذات سے چندے منحرف ہو کر خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالے کیجانب رجوع کرتا ہے کہ جسکی ایک ساعت دیگر ہزارہا غفلت کی ساعتوں کی تلافی ہو جاتی ہے۔ سوم پیغام اجل ہے کہ جسکے سبب سے انسان علے قدر مراتب کچھ نہ کچھ زاد راہ کا بند و بست کر لیتا ہے۔ اور پس ماندوں سے بعد از معافی حقوق وصیت کر کے رخصت ہو لیتا ہے۔ مگر چونکہ ہمیشہ اور ہر ایک مرض پیغام موت نہیں ہوتا۔ اور دوسرے یہ بندہ اُس خاص وقت سے بے خبر رکھا گیا ہے اسواسطے ہر ایک مرض کے رفع کرنے کی کوشش کرنا مناسب ہے۔ ہر قاعدے کے موافق جیسا کہ اللہ تعالے نے کل کاموں کا ہونا اُنکی تدبیر پر موقوف رکھا ہے اور انسان بھی ہر ایک آفت سے بچنے اور آسایش پانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسیطرح اسکو امراض سے بچنے یا دفع کرنے اور تندرستی حاصل کرنے کی سعی کامل کرنا چاہیے۔ جو کہ درحقیقت خداوند کریم ہی کی مرضی کے موافق عمل ہے۔ کیونکہ اُسنے خود ہر ایک مرض کی علیحدہ

علیحدہ دوا میں پیدا کر کے انکے خواص اور فوائد معہ انکی ترکیب استعمال اور پرہیز کے ہمکو بتلاتے اور سکہلاتے ہیں جنکا اکثر تجربہ کرنے سے ثبوت ہوتا ہے۔ پس قبل اسکے کہ مرضوں کے رفع کرنیکی تدابیر بیان کیجاویں ہمکو یہہ معلوم ہونا ضرور ہے کہ امراض کتنے قسم کے ہیں اور کس طرح سے جسم میں پیدا ہوتے ہیں چنانچہ بموجب انکے مقامات کا اولاً تو کل امراض دو قسم کا ہیں۔ اول اندرونی۔ یعنی جو کہ اعضا اندرونی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور دوم بیرونی جو کہ اعضا بیرونی میں نمایاں ہوتے ہیں۔ اور بعدہ بموجب انکی حیثیت اور حالت کے چار قسم ہیں۔ اول امراض ضعیف۔ دوم امراض شدید سوم علاج پذیر۔ چہارم لاعلاج۔

اسباب پیدایش مرض یہہ دو قسم کا ہیں۔ اول قدرتی و باسبب نامعلوم۔ دوم ارتکابی یعنی خود کردہ۔ چنانچہ قسم اول سے امراض تو وہ ہیں کہ جو خود بخود بغیر معلوم ہونے کسی سبب کے صرف قدرتی طور پر جسم میں پیدا ہو جاویں کہ جنکے لیے بندہ کے ذمہ کوئی قصور نہیں کہا جا سکتا مثلاً چیچک۔ خسرا۔ ہیضہ۔ سرطان۔ سل۔ کنٹھ مالا۔ دمہ۔ جذام۔ امراض قلب و گردہ۔ ناکمل اعضا کے ساتھ بچہ کا پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ۔ قسم دوم ارتکابی وہ مرض ہیں کہ جنکے اسباب کا یہہ بندہ خود مرتکب ہوتا ہے۔ لیکن اسکی دو قسمیں ہیں۔ اول غیر اختیاری۔ دوم اختیاری۔ چنانچہ غیر اختیاری کی پہر دو قسمیں ہیں۔ اجباری اور اتفاقی۔ اجباری وہ اسباب ہیں کہ جنکا یہہ خود بلا اختیار کسیکی خوف سے مرتکب ہو یا اس سے جبراً کرایا جاوے۔ اور اتفاقی وہ ہیں کہ جو اس سے بباعث ناواقفیت یا بہول و یا بغیر ارادہ کرنے کے اچانک خود بخود سرزد ہو جاویں۔ پس ان ہر دو اقسام غیر اختیار میں بہی بندے کے ذمہ چنداں قصور نہیں ہے۔ دوم اختیاری یہہ وہ اسباب ہیں کہ جنکا یہہ خود باوجود نقص معلوم اور اپنا اختیار ہونے کے صرف بے پرواہی و کاہل وجودی۔ و یا تنگدلی سے ارادتاً مرتکب ہو۔ چنانچہ اسباب ارتکابی کی جو کہ شمار میں سترہ ہیں۔ بوجہ اپنی اثر کے دو قسمیں ہیں۔ اول بذاتہ پیدا کنندہ امراض دوم باعث پیدا کنندہ امراض یعنی بذات خود تو انسے امراض نہیں ہوتے بلکہ پہلے اسباب مرض پیدا ہوتے ہیں بعدہ کو مرض ظاہر ہوتا ہے۔

تفصیل اسباب ارتکابی بے اعتدالی و خرابی غذا ۔ بے اعتدالی و خرابی آب ۔ خرابی ہوا ۔ بے اعتدالی خواب ۔ بے اعتدالی پوشاک ۔ سردی گرمی ۔ بے اعتدالی حرکات اعضاء ۔ از حد خوشی ۔ زیادہ رنج و فکر ۔ زیادہ خوف ۔ استعمال اشیاء مسکرات و سمی ۔ غلاظت و کثافت ۔ امراض متعدی کا جسم میں حلول کرنا ۔ ہمراہی عیال و اطفال سفر کرنا ۔ بیرونی صدمات جیسیں کہ آگ اور تیزاب سے جلنا ۔ گزندہ و درندہ جانوروں کا ضرر پہونچانا ۔ اور چوٹ کا لگنا داخل ہے ۔ اور سوائے انکے چند خاص بیماریاں اس قسم کی ہیں کہ وہ خود مختلف امراض کا باعث ہوتی ہیں ۔ مثلاً کمزوری ۔ سوء ہضمی ۔ فساد خون ۔ اور خاص عورتوں کے لیئے علاوہ دیگر اسباب کے ماہواری رطوبت کی کمی و بیشی ۔ رحم کی خرابی ۔ اور حملونکا استقرار اکثر بیماریونکا باعث ہوجاتا ہے یعنی ان میں بالخصوص وہ زیادہ تر بیمار ہوتی ہیں ۔ لیکن یاد رہے کہ ان تمام اسباب مرقومہ بالا کا اثر ہر ایک فرد بشر پر برابر اور یکساں نہیں ہوتا ۔ بلکہ موافق مزاج عمر اور عادت کے کم و بیش و یا جلد اور دیر سے ہوتا ہے ۔ چنانچہ مزاجونکا فرق تو قدرتی شروع ہی سے جسم یا کسی عضو کے فعل اور طاقت کی کمی و بیشی اور کسی رطوبت یا مادے کے کم و زیادہ پیدا ہونے و یا انکی ماہیت میں فرق ہونے سے ہوتا ہے ۔ جنکے بدلنے پر تو بندہ کا چنداں اختیار نہیں ۔ اور علےٰ ہذا القیاس عمر کا بھی کچھ علاج نہیں ۔ مگر عادت کے تبدیل کرنے پر کہ جو دراصل اپنی ہی حرکات اور سکنات کا نتیجہ ہوتا ہے انسان پورا اختیار رکھتا ہے ۔ خصوصاً شروع میں ورنہ کہنہ اور پختہ عادات کا بدلنا تو امر دشوار بلکہ ناممکن ہے ۔ پس ہر ایک شخص کو بغیر از لحاظ مزاج عمر و عادت دوسرے کی دیکھا دیکھی کسی فعل کا خود ارتکاب مرتکب ہونا نہیں چاہیئے ۔ ورنہ خواہ مخواہی نقصان کا موںھ دیکھنا پڑتا ہے ۔ مثلاً جیسا کہ سخت بارش کا اثر مکانوں پر موافق اُن کی حیثیت وضع و قطع پختہ و خام نیا و پرانہ کے ہوتا ہے ۔ یعنی ایک ہی بارش میں چند مکان بالکل مسمار اور اکثر مرمت طلب اور بعضو نکو بالکل اثر تک نہیں ہوتا ۔ اسیطرح اسباب مرض کا اثر انسان پر بھی علےٰ قدر مزاج عمر و عادت کے ہوتا ہے ۔ لہذا انسان کو لازم ہے کہ ہمیشہ اپنے مزاج اور

طبیعت کے موافق کہ جسکا حال اسکو ذرا غور و فکر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے پرہیز کرے یعنی جس چیز کے کہانے
و یا جس فعل کے مرتکب ہونے سے اسکو نقصان پہونچنے کا شبہہ تک ہو تو اُسکے نزدیک ہرگز نہ جاوے۔
ورنہ کہا جائیگا کہ اُسنے مرض کو خود پیدا کیا۔ اور اگر بسبب عدم توجہی یا بدپرہیزی وغیرہ کسی صورت سے
بالآخر مرض ظاہر بھی ہو جاوے تو فوراً اسباب کو دور کرکے رجوع بحکیم ہوں اور موافق قاعدہ اور یقین
سے علاج کریں۔ لیکن قبل اسکے کہ یہاں تمام بے اعتدالیوں اور انکی تدابیر کا مفصل بیان کیا جاوے
اول مزاجوں کے اقسام سے ماہر ہونا ضروری ہے تاکہ ہر ایک شخص اپنے مزاج کے موافق پرہیز کا کرنا
بآسانی معلوم کرکے اپنے تئیں مرضوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے۔

اقسام مزاج یہہ شمار میں چار ہیں۔ **دموی۔ قوی۔ معتدل۔ نازک**

بیان مزاج دمویکا - چونکہ ایسے شخص کے جسم میں خون کی مقدار ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسواسطے اسکا نام دموی رکہا گیا۔ **علامات** - چہرہ اور آنکھیں سرخ بدن فربہ اور توانا اور تمام اعضا مضبوط تندرست اور اپنے فعل میں خوب قوی ہوتے ہیں۔ اور یہہ شخص اکثر معدہ و خوراک زیادہ اور ذہن و عقل کم رکھتا ہے۔ بدخلق ہوتا ہے۔ محنت اور سردی خوب برداشت کرسکتا ہے۔ اگر بہت اس مزاج والے کو زیادہ گرمی محنت۔ شرابخوری۔ رنج و غصہ اور نیز کاہے آرام طلبی کے باعث کسی نہ کسی عضو میں زیادہ خون پہونچنے یا کسی رگ کے پہٹ جانے سے سکتہ۔ جنون۔ سرسام۔ سخت بخار قے خون۔ نقرس۔ ودجع مفاصل وغیرہ وغیرہ امراض کے پیدا ہونے کا خوف رہتا ہے۔

بیان مزاج قوی کا - علامات) اس قسم کا آدمی بغیر از زیادتی خون کے جسیم طاقتور خوب تندرست ہوتا ہے۔ ذہن اور عقل میں معتدل۔ خوراک زیادہ۔ ہاضمہ درست۔ خلق زیادہ ست کم۔ مزاج میں محنت اور چستی رہتا ہے۔ گرمی اور سردی ہر دو کی بخوبی برداشت کرسکتا ہے کسی قسم کی بے اعتدالی سے اُسکو چنداں جلد حرج نہیں پہونچتا ہمیشہ تندرست رہتا ہے۔

بیان مزاج معتدل کا یہہ وہ مزاج ہے کہ جسمیں انسان کی حالت قوی اور نازک مزاج والوں کے درمیان ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسا شخص گو کہ اپنی جسمی حالت میں قوی مزاجوالوں سے کم ہوتا ہے

مگر عقل اور فہم میں اکثر ان سے زیادہ ہوتا ہے **علامات** جسم دیکھنے میں اوسط درجہ اور تمام اعضاء بیرونی واندرونی اپنی حالت اور فعل میں معتدل مگر تندرست اور مضبوط ہوتے ہیں۔ حواس خمسہ نہایت درست طاقت جسمی اور بھوک درمیانی درجہ کی ہوتی ہے۔ محنت۔ گرمی اور سردی کی برداشت کر سکتا ہے بے اعتدالیوں سے ذرا دیر میں حرج پہونچتا ہے۔ اسواسطے اکثر تندرست رہتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ ایسے خاص مزاج والے بہی ذرا کم نظر آتے ہیں بلکہ اکثر باعث زیادتی پیدائش چند رطوبات جسمی اسکی حالت میں فرق آجاتا ہے۔ لہذا اسکی تین قسمیں ہیں۔ **شحمی** ۔ **غدودی**۔ **صفراوی**۔

علامات مزاج شحمی۔ ایسے مزاج والے کے جسم میں چربی کی پیدائش زیادہ ہونے سے وہ بیڈول فربہ ہوجاتا ہے۔ اور خاصکر پیٹ اور پیڑو اسکا زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ اور ہر ایک مقام بدن اسکا ڈھیلا ڈھیلا اور ذرا کمزور ہوتا ہے۔ غصہ اور بھوک کم۔ ہضمہ معتدل۔ محنت جسمی۔ سردی اور زیادہ گرمی کی برداشت نہیں کر سکتا۔ طبیعت سست عقل اور ہمت کم ہوتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ سب اعضاء اندرونی میں چربی جمنے سے اسکے ہر ایک عضو کا فعل کم ہوجاتا ہے حتی کہ بالآخر مرد تو سست اور عورت بانجھ ہوجاتی ہے۔

علامات مزاج غدودی چونکہ اس مزاج والے شخص کے بدن کی تمام گلٹیاں خاصکر گردن اور ران کی زیادہ ابھری اور پھولی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اسواسطے اسکا نام غدودی رکھا گیا۔ اسمیں دراصل قدرتی شروع ہی سے ایک قسم کی فالتو رطوبت (جو کہ دیکھنے میں سفید رنگ مثل دانہ خشخاش کے ہوتی ہے) انسان کے خون میں پیدا ہوکر شامل رہتی ہے۔ اور پھر یہہ رطوبت برابر دوران خون کے ہمراہ گردش کرتے کرتے گاہے بعض بعض مقامات جسم میں اٹک کر جمع ہوجاتی ہے اور وہاں سے یا تو بشکل پھوڑا پھنسی بنا کر پیپ کے ہمراہ خارج ہوجاتی ہے۔ یا وہاں پر ذرا درد و خراش پیدا کر کے پھر خون میں ملکر دورہ کرنے لگتی ہے۔ یا اسی مقام پر بغیر از تکلیف مہینوں اور برسوں جمع رہتی ہے۔ چنانچہ اول تو اکثر شروع ہی سے اس قسم کے بچوں کا مزاج انکی علامات سے معلوم ہوجاتا ہے۔ یا گاہے بعد کو ظاہر ہوتا ہے

علامات ایام طفلگی۔ ایسا بچہ ہمیشہ دیکھنے میں خوبصورت و نازنین اور رنگ میں ذرا دبلا ہو

چنانچہ اگر مقدار رطوبت (جو کہ اکثر نطفہ کی ہمراہ والدین ہی سے بچہ کے جسم میں سرایت کرتی ہے) کچھ زیادہ ہے تو وہ موافق قاعدہ خون کے ہمراہ دورہ کرکے مختلف مقامات جسم بچہ میں جمع ہوکر اپنی علیحدہ علیحدہ علامات ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً کاسے کہوپری میں پانی پیدا ہوکر سر کا بڑا ہو جانا آنکہوں کا اکثر دُکہنے آنا۔ چندہ ہوجانا۔ کان کا بہنا۔ زکام۔ کہانسی اور عارضہ اسہال میں ہمیشہ مبتلا رہنا۔ بدن میں زیادہ پہوڑے اور پہنسیوں کا نکلنا۔ گنج کا مرض ہوجانا۔ گردن اور پیٹ ہونٹی گلٹیوں کا ذرا ذرا سی درد اور پہولا ہوا ہونا۔ زیادہ رونا اور روز بروز دبلا ہوتا جانا اور اکثر خفیف بخاروں میں مبتلا رہنا وغیرہ وغیرہ علامتیں ہیں۔ پس نتیجہ رفتہ رفتہ یا تو اس قسم کا بچہ جلد مر جاتا ہے۔ ویا اگر زندگی ہے تو اسیطرح لوٹتے پلٹتے اسکی رطوبت کا اکثر حصہ جابجا کے سیلان کے ہمراہ نکلکر اسکا خون زائد ماتا ہوجاتا ہے اور پہر وہ ظاہر تندرستی کے ساتھ بالیدگی اختیار کرتا ہے حتیٰ کہ عمر بلوغت تک بخیر و عافیت پہونچ جاتا ہے۔ مگر اس عمر یعنی جوش جوانی کے وقت وہ رطوبت پہر ترقی پذیر ہوکر جابجا جمنے لگتی ہے۔ خصوصاً پہیپہڑوں میں باعث نرم و سادہ ہونے کے زائد جمع ہوتی ہے جس سے کہ علامات سل نمودار ہوجاتی ہیں۔ ویا اگر گردن کی گلٹیوں میں جمع ہوئی تو وہ عارضہ کنٹھ مالا میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ اور اگر جلد کیطرف رجوع ہوگئی تو مختلف امراض جلدیہ پیدا ہوجاتے ہیں حتّٰی کہ جذام تک ہوجاتا ہے۔ اور جو ہڈیوں اور جوڑوں کیجانب رجوع ہوگئی تو مرض گٹھیہ ہوجاتا ہے۔ ویا ہڈیوں کے مختلف مقامات پر گرہ پڑ جاتی ہیں۔ غرضکہ جس مقام پر وہ رطوبت جم جاتی ہے وہان ہی کچھ نہ کچھ مرض ہوجاتا ہے۔ اور وہ شخص اسیطرح یا تو مختلف مرضوں سے جان بحق تسلیم کرتا ہے۔ ویا وہ رطوبت پہر کسی مقام سے بذریعہ پیپ بدستور سابق تمام و کمال نکلکر بالکل اچھا ہوجاتا ہے۔ اور اگر شاید کچھ حصہ باقی بہی رہ گیا تو آئندہ کسیوقت میں ضعیفی کے قریب کسی عارضہ کے ذریعہ سے ظاہر ہوتا ہے اور گاہے یہہ رطوبت شروع ہی سے کم مقدار میں ہونے ویا کسی خاص جگہہ پر بہ مضبوطی بغیر از عوارض جمع رہجانے سے عمر بہر ظاہر ہوکر ایام ضعیفی تک وہ شخص تندرست رہتا ہے۔

علامات ایام جوانی۔ اس قسم کی مزاج والے اکثر دراز قد اور چہریرے جسم کے ہوتے ہیں اور خاصکر سینہ انکا بہ نسبت جسم کے تنگ اور دبا ہوا ہوتا ہے۔ گردن لمبی۔ کنٹھ زیادہ اُبہرا ہوا نظر آتا ہے

اور گاہے گاہے آواز بھرائی ہوئی ہوتی ہے۔ سانس زیادہ لیتا ہے۔ ہمت بلند رکھتا ہے۔ خوبصورت ذہین فہیم اور محنتی ہوتا ہے۔ طبیعت میں چستی اور چالاکی پائی جاتی ہے۔ مگر جسمانی محنت سردی اور گرمی کی چنداں برداشت نہیں کر سکتا۔ خصوصاً ایام سرما میں تو ضرور ذرا سردی کے اثر سے زکام۔ کھانسی اور خراش گلو میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ گاہے بلغم میں خون بھی آتا ہے۔ ایسے شخص کو بے اعتدالیوں کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ خصوصاً سردی لگنے اور زیادہ گرم و چربیلی غذا کھانے سے نقصان ہوتا ہے۔

بیان مزاج صفراوی - چونکہ اس قسم کے مزاج والوں میں صفرا یعنی پت کی پیدائش کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ اسلئے اسکا نام صفراوی رکھا گیا۔ **علامات** ایسے اشخاص ہی ہمیشہ بدن میں ذرا دبلے اور چھریرے ہوتے ہیں مگر طاقت اور ہمت بہ نسبت اپنے جسم کے زیادہ رکھتے ہیں۔ عقیل و ذہین بکثرت خوراک ہوتے ہیں۔ لیکن بار بار بھوک کا لگنا اور بھوک کی برداشت کر سکنا انکی خاص شناخت ہے۔ شیریں غذا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ ایک قسم کی بدہضمی انکو اکثر رہتی ہے اور بے اعتدالی غذا سے قے اور اسہال میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تلوّن مزاج۔ غصہ زیادہ رکھتے ہیں۔ ثقیل اور حرارت دار غذا و دوا اور شراب وغیرہ سے انکو زیادہ نقصان پہونچتا ہے

بیان مزاج نازک - یہ وہ مزاج والے لوگ ہیں کہ جنکے قریب قریب کل اعضا شروع ہی سے کمزور ہوتے ہیں خصوصاً اعضاء رئیسہ اسواسطے انکی طبیعت بھی نازک ہوتی ہے۔ **علامات** ظاہر میں اس قسم کے آدمی دبلے پتلے اور خوبصورت ہوتے ہیں۔ محنت۔ سردی اور گرمی کی بالکل برداشت نہیں کر سکتے۔ نہایت کم خوراک مگر ہوشیار اور ذہین ہوتے ہیں۔ مزاج چڑچڑا ہوتا ہے۔ گو کہ ظاہر اہر طرح سے تندرست ہوتے ہیں۔ لیکن ذرا ذرا سے بے اعتدالی محنت۔ رنج اور غصہ کرنے سے فوراً کچھ نہ کچھ علیل ہو جاتے ہیں۔ چونکہ انمیں سے بعض بعض لوگوں کے خاص کسی عضو کے زیادہ کمزور ہونے سے انکی آپس کی علامات میں ذرا فرق ہوتا ہے لہذا اسکی تین قسمیں کیگئیں۔ **اوّل نقیۃ الدماغ والاعصاب** **دوم نقیۃ القلب** - **سوم نقیۃ الکبد** - چنانچہ قسم اول میں علاوہ حالت نازک مرقومہ بالا کے ان میں وقتاً فوقتاً دوران سر۔ درد سر اور گاہے کمی حافظہ و تبدیلی حواس اور مختلف مقامات

جسم میں درد کا ہوجانا زیادہ پایا جاتا ہے۔ اور قسم دوم میں زیادہ نقاہت درد و گرانی سینہ اور دل کا زیادہ دھڑکنا۔ اور قسم سوم میں چہرہ کا رنگ پھیکا و سفید سیاہی مائل۔ گرانی شکم۔ قبضیت۔ کمی بھوک بھوک کا زیادہ آنا تشنگی کا لگنا زیادہ پایا جاتا ہے۔

پس یہانتک مزاجوں کے اقسام کا بیان مختصر طور پر ختم ہوا۔ مگر یاد رہے چونکہ یہہ سب اقسام مزاجہائے مرقومہ بالا کا ہے تو ہر ایک انسان میں علیحدہ علیحدہ طور پر پائے جاتے ہیں۔ اور کہیں مرکب طور پر نظر آتے ہیں یعنی ایک ہی آدمی میں چند مزاج ملے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ اسواسطے بوقت ضرورت انکی علامات دریافت کر لینا چاہیئے۔

بیان علاج کا

یہہ دو قسم کا ہے۔ اول دافع امراض یعنی بیماریوں کو روکنے یا دور کرنے والی تدبیریں۔ دوم رافع امراض یعنی مرضوں کے ظاہر ہونے کے بعد انکو رفع کرنے یا بہا دینے والی تراکیب چنانچہ ہم تمام پرہیز قسم اول علاج سو چند مشکوک و مختلف الاذیت امراض کا بیان کیا جاویگا۔ یعنی وہ ترکیبیں لکھی جاونگی کہ جسسے مرض جسم میں پیدا ہی نہونے پاوے۔ بلکہ یہہ ترکیبیں ایسی ہیں کہ اگر انپر پورا پورا عمل کیا جاوے تو ہر حالت میں مفید ہیں چنانچہ حالت تندرستی میں تو عمل کرنے سے مرض پیدا نہیں ہونے پاتا اور حالت مرض میں اونپر قائم ہونے سے وہ خود بخود اثر رافع امراض ہو جاتی ہیں یعنی مرض موجودہ بغیر از دوا کرنے صرف ان ترکیبوں کے ذریعہ سے بعض تو قطعی آرام ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر انکے لیئے نصف علاج ہو جاتا ہے۔ پر قبل اسکے کہ ان ترکیبونکا علیحدہ علیحدہ مفصل بیان کیا جاوے انکا اصول سمجھہ لینا چاہیئے جو کہ نہایت ہی سہل اور جلد سمجھہ میں آنیوالا ہے یعنی جن جن اسباب سے کہ امراض پیدا ہوتے ہیں انہیں کا روکنا گویا کہ مرض کو نہونے دینا اور روکدینا ہے۔ گو یہہ امر انہیں مرضونکے واسطے ہیں کہ جنکے اسباب ہمکو معلوم کرا دیئے گئے ہیں۔ اور در اصل بھی زیادہ بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ تفصیل اسباب امراض تو اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اب مفصل طور پر انکے علیحدہ علیحدہ جسم مین اثر ہونے اور مرض پیدا کرنے اور نیز ان سے بچنے کے قاعدے بیان کیئے جاوینگے۔

بیان بے اعتدالی و خرابی غذا کا

یہ ایک بہت بڑا سبب مرض پیدا ہونیکا ہے بلکہ زیادہ تر اسی سبب سے آدمی بیمار ہوتے ہیں۔ اسواسطے لازم ہے کہ انسان اول سب سے زیادہ اسی سبب کے روکنے کی کوشش کرے تاکہ اکثر امراض سے محفوظ رہے۔ چنانچہ یہاں پر مجملاً طور سے مختلف غذاؤں کے استعمال کرنے کے آداب مع انکی مقدار و اوقات اور نفع و نقصان کے بیان کئے جاتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ اگرچہ اصل میں تو وہ چیزیں غذا میں داخل ہیں کہ جنکے کھانے پر انسان کی زندگی کا دارومدار ہو۔ مگر اصطلاح میں ہر ایک قسم کے کھانیکو غذا کہتے ہیں چنانچہ اسکی چار قسمیں ہیں۔ اول خاص غذا۔ دوم ترکاریاں۔ سوم پھل و میوہ جات۔ چہارم شیرینی۔

بیان قسم اول خاص غذا کا۔ اسمیں صرف اناج اور گوشت دو چیزیں مقدم ہیں کہ جنپر گویا تمام غذاؤں کا انحصار اور انسان کی زندگی و طاقت کا دارومدار ہے۔ یعنی روزمرہ انہیں سے مختلف اقسام کے نمکین اور شیرین طعام بذریعہ مختلف مصالحہ جات دودھ اور گھی کے تیار کیے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک شخص حتے المقدور اپنی مرضی اور حیثیت کیموافق مزہ دار بناکر استعمال کرتا ہے کہ جسکے لیئے کوئی بھی اعتراض نہیں۔ صرف اسکے لیئے بڑا اور مقدم قاعدہ یہ ہے کہ انسان اسقدر بار اور اتنی مقدار میں اور وہ غذا کھاوے کہ جو اسکو بخوبی ہضم ہو جاوے تاکہ عمدہ طور سے خون طیار ہو کر جسم کی پرورش ہو۔ طاقت اور تندرستی قائم رہے۔ مگر تاہم تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شب و روز میں دو مرتبہ سے زیادہ کھانا عموماً بدہضمی لاتا ہے۔ اسواسطے لازم ہے کہ حتے الوسع ہر قسم کی چیزوں شیرینی پھل و میوہ جات کا کھانا جو کہ علیحدہ وقت نہیں مقرر کیا گیا ہے۔ کھانیکے وقت تک ملتوی رکھے۔ اور صبح کے ناشتہ کیواسطے کہ جسکے اکثر لوگ عادی ہوتے ہیں اور اسوقت اشتہا بھی ہوتی ہے خصوصاً موسم سرما میں دودھ یا چاء کا ہمراہی ایک دو بسکٹ و یا حلوائے زردک و بیضہ وغیرہ کے کھالینا مضایقہ نہیں۔ مگر دنیں

عصر لیونت جیسا کہ بعض آدمی تہوڑی یا کاذب اشتہا لگنے پر کچھ کھا لیتے ہیں تو یہہ نہایت مضر ہے کیونکہ دوپہر اور شام کے کہانے کے مابین ایک تہوڑا وقت ہونے کے سبب اسدرمیان پڑے ہوے کہانیکا ہضم ہونا مشکل ہے مگر بچے اور محنتی آدمی ان قاعدوں سے مستثنے ہیں۔ اور یہہ بات بھی ہر کوئی بآسانی تجربہ کرنے سے دریافت کر سکتا ہے کہ کون اور کسقدر غذا اسکو بخوبی ہضم ہو جاتی ہے۔ اور کونسی ہمیشہ ہضم میں فتور ڈالکر جسم کی تکلیف کا موجب ہوتی ہے۔ پس آدمی کو لازم ہے کہ ذرا اونا یا بیمار زبان ہے ذائقہ کے لیے اپنی تندرستی کو ہاتھ سے نہ دے۔ اور خصوصاً ثقیل اور روغنی غذاؤنکا زیادہ خیال رکھے۔ علاوہ ازیں یہہ بھی یاد رہے کہ جیسا کہ اعتدال ہر کام کے لیے اچھا ہوتا ہے ویسے ہی اعتدال غذا بھی ایک ایسا امر ہے کہ جس سے کسی حالت میں بھی نقصان کی امید نہیں۔ اسواسطے عاقل کو چاہیے کہ بہت خوب اشتہا لگنے پر غذا کہائے اور حتی المقدور دو نوالہ کم پر اکتفا کرے کہ اس ترکیب سے کیسی بھی ثقیل غذا ہو ہضم ہو جاتی ہے اور برخلاف اسکے یعنی بلا بھوک یا تہوڑی اشتہا لگنے پر اور زیادہ شکم پر کہانے سے کیسی ہی ملایم غذا ہو بدہضمی لاتی ہے۔ ماورائے اسکے اچھیطرح نہ پکی ہوئی۔ میدہ والی۔ زیادہ روغنی بالکل ٹھنڈی اور باسی غذا سے بھی حتے الامکان احتراز لازم ہے۔ کیونکہ یہہ ثقیل اور دیر ہضم ہوتی ہیں۔ اکثر امیر اور خوشحال لوگ جو کہ عارضہ سوء ہضمی میں مبتلا رہتے ہیں اسکا باعث علاوہ کمی ریاضت ایک یہہ بھی ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ زیادہ روغنی غذا کہاتے ہیں اور بہت تیز گرم غذا کا کہانا بھی کہ جس سے موںہہ اور معدہ پر صدمہ پہونچے دانتونکو کمزور اور بہوک کو کم کر دیتا ہے۔

دال روٹی۔ یہہ ایک معمولی اور معتدل غذا ہے۔ ہمیشہ ذرا موٹے آٹے کی روٹی بہ نسبت زیادہ مہین کے اور خمیری بہ نسبت بے خمیر کے زود ہضم ہوتی ہے۔ اور منجملہ تمام اقسام دالونکے دال ارہر بلا نقصان معتدل اور تندرستونکے لیے مناسب ہے۔ دال ماش دیر ہضم اور بادی مگر مقوی اور مغلظ ہے۔ دال مونگ ذرا گرم اور زود ہضم تندرست اور بیمار دونوں کے لیے مناسب ہے دال مسور زود ہضم مگر زیادہ گرم اور خشک ہے۔ اسکی مداومت کرنے سے رقت کا اندیشہ ہے

مگر دال ماش اور مسور دونوں کو ملا کر کھانا مصلح ہے ۔ دال باقلہ اور مٹر یہ دونو نہایت ہی بادی اور دیر ہضم ہیں ۔ دال نخود بھی ذرا دیر ہضم بادی مگر مقوی ہے ۔

گوشت یہ ایک نہایت ہی عمدہ اور مقوی غذا ہے ۔ گوشت گائے ۔ زیادہ گرم خشک اور دیر ہضم مگر مقوی ہوتا ہے ۔ گوشت بھیڑ اور دنبہ ذرا بادی ہے ۔ گوشت بز نہایت ہی عمدہ معتدل زود ہضم ہے اور ہر ایک حالت انسان کے لیے مناسب ہے ۔ گوشت ہرن نہایت گرم اور خشک ہے ۔ گوشت مرغ ۔ طاؤس ۔ مرغابی کبوتر ۔ بٹیر ۔ اور دیگر پرندگان وغیرہ ہر ایک اپنے اپنے درجہ کے موافق کم و زیادہ گرم اور مقوی ہے ۔ بہرطور مداومت کیلئے تو گوشت بز سے بہتر کوئی غذا نہیں ہے ۔ باقی سب گرم اور خشک تاثیر والے گوشت کا استعمال ... سے گا ... سال کی عمر کے بعد مضائقہ نہیں ۔ مگر انکو ہمیشہ اور زیادہ کہانے سے ... اور ... ہونیکا پورا پورا خوف ہے ۔ علے ہذالقیاس بیضہ ہائے مرغ و بط وغیرہ گرم اور مقوی ہیں ۔ انکو ہمیشہ دال کے ساتھ کہانا ہر قسم کی طاقتو نکو بڑہاتا ہے خصوصاً نیم برشت زیادہ مفید ہیں ۔

پوری ۔ کچوری ۔ پکوڑہ ۔ نان خطائیاں ۔ و دیگر پکوان روغنی میدہ و بیسن کی یہ سب ثقیل ہیں ۔ انسے بھی بجز ضروری اوقات اور کم مقدار میں کہانے کے حتے الوسع بچنا چاہیے ۔

دودھ یہ ایک نہایت ہی اعلےٰ درجہ کی عمدہ ۔ مفید ۔ مقوی ۔ زود ہضم اور ہر ایک حالت و عمر میں کہانے کے لائق مناسب غذا ہے یہی ایک چیدہ اور برگزیدہ شے ہے کہ جسکو ہم بچہ اور ضعیف تندرست ۔ اور مریض سب کو ہر ایک حالت میں دیسکتے ہین اور مضر نہیں ہوتی ۔ مگر تاہم اعتدال اور قاعدہ کیساتھ استعمال کرنا اسکا بہی شرط ہے ۔ دودھ کو حتے الوسع کچا ۔ سرد ۔ اور بغیر میٹھا ملائے استعمال نہین کرنا چاہیئے ۔ بلکہ ہر ایک موسم میں گرم یا شیر گرم پینا لازم ہے ۔ البتہ نہایت سخت گرم دنون میں اگر کچھہ سرد کرکے پئیے ۔ مگر خام نہو ۔ تو چندان حرج نہیں ۔ اور اوقات کے بارہ میں بہتر وقت دودھ پینے کے لیئے بعد از ورزش یا صبح کی ہوا خوری کے بعد نہایت مناسب ہے چونکہ صبح کیوقت خالی معدہ میں پینے سے ناشتہ بھی ہوجاتا ہے اور طاقت زیادہ بخشتا ہے ۔ اور گرم

وسرد حالت میں جا اور شربت کی بجائے ہر ایک موسم میں موافق ہے سی کام دیتا ہے۔ اور اگر بعد سحر
وقت ہی پینی منظور ہو تو چار یا پانچ بجے شام کا وقت ہے۔ علاوہ ازیں لمین شربت۔ ابتدائی
غذا دینے ہمراہ یا فوراً شکم پر غذا اٹھانے کے بعد دودھ پینا ہمیشہ قے پیدا کرتا ہے۔ و یا یہ ہو جاتا ہے
مگر ... ہضم کی نسبت کچھ مضائقہ نہیں۔ اور باوجود قلی ریاضت بلا عدم سے زیادہ مقدار میں
یا زیادہ کاڑھا کرکے پینا بھی بسا اوقات بوجھ لاتا ہے۔

بھینس کا دودھ۔ دودھ نہایت مزہ دار گاڑھا اور مقوی ہوتا ہے۔ مگر زیادہ روغنی ہوتا ہے بہ کر
دشوار ہضم ہے اسواسطے ایسے معدہ کے لئے ... مضر ہے۔ گائے کا دودھ زود ہضم
اور معتدل ہوتا ہے اور بکری کا دودھ بوجہ باعث کم روغنی ہونے کے خاص زود ہضم بلا نقصان اور
ہر ایک حالت میں ... قابل تعریف ہے اور ... کم طاقت ہے بلکہ اسکو درست کر
ساتھ زیادہ ... پیا جاوے تو قوت باہ کم کر دیتا ہے۔ اور کچھ ... ہوتا ہے
بشرطیکہ آدمی آرام طلب ہو۔ ورنہ دھوپ میں پھرنے والوں اور گرمی میں کام کرنے والوں کو ان
چیزوں سے کچھ نقصان نہیں پہونچتا۔ ملائی۔ ربڑی مقوی مگر دیر ہضم اور قابض ہیں۔ کھوہ
نہایت ثقیل اور قابض ہے۔ دہی۔ اور چھاچھ یعنی لسی سرد ... مندمل ... جلد ... بد ہضمی
کرنیوالی قاطع باہ ہے خصوصاً ترش زیادہ مضر ہے۔ لیکن موسم گرما میں گاہے گاہے استعمال کر لینا۔ و یا نمک
مرچ ہینگ اور زیرہ کے ہمراہ چنداں مضائقہ نہیں۔ اور جو لوگ کہ محنتی اور دھوپ میں کام کرنیوالے
ہیں مثلاً زمیندار وغیرہ تو ان کو چنداں حرج نہیں پہونچتا۔ بلکہ گرمی کے موسم میں تو اس قسم کی لوگوں کو
زیادہ مفید ہے۔

چاول یہ ایک نہایت ہی ملایم زود ہضم کمزور اور جسم کو ڈھیلا و پیلا رکھنے والی غذا ہے
بشرطیکہ پوری غذا کے طور پر استعمال کئے جاویں۔ اسکا ہر روز استعمال کرنا نقیہ الجسم۔ مریض۔ اور گرم
آب و ہوا والے ملک کے باشندوں کو اور نیز جنکو کہ ریاضت جسمی کا کم موقع ملتا ہے مناسب ہے۔
ہاں البتہ گاہے گاہے گوشت کے ہمراہ۔ پلاؤ اور بریانی کی صورت میں و یا شیرین متنجن اور زردہ

اگرچہ یہ چیزیں نہایت ملین اور مقوی ہوجاتی ہیں۔ مگر بھی زیادہ رغنی اور سخت رہنے کی حالت میں پرلے درجہ کی ثقیل اور دیر ہضم ہوتی ہیں۔ اسی صورت میں خصوصاً کمزور ہاضمہ والے کو اس سے زیادہ تر احتراز رکھنا چاہیئے۔

مصالحہ جات اسکے لئے سفید کہ ثابت یا ہو یا گرم ہو جو ہمارا مروج ہیں وہ سب نہایت ہی نامناسب ہیں۔ ان میں بھی خاص رکھنا رہنا ہے کہ زیادہ مرچ اور بلا ضرورت انکا استعمال کرنا ہاضمہ اور بدن میں ضعف لاتا ہے اور جریان پیدا کرتا ہے۔ اعتدال مناسب میں مفید ہیں مثلاً القدر مقدار ہو کہ قریب قریب ہر ایک قسم کے کھانوں میں ڈالی جاتی ہے نہایت ہی مناسب اور کھانے کو مزہ دار کرنیکے لئے لازم ہے اور خون کو صاف اور حالت صحت میں رکھنے کے لئے ضروری ہے مگر اعتدال کے ساتھ ورنہ دیکھنے میں آتا ہے کہ نمک کو ایک مدت تک ترک رکھنے سے بھی انسان سخت عارضوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ یعنی اُسکی ہاضمہ میں فتور آکر خون پتلا ہوجاتا ہے جس سے کہ وہ رفتہ رفتہ سست اور لقوہ ہوجاتا ہے اور مسوڑھوں میں درد شروع ہوکر خون جاری ہونے لگتا ہے۔ اور زیادہ کھانے سے بھی ہاضمہ اور بدن میں ضعف لاتی ہے اور عارضہ جریان لاحق ہوجاتا ہے۔ ادرک اور ہینگ بھی ایک نہایت ہی عمدہ ہاضم اور دافع نفخ و بادی جز مصالحہ جات سے ہے خصوصاً مختلف دالوں کے ہمراہ۔

اور مختصر یہ ہے کہ غذا کے بارہ میں خالص گرم اور مقوی غذا اُنکا مداومت کے ساتھ استعمال کرنا جوان اور تندرستوں کو نہیں چاہیئے۔

بیان قسم دوم ترکاریوں کا۔ مختلف اقسام کی ترکاریاں اور سبزی علاوہ مددگار غذا اور ذائقہ دار ہونے کے صحت کو قائم اور خون کو صاف و اصلی حالت میں رکھتی ہیں۔ اور ان میں سے آلو ذرا قابض۔ کدو بھی۔ توری لمبا کدو۔ ٹینڈی سے چچینڈے۔ پالک سویا اور میتھی کا مخلوط شدہ ساگ سرد اور ہاضم ہیں اور مقوی مغلظ مگر ذرا ثقیل ہیں۔ بیگن گرم ہے مولی اگرچہ ظاہر اسرد معلوم ہوتی ہے مگر آپ اندرونی اثر سے گرم ہے۔ کم مقدار میں ہاضم اور زیادہ مقدار

یہ ثقیل ہے شلغم ہاضم بھی رافع ریاح و سدہ نہایت عمدہ ترکاری ہے۔ تنہا پالک اور سبز شلغم
یہ دونوں سرد ہیں اور ساگ سرسوں گرم تر اور ساگ کی پتیاں مقوی کم ہیں ہضم اور بادی ہیں
کول کدو اور کیلہ بادی اور کیلا بینگن نافع ہے۔ غرض ترکاریوں کے استعمال میں لازم ہے کہ ہر روز
بدل بدل کر کھاوے خاصکر سبز چیزوں کا زیادہ استعمال رکھے اور یہ یاد رہے کہ غلیظ ثقیل اور سرد
ترکاریوں کا پے در پے استعمال کرنا خالی از نقصان نہیں ہوتا کیونکہ اعتدال درکار ہے
اور بادی و سرد کو گرم دوا ملا کر کھاوے اور جہانتک ہو سکے ترکاریوں کے ہمراہ ترشی اور گرم مصالحہ کا استعمال
ضروری ہے

بیان قسم سوم میوجات یعنی پھلونکا

انکے استعمال کے لیے بڑا اصول یہ ہے کہ انکو
ہمیشہ بعد از طعام کھانا چاہیے کیونکہ انکو خلو معدہ میں یا بار بار کھانے سے اکثر ہاضمہ میں
فتور یا قبضیت ہو جاتی ہے۔ دوم انکو ایک خاص مقدار سے زیادہ بھی نہ کھاوے کیا وجہ
کہ یہ نہ تو غذائیت بخش ہیں اور نہ یہ کسی خاص فائدہ کیواسطے کھائے جاتے ہیں۔ بلکہ صرف
زبان کے ذایقہ اور فرحت قلب کیلیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اور اگر نظر غور سے دیکھا جاوے
تو بجز چند کے (کہ جو ذرا مقوی اور بعض مفرح ہیں) اکثر ان میں سے ثقیل ہوتے ہیں۔ چنانچہ انگور
انار شیریں۔ سیب۔ نیشکر۔ شہتوت۔ انجیر۔ البتہ بلا نقص خوش ذایقہ مفرح اور زود ہضم
ہیں۔ آم۔ خربوزہ اور تربوزہ مقدار مناسب میں کسیقدر مقوی بھی ہیں مگر زیادہ مقدار
میں گرم۔ بادی اور معدہ کو غلیظ رکھنےوالے اور رقت پیدا کرنے والے ہیں۔ گنڈیری۔ کھیرا
یہ ہر دو سرد اور ثقیل ہیں نارنگی پرلے درجہ کی سرد اور قاطع باہ ہے۔ تربوز سرد اور بادی ہے
کیلہ۔ بیر۔ بہی۔ الوچہ۔ فالسہ۔ جامن۔ کھیرو۔ آڑو۔ شکرقند۔ کٹھل۔ بڑھل۔ پپیتہ۔
انناس۔ یہ سب سرد ثقیل بادی اور قابض ہیں۔ کھجور گرم اور مقوی ہے۔ مگر زیادہ مقدار میں بربان
پیدا کرتا ہے۔ امرود تاثیر میں معتدل مقوی اور ذرا قابض ہے علی ہذا القیاس چند دیگر میوہ جات بھی ہیں
کہ جنمیں کوئی بھی نقصان سے خالی نہیں۔ حتے المقدور انکی زیادتی اور مداومت کو ساتھ استعمال

کرنے سے پرہیز کرے خصوصاً جو لذائقہ میں ترش ہوتے ہیں وہ سب قاطع باہ ہیں۔ **اصلاح** آم
کے بعد دودھ اور خربوزہ کے بعد شربت۔ تربوز اور ترش پھلوں کے ساتھ سیاہ مرچ اور نمک کا کھانا
نقصان رفع کر دیتا ہے۔

خام پھل یعنی جو اپنی میعاد سے پیشتر توڑ لئے جاتے ہیں نہایت ثقیل اور نقصان دہ
ہیں۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ لالچی بچے یا شکم پرور اور حریص آدمی کہ جنہوں نے دراصل میوہ
فروشوں کو کچے پھلوں کے فروخت کرنے پر مجبور کیا ہوا ہے (یعنی بازار میں سے خرید لیتے ہیں اور قیمت
چونکہ [illegible] ارزاں [illegible] ہیں۔ اور حقیقتاً اس شخص سے زیادہ کون بیوقوف
ہوگا جو [illegible] معدہ کا ناحق خراب کرے اور کچھ روپیہ بھی ضائع
ضائع کرے۔ [illegible] کچے پھل کھانے سے ہوتا ہے کہ قیمت زیادہ دکھائی دیتی ہے چنداں
فائدہ بھی نہیں [illegible] معدہ کو خراب کرکے انسان کو بیمار کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں خشک میوہ جات مثلاً کشمش، بادام، چھوہارہ، پستہ، اخروٹ، چلغوزہ
وغیرہ بہت گرم اور مقوی ہیں۔ انکا استعمال بطور دوا مختلف حلووں کے ساتھ گاہے گاہے عام
لوگوں کے لیے ضرورت کے وقت مناسب ہے۔ تندرست اور جوانوں کو تنہا حالت میں بلا ضرورت
[illegible] کثرت کے ساتھ استعمال کرنا نقصان دہ ہے یعنی جریان لاتا ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ
موسم سرما میں [illegible] ناشتہ وغیرہ میوہ جات کھایا کرتے ہیں۔

بیان چہارم شیرینی کا۔ اس سے بھی بجز ذائقہ زبان اور کوئی خاص فائدہ متصور
نہیں۔ [illegible] صحت کیلئے کارآمد ہے اور نہ اسکی بندش سے جسم میں کوئی نقصان پہونچتا ہے
چنانچہ ان سب کا جد امجد قند سیاہ یعنی گڑ ہے جو کہ نہایت ہی گرم ہے۔ مگر کم مقدار میں کھانے کا
کھانے سے ہاضم اور مقوی ہے اور زیادہ مقدار میں ہمیشہ استعمال کرنے سے جریان اور فتور ہاضمہ پیدا
کرتا ہے۔ البتہ [illegible] چنداں نقصان دہ نہیں۔ علاوہ ازیں اور جسقدر پختہ اقسام کی
شیرینیاں ہیں وہ سب قریب قریب ثقیل، گرم، قابض اور ہاضمہ میں فتور لانیوالی ہیں۔ لہذا احتی الامکان

الٹ پہیر رکھے اور اگر ضرورت ہو تو دے تو کم مقدار میں گاہے وناہے تازہ اور نفیس شیرینی کا استعمال بعد از طعام چنداں مضایقہ نہیں رکہتا۔ مگر برخلاف اسکے نہار موںہہ اور زیادہ مقدار میں سخت و دیرینہ مٹھائی کا کہانا نہایت ہی مضر ہے۔ **حلوا** یہ ایک نہایت ہی عمدہ مقوی نرم ملایم اور ہر ایک مزاج والے شخص کے لیئے کہانے میں آسان غذا ہے۔ بشرطیکہ سوجی یا آرد گندم سے تیار کیا جاوے اور کم مقدار میں گاہے گاہے استعمال کیا جاوے۔ گرمیہ دیا پوری کا حلوا اور خام یا نیم پختہ ... میں نہایت ثقیل ہوتا ہے۔ **مونگ کے لڈو۔**

بالوشاہی۔ نقطی۔ تلاقند۔ پیٹہے اور ناریل کی مٹھائی بہ نسبت اور دیگر اقسام کے ذرا بہتر ہیں۔ اور وہ جو کہ عوام الناس نے جلیبی کا دودہ میں بہگو کر کہانا مقوی تصور کر رکھا ہے بلکہ اکثر طاقت کے لیئے کمزوروں اور مریضوں کو کہلاتے ہیں تو یہہ نہایت ہی ثقیل غذا ہے اس سے ہر حالت میں احتراز ہی بہتر ہے۔ ہاں البتہ دیہاتیوں کے لیئے مضایقہ نہیں کیونکہ اسکے ہضم ہونے کے لیئے ذرا ورزش اور محنت درکار ہے۔ بلکہ عقلاً معلوم ہی ہوتا ہے کہ یہہ نسخہ در اصل کسی حکیم نے دیہاتی اور گنواروں ہی کے لیئے مقرر کیا ہوگا۔ کہ جنکی ادنے ورزش یہہ ہے کہ پاخانہ کے لیئے ایک میل گہوم آتے ہیں۔

بیان چاہ۔ پان۔ اور تمباکو کا۔ اگرچہ یہہ چیزیں غذا کی فہرست میں داخل نہیں ہیں بلکہ از قسم ادویات سے ہیں اور اپنے اپنے موقعہ پر مرضوں کے لیئے مفید ہیں۔ مگر تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر مختصر طور سے انکے استعمال کا نفع اور نقصان بیان کیا جاوے کیونکہ فی زمانا انکے استعمال کی اسقدر کثرت ہوگئی ہے کہ جس سے یہہ بجائے دوا غذا میں شامل ہو گئے ہیں۔

چاہ اسکے استعمال سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہہ اپنی تاثیر میں کسیقدر گرم تر اور ذرا مقوی ہاضم ہے۔ بشرطیکہ دوا اُسکو مناسب وقت پر دیجاوے۔ و یا اعتدال کے ساتہہ باقاعدہ اسکا استعمال کیا جاوے۔ اور غالباً شروع زمانہ میں جبکہ یہہ ایجاد ہوئی تہی تو دوائی کے طور پر برتی جاتی

بھوک کی ملزمات تو لیکن عرصہ سے اسکے استعمال کو اسقدر ترقی ہوگئی ہے کہ نہ دوا ہی معلوم ہوتی ہے اور
نہ غذا۔ اور اگر اسکے پینے والوں کی حالت کو بغور دیکھا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت یہ بجای
فایدہ نقصان کرتی ہے۔ جسکا سبب کثرت اور بے اعتدالی کے ساتھہ استعمال کرنا ہے۔ اسمیں تو کچھہ
شک نہیں کہ ایام سرما میں خصوصاً سرد ملکوں میں چاء کا گرم گرم پینے سے ظاہری سردی رفع ہوکر
انسان ہوشیار دیر تک کے لیے گرم اور مست ہوجاتا ہے سستی و کاہلی دور ہوجاتی ہے۔ اور ایک قسم کا
استسقا بھی ہے۔ بھوک فرو ہوجاتی ہے۔ رسوم ظاہر تو ضعف کے لیے بھی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ مگر
یاد رہے کہ اسکا استعمال نہ ہر ایک مزاج والوں سرد و گرم ملک کے باشندوں کو دیا کثرت اور مداومت
کے ساتھہ بار بار بغیر آمیزش اصلاح کنندہ اجزا کے مفید ہے بلکہ اسطرح خواہ نخواہ نقصان
ہی ہوتا ہے۔ قابل بیان ہے بعض اطبا مقام سرد خصوصاً کہانسی و زکام میں دیا جاتا ہے مگر سردی
دور کرنے اور پسینہ لانے کے واسطے اور بیماری کی شدت کم کرنے کو ہر حالت میں بائبل کا جلد
اثر ہونے کے لیے دیا بعض وقت سے نیند رو دیتی ہے۔ دوسرے نقصان رفع کرنے کے لیے اسکا کبھی کبھی
استعمال کرنا مفید ہے۔ دیا گر امرا اور خوشحال لوگ صرف موسم سرما میں بطور ذائقہ و ناشتہ یا جسم کی
سستی رفع کرنے کے لیے صرف ایک دو مرتبہ روزانہ الائچی دارچینی اور دودھ ملاکر استعمال
کریں۔ تو چنداں حرج نہیں۔ کیونکہ یہہ اشیاء اسکی مصلح ہیں۔ مگر دودھ ہمیشہ کم از کم عرق چاء
کے نصف ہونا چاہیئے۔ دیا اگر کہانا کہانے کے بعد بجائے پان موہنہ اور گلا صاف کرنیکو استعمال
کریں تب بھی مضایقہ نہیں۔ سوتے وقت اسکا پینا مناسب نہیں کیونکہ اس سے نیند میں خلل
واقع ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں کثرت کے ساتھ بار بار دیا بغیر آمیزش اجزاء مصلح اسکا استعمال کرنا
بھوک کم کرتا ہے۔ قاطع باہ ہے۔ اور جریان لاتا ہے۔ اور اسکا بہت زیادہ گرم پینا جوکہ اکثر
کیا جاتا ہے مسوڑہونکو گلا دیتا ہے جس سے کہ قبل از وقت دانتوں کے گرنے کا خوف ہے۔

پان۔ اسکا بڑا فایدہ بجز اسکے اور کچھہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہہ موہنہ کے ذائقہ کو سنوارتا ہے۔
اور گلے کو صاف کرتا ہے۔ اسواسطے اگر اسکو بعد کھانے کسی چیز غذا و دوا کے دیا دوسری ضرورت

کیفیت موجودہ ذائقہ درست اپنے کے لیئے استعمال کی عادت ڈالنا سب ہے اور چونکہ شیر معدہ بادی بادی ہاس خفیف کھانسی و خراش گلو کو بھی دور کرتا ہے ... اس حالت کو لیئے دیا استعمال کیا جاوے تو مفید مطلب ہے علاوہ ... جو طبیعت میں جنس کر رہا ہے۔ لہذا ایسے کا ... شیر ... صورت ... بادی کے ساتھ اور خلو ... مناسب نہیں کہ ... ہو ... آتا ہے سوا اسکے ایک ... بالقوی ... کہ بالآخر ... بدہضمی ... ہوتا ہے۔

تماکو اسکے استعمال کا بھی عجب حال ہے کہ احاطہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ اگرچہ طبا ہر کوئی فائدہ بیان نہیں کر سکتا مگر تعجب کی بات ہے کہ تسمیہ روئے زمین پر شاید ہی کوئی خطہ ایسا باقی ہوگا کہ جہاں پر اسکا استعمال نہیں۔ کوئی کھاتا ہے کوئی سونگھتا ہے اور کوئی پیتا ہے بہت زیادہ لوگ تو شاید فیصدی ہی ہیں اسکے استعمال سے بچے ہوئے نظر آتے ہیں ورنہ کسی نہ کسی طرح سے ہر ایک کے جسم میں اسکا اثر پہونچایا جاتا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ تماکو بھی درحقیقت ادویات میں سے ہے۔ مگر لوگوں نے ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی ویا شغل کے لیئے اول اسکا استعمال شروع کر دیا۔ اور ترک کرنا مناسب نہ جانا۔ تماکو کھانے اور سونگھنے کے لیئے جو بیان کیا جاتا ہے کہ علی العموم یہہ بادی کو روکتا ہے اور دانتوں کو مضبوط کرتا ہے وغیرہ اوصاف رکھتا ہے اور روشنی چشم کو زیادہ کرتا ہے تو اسکے لیئے کوئی ثبوت نہیں ہاں البتہ اگر کوئی حکیم کسی خاص حالت کیلئے مفید بتلا دے تو مضائقہ نہیں۔ مگر اسمیں تو کچھ شک نہیں کہ یہہ ظاہر ناک اور موہنہ کو غلیظ بنا دیتا ہے۔ اور ہر وقت میلا رکھتا ہے۔ اور پینے کے لیئے جو غور کیا جاتا ہے تو بڑا فائدہ اسکا یہی نظر آتا ہے کہ اول تو یہہ ایک قسم کا شغل ہے اسکی تدابیر میں ذرا دل بہل جاتا ہے خصوصاً مسافر مزدور و دیگر پیشہ ور اور محنتیوں کے لیئے ایک بڑا سہارا ہے یعنی کچھ دیر اسکے تدبیر میں لگنے اور پینے سے آدمی ذرا کام سے بچ جاتا ہے اور ظاہرا تازہ دم ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اسکو پینے سے بدن کے اعصاب تہوڑی دیر کے لیئے سست ہو جاتے ہیں

اور جسم کی کل رگیں ڈھیلی ہو جاتی ہیں۔ اسلیئے باد شکم کے خارج کرنے اور اجابت خلاصہ ہونے کیلیئے اسکو زیادہ تر لوگ استعمال کرتے ہیں جسکے لیئے درصل کسیقدر فائدہ ضرور ہوتا ہے۔ مگر جو لوگ کہ اسکو پیتے نہیں ہیں اُنکو تو اس سے علیحدہ ہی رہنا مناسب ہے۔ کیونکہ بلا ضرورت ورائے حلیم نقارت اور بکار روائیونکا بڑہانا و اپنا جسم کیلیئے ایک نیا سہارا پیدا کرکے اسکا عادی بننا خلاف از مصلحت ہے اور جو لوگ کہ اسکے عادی ہو گئے ہیں ہو یا اُنکو حقیقتاً اس سے فائدہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ تو اعتدال اور صفائی کے ساتھہ ہمیشہ تازہ کیا ہوا اور آسانی سے بولنے والا حقہ جو کہ چار پانچ دفعہ سے زیادہ نہو پیا کریں۔

عام نقص تماکوکشی۔ اول تو بڑا نقص اسمیں یہہ ہے کہ بھوک کو کم کرتا ہے خصوصاً سفراوی مزاج والونکو تو مریض ہی بنا دیتا ہے۔ دوم پھیپڑہ اور دل کو کمزور کر دیتا ہے۔ خاصکر جبکہ حقہ خشک رکا ہوا اور زیادہ دم لگاکر پیا جاوے۔ سوم فالج بادہ بھی ہے اور جریان پیدا کرتا ہے۔ چہارم بینائی چشم کو قبل از وقت کم کر دیتا ہے۔

چونکہ اسمقام پر مختلف اقسام اشیائے خوردنی کے نفع و نقصان بیان کیے گئے ہیں لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی سلسلہ میں مختصر طور پر کہانا کہانے کے آداب بھی لکھے جاویں۔

آداب خوردن طعام۔ چونکہ طعام انسان کی زندگی اور صحت کا باعث ہے۔ لہذا لازم ہے کہ اسکو نہایت احتیاط اور تعظیم کے ساتھہ حتے الوسع صاف مقام میں سب سے علیحدہ پردہ میں بیٹھکر کھائے۔ اور اس خاص مقام پر بجز کہانے اور کہلانے والونکے دیا یا مرلا جاری کسی خاص خویش اور بے تکلف دوست کے اور کوئی ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔ علاوہ ازیں ہمیشہ پاک صاف حالت میں ہر مرتبہ ہاتھہ دہوکر۔ ناک اور مونہہ صاف کرکے اللہ تعالے کے نام کے ساتھہ شروع کرے۔ بعدہٗ صبر کے ساتھہ آہستہ آہستہ خوب چبا کر بغیر از مونہہ سے آواز نکلنے کے کہاوے۔ احتیاط رکھے کہ طعام کے ذرات زمین پر نگریں اور نہ کچھہ مونہہ سے کہانے کی رکابی میں ٹپکنے پاوے۔ اور اگر چند ہمراہ کہاتے ہوں تو اپنے اپنے سامنے سے کہاویں۔ دونو ہاتھوں اور

او منہہ کا شوربا وغیرہ سے لیس ہونا۔ ہر ہر روٹی سے پوچھنا۔ چپڑ چپڑ آواز کی ساتہہ کہانا ادہر ادہر دیکہنا۔ زیادہ باتیں کرنا۔ اور ہنسنا کہانے والونکے سامنے ویا قریب کہنکارنا۔ تہوکنا سنکنا بے ادبی کی دلیل ہے۔ دوسرے ڈکار لینا گو ہر حالت میں نامناسب ہی۔ مگر کہانے والونکے سامنے اور زیادہ بیجا ہے۔

بیان بی اعتدالی وخرابی آب

پانی بہی ہوا کی مانند انسان کی زندگی کا ایک جز ہے۔ اسکے بغیر حقیقتاً زندگی ناممکن ہے۔ چنانچہ جیسا کہ ہوا کی بے اعتدالی اور خرابی سے انسان کی صحت میں فرق آجاتا ہے۔ اسیطرح پانی کی ذاتی خرابی ویا اسکے استعمال کی بے اعتدالی سے بہی آدمی بیمار ہوجاتا ہے۔ پس مخفی نہ رہے کہ پانی کی بڑی اور مقدم صفتیں یہہ ہیں کہ وہ صاف شفاف بیرنگ بلابو اور خوش ذائقہ شیریں ہو۔ چنانچہ بہہ صفت موصوف اول درجہ کا پانی تو پہاڑی چشمونکا ہوتا ہے۔ بشرطیکہ وہ جائے مخرج سے حاصل کیا جاوے۔ اور دوم درجہ دریا کا پانی ہے کہ اسمیں باعث کثیر المقدار او ہروقت جاری رہنے کے کسی قسم کی غلاظت اور کثافت کا اثر نہیں ہونے پاتا۔ اور سوم درجہ چاہی پانی ہے۔ بشرطیکہ اسکا انتظام حفاظت کے ساتہہ ہو۔ اور چہارم درجہ تالاب کا پانی ہے اسکا استعمال لاچاری حالت میں کیا جاتا ہے۔ غرضکہ کسی قسم کا پانی ہو اکثر تو وہ بیرونی کثافات کی آمیزش سے خراب ہوتا ہے۔ مگر گاہے خاص مقامات کی زمین اور پہاڑوں سے بعض اجزا جو کہ مختلف مقامات میں قدرتی طور سے پائے جاتے ہیں۔ شامل ہوکر پانیکو بغیر ظاہری نقص ثقیل اور خراب کر دیتے ہیں۔ پس انسان کو لازم ہے کہ حتے المقدور صاف پانی ملنے کی کوشش کرے۔ چنانچہ چشموں کے پانی کے لیے جو کہ صفائی میں اول درجہ ہے کوئی خاص احتیاط درکار نہیں۔ صرف اسکا یہہ قاعدہ ہے کہ پانی حتے المقدور چشمہ کی جائے مخرج ویا ذرا اونچی جگہہ سے لیا جاوے۔ اور زمین میں وہاں پر کسی

خاص خراب چیز کی آمیزش نہو۔ اور دریاؤں کے پانی کے واسطے بھی ایسی کوئی بڑی احتیاط نہیں ہو سکتی بجز اسکے کہ دریاؤں میں مردوں کا ڈالنا بند کیا جاوے۔ گو کہ بڑے دریاؤں میں مختلف مقامات سے گاہے گاہے ایک دو مردوں کے ڈالنے اور انکے بہ جانے سے ظاہرا کچھہ کثافت نہیں معلوم ہوتی مگر غور اور حساب کرنے سے دریافت ہوتا ہے کہ ایک ہی دریا میں ہر روز ہزارہا لاشیں مع انکے جو کہ ہیضہ اور چیچک وغیرہ وغیرہ امراض متعدیہ سے مرگئے ہیں ڈالی جاتی ہیں جو کہ انمیں سے بسا اوقات ممکن ہے کہ مختلف شہروں اور گانوں کے پیچھے پانی حاصل کرنے کے مقامات کے قرب وجوار میں بغیر از معلوم زمین پر ایک ہی جگہہ دو چار لاشیں جمع ہو جاویں۔ اور اس خاص زیادہ کثافت اور غلاظت آمیز پانی پینے سے لوگ بیمار ہوتے ہوں۔

احتیاط صفائی چاہ۔ کنوئیں ہمیشہ پختہ اور غلاظت وکثافت کے مقامات سے دور بنانے چاہئیں اور اسکے کنارے یعنی مینڈہ زمین کے سطح سے کم از کم ایک گز اونچی ہو۔ تاکہ موسم برسات میں بہاؤ کا پانی اندر نجانے پاوے۔ علاوہ ازیں کوئی درخت کوئیں کے خاص اوپر نہو۔ تاکہ درختوں کے پتے اور پرندوں کی بیٹ اسمیں گر کر پانی کو خراب نکریں۔ بلکہ بعض مرتبہ تو دیکھنے میں آیا ہے کہ مختلف میلی اور ناپاک چیزیں مثلاً مرداروں کی ہڈیاں۔ گوشت اور کھال کے ٹکڑے۔ لید وغیرہ پرندوں کے پنجوں سے جو کہ کوئیں کے درختوں پر بیٹھتے ہیں چھوٹ کر پانی کو خراب کر دیتے ہیں۔ و نیز گاہے گاہے چھوٹے پرندے اڑتے ہوئے اسمیں خود گر پڑتے ہیں۔ بلکہ ہر حال میں مناسب تو یہہ ہے کہ کوئیں کے موہنہ پر ڈھکنا ہو یا اسکے اوپر چھت بنا دیا جایا کرے۔ تاکہ ہر ایک قسم کی آفات سے پانی محفوظ رہے۔ اور سوائے اسکے یہہ بھی خیال رہے کہ میلے برتن بھی کوئیں میں نڈالے جاویں اور سال میں دو مرتبہ کل پانی نکلوا کر چھنوانا چاہئیے۔

احتیاط صفائی تالاب۔ اول تو سب سے بڑا اسمیں یہہ خیال رکھنا چاہئیے کہ حتی المقدور پانی پینے کے تالابوں کو چارپایوں سے علیحدہ رکھا جاوے یعنی انکے پلانے کے لیئے ایک الگ تالاب ہو۔ ہاں البتہ اگر بوقت اشد ضرورت چارپایوں کو باہر سے پانی پلا دیا جاوے تو کچھہ مضائقہ نہیں

مگر اندرجات سے قطعی دور کر جاویں کیونکہ انکے بول و براز سے پانی بہت جلد عفونت دار و خراب ہو جاتا ہے۔ دوم بستی ہونے ذرا بفاصلہ ہوں اور پانی کی آمد انہیں گانوں کی جانب سے ہرگز نہ ہو۔ بلکہ نہر یا جنگل کی صاف مقامات کی جانب سے ہو۔ اور سوم چونکہ نباتی اجزا مثلاً پتے اور لکڑیوں کے اندر داخل ہونے اور زیادہ عرصہ تک پڑے رہنے سے تالاب کا پانی اکثر خراب ہو جاتا ہے لہذا حتے الوسع اس سے بھی بچا دیں۔ یعنی کہ اگر ہفتہ وار موسم خزاں میں پتے وغیرہ نکلواتی رہیں۔ اور گاہے سال دو سال میں تالاب کو خشک ہو چکنے بعد اسکی تہ کی عفونت دار کیچڑ وغیرہ سے صاف کر دیا کریں۔

بیان طریق استعمال و مقدار خوراک پانی

پانی خواہ کوئی قسم کا ہو چاہئیے کہ وہ بعد حاصل کرنے کے گھڑوں میں نہایت احتیاط کے ساتھ خاصکر مٹی کے صاف برتن میں ڈھکا ہوا اور زمین سے ذرا اونچے مقام پر رہے۔ اور بہتر تو یہہ ہے کہ پانی ہر حالت میں کپڑے سے چھانکر برتنوں میں رکھا جاوے۔ خصوصاً وہ پانی جو کہ کھانا پکانے اور پینے کے کام میں لایا جاوے اور چونکہ تانبے اور پیتل کے برتنوں میں پانی زیادہ دیر رکھنے سے ہمیشہ خراب ہو جاتا ہے۔ لہذا حتے المقدور اس سے بھی احتراز رکھیں۔ اور اگر بہ لاچاری رکھا جاوے تو دو تین گھنٹہ بعد بدل دینا چاہئیے۔ علاوہ ازیں مٹی کے گھڑوں کا پانی بھی تین دن سے زیادہ نہیں رکھنا چاہئیے ورنہ اسمیں کیڑے پڑنے کا خوف ہے۔ بچوں کے لیئے کہ جنکو ہنوز پورا ہوش یا صفائی کا خیال نہیں ہے ہمیشہ علیحدہ برتن رکھنے چاہئیں و یا اُن کو اپنے ہاتھ سے پانی دیا جاوے تاکہ وہ اپنے غلیظ ہاتھوں سے پانی کو خراب نکریں۔

پانی جو کہ انسان پیتا ہے اس سے سوائے پیاس رفع ہونے کے ایک یہہ بھی فائدہ ہے کہ کھانیکو تحلیل اور ہضم کر دیتا ہے یعنی اگر یہہ کھانے کے ہمراہ شامل نکیا جاوے تو غذا خشکی کے سبب تو اچھی طرح تحلیل ہوتی ہے اور نہ معمولی طور پر آگے بڑھتی ہے۔ بلکہ مقام پر ٹھیر کر نفخ اور قبضیت پیدا کریگی۔ اور اگر حد سے زیادہ پانی پیا جاوے تو معدہ کی تیزاب کو کہ جو خاص غذا

کو ہضم کرنے کے لیئے قدرتی پیدا ہوتا ہے رقیق یعنے پتلا کر دیتا ہے تو اس سے بھی ہاضمہ میں فتور ہو جاتا ہے۔ اور سیر پیٹ بڑھ جاتا ہے۔ خصوصا اُن اشخاص کا جو ریاضت کم کرتے ہیں اور زیادہ بیٹھے رہتے ہیں۔ اور گاہے اسیطرح مرض ذیابیطس (پیشاب کا زیادہ آنا) پیدا ہو جاتا ہے۔ بہر طور اسکے استعمال کے لیئے بھی اعتدال درکار ہے۔ اور ہمیشہ امورات مفصلہ ذیل کا خیال رکھے۔ اول تو خوب خواہش ہونے کے بعد پیئے دوم ہر مرتبہ قلیل المقدار میں استعمال کرے۔ سوم حتے المقدور کھانا کھانے سے پیشتر یعنے خلو معدہ ہونے کی حالت میں ہرگز نہ پیئے جیسا کہ بعضوں کا قاعدہ ہے کہ ذرا سی کاذب پیاس لگنے پر بلا برداشت کیئے آبخورہ کے آبخورے چڑھا جاتے ہیں۔ خصوصا جبکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ صرف آدھ گھنٹہ کے بعد کھانا کھانے پر طیار ہیں۔ گو کہ قاعدہ تو یہ ہے کہ بنسبت خلو معدہ کے ہمیشہ انسان کو معدہ میں غذا موجود ہونے کے وقت زیادہ پیاس لگتی ہے۔ کہ تا ہم گاہے بوجہہ گرم غذا کھانے حقہ پینے کسی قسم کی مشقت کرنے یا موسم گرما ہونیکے خلو معدہ میں زیادہ پیاس کی خواہش ہوتی ہے کہ جسکو حتے المقدور برداشت کرنا چاہیئے۔ حتے کہ کھانا کھانے کا وقت آجاوے۔ یا کچھ ناشتہ کرکے پیئے ویا دودہ چاء کا استعمال کریں اور اگر برداشت کرنا ناممکن ہو جاوے۔ اور کوئی دیگر شے میسر نہو اور کھانا کھانے میں ایک گھنٹہ تک باقی ہو۔ تو چنداں مضایقہ نہیں۔ سردی کے موسم میں کہ جب خواہ نخواہ ہر ایک کو پیاس کم ہوتی ہے۔ صرف کھانا کھانے کے وقت پانی پی لینا کافی ہے۔ ویا دن بھر میں ایک آدمی کے لیئے ایک سیر پانی بس ہے۔ مگر موسم گرما میں بوجہہ پسینہ آنے ویا پانیکا بذریعہ ابخرات مسام جسم سے خارج ہونے اور سانس کے ہمراہ باہر نکل جانے سے پیاس زیادہ ہوتی ہے تو ایسی حالت میں امورات بالا کا لحاظ رکھکر اڑہائی یا تین سیر سے زیادہ نہ پیئے۔ اور جب کسی خاص سبب یعنی گرمی سے چلک آنے ویا کسی مشقت کے بعد پیاس کی زیادہ ضرورت ہو تو ہمیشہ صبر کے ساتھہ ٹھنڈا ہو کر پانیکو ہاتھ لگاوے۔ اور یہہ بھی یاد رہے کہ بنسبت ایکدم سے زیادہ پینے کے تھوڑا تھوڑا چند بار پینے سے خواہش بھی رفع ہو جاتی ہے۔ اور نقصان بھی نہیں ہوتا۔ کھانا کھانیکے درمیان میں بار بار پانی

پینا بھی اچھا نہیں۔ البتہ شدِ ضرورت کیوقت مثلاً نوالہ اتارنے یا شکم کا اندازہ معلوم کرنے و با ہاضمے کو مدد دینے کے لئے بلکہ درمیان میں تھوڑا پانی پی لینا چنداں مضر نہیں ورنہ اکثر کھانا کھانے سے گھنٹے یا ڈیڑھ گھنٹے کے بعد پئے تاکہ تیزاب معدہ غذا کے ساتھ مخلوط ہو جاوے۔

بیان خرابی ہوا

واضح ہو کہ جیسے انسان کو زندگی اور صحت قائم رکھنے کے لئے غذا اور پانی ضروری ہیں۔ اسطرح صاف ہوا بھی اسکو اپنی صحت قائم رکھنے کیواسطے درکار ہے۔ اکثر مقامات پر دیکھا جاتا ہے کہ صرف خراب اور عفونت دار ہوا جو کہ حیوانات اور نباتات کے سڑنے اور غلاظت کے جمع رہنے سے پیدا ہوتی ہے باعث مرض ہو جاتا ہے۔ لہذا لازم ہے کہ تمام شہر بستیاں اور مکانات اور نیز قرب وجوار انکے حتی المقدور [illegible] صاف رکھے جاویں۔ خصوصاً جائے ضرور چہ بچہ بدررو اور چاہ پاخانے جیسے کے مقامات کا زیادہ تر خیال رہے۔ کیونکہ یہ مخزن غلاظت اور بخارات ہوا کے خراب کرنے کے ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں موسم برسات میں گلی کوچوں اور بستیوں کو قرب وجوار کے گڑھوں یا ایسی نشیب والی زمین میں پانی جمع نہونے پاوے ورنہ چند ہی روز میں اس قسم کا پانی ہو رہتا ہے جو کہ مختلف اشیاء نباتات و حیوانات وغیرہ کے سڑنے سے عفونت دار ہو جاتے ہیں۔ ایک بڑی زہریلی ہوا پیدا ہو کر تمام بستی والوں کی صحت کو تہ و بالا کر دیتی ہے۔ بلکہ بالاتفاق مختلف امراض وبائی ہیضہ۔ بخار۔ اسہال۔ پیچش اور آنکھوں کا دکھنا وغیرہ اسی قسم کی ہوا سے خیال کیا گیا ہے۔ ماورائے اسکے بستیوں کے بہت ہی قریب پاخانہ پھرنے اور مردہ حیوانات کے سڑنے سے بھی وہی نتیجہ نکلتا ہے پس چاہئے کہ مردہ حیوانات ہمیشہ دفن کر دئے جائیں یا بفاصلہ ایک میل بستیوں سے علیحدہ ایسے مقامات پر پھینکدئے جاویں جہاں انسانوں کی آمد و رفت کم ہو۔ اور سوائے اسکے یہ بھی خیال رہے کہ بہ نسبت خشک ہوا کے مرطوب ہوا ہی اکثر بیماری کا باعث ہوتی ہے۔ پس جن

ملکوں بستیوں اور مکانوں کی زمین اوپر سے ہر وقت تر رہتی ہو مثلاً دریاؤں کے قریب کی بستیاں دلدلی ملک دیا جس مکان کے صحن میں کیچڑ زیادہ ہو تو ایسے مقامات کی ہوا بھی بخارات کی آمیزش سے تر ہو کر بیماری کا باعث ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں بہت سخت تند ہوا گرم ہو یا سرد برہنہ جسم پر لگنے سے انسان کو بیمار کر دیتی ہے۔ لہذا اُسکا بھی کامل پرہیز رکھے۔ ورنہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض ملکوں کی تند ہوائیں جو کہ وہاں قدرتی چلتی ہیں اُس ملک کے باشندوں کو پرہیز نکرنے سے ہمیشہ بیمار حالت میں رکھتی ہیں۔ اور ماسوا اسکے چراغ اور کوئلوں کا خالص دھواں جو کہ ظاہرا نظر نہیں آتا بعض مرتبہ موسم سرما میں تنگ اور بغیر روشندان کے مکانوں میں جلے ہوئے چھوڑ کر سو جانے سے سانس کے ذریعہ سے پھیپڑہ میں زیادہ داخل ہو کر بیماری کا باعث ہو جاتا ہے۔ لہذا اسکا بھی پورا خیال رکھنا چاہیئے۔ اور بعض مرتبہ دیکھنے میں آتا ہے کہ تانبا اور سیسہ کا کام کرنیوالوں کو بھی ایک خاص قسم کی ہوائی اجسام سے جو کہ ان دھاتوں کے جلانے سے پیدا ہو کر اُنکے جسم میں سرایت کر جاتے ہیں چند عوارض پیدا ہو جاتے ہیں

بیان بے اعتدالی خواب

نیند بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کیلیئے ایک عجیب آرام کا طریقہ پیدا کیا ہے کہ سُبحان اللہ و بحمدہ حقیقتاً یہہ کُلی صحت ہے۔ انسان چاہے جسقدر محنت اور مشقت کرے و با کیساہی یہہ ہارا تھکا اور ماندہ ہو جاوے مگر خواب کے آجانے سے اسکو نہایت ہی تازگی اور فرحت حاصل ہوتی ہے اور بدن اسکا ہلکا ہو جاتا ہے۔ خواب ہی ایک ایسی حالت ہے کہ جسکے فرق سے فوراً انسان اپنی طبیعت کی تندرستی اور کسلمندی کا حال معلوم کر سکتا ہے یعنی اگر خلاف معمول بغیر از سبب کچھہ زیادہ نیند آئی تو سمجھنا چاہیئے کہ طبیعت کا میلان صحت کی جانب ہے۔ اور اگر کم آئی یا نہ آئی تو خیال کرنا چاہیئے کہ مرض کی آمد ہے۔ مگر تاہم موافق قاعدہ اعتدال اسکا بھی لیا جاتا ہے

یعنی ہمیشہ حد سے زیادہ سونا سستی اور کاہل وجودی پر دلالت کرتا ہے اور بالآخر مرض میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور کم خوابی ہی جو کہ اپنی حد سے گذر گئی ہو پورا پورا مرض ہے کہ اس سے رفتہ رفتہ انسان کے سب قوے ضعیف ہو جاتے ہیں۔ پس اسکے واسطے حکماء نے مقرر کیا ہے کہ ہر ایک آدمی کو اپنی صحت بحال رکھنے کے لئے کم از کم چوتھائی حصہ عمر کا سونا کفایت کرتا ہے۔ یعنی شب روز کے چوبیس گھنٹہ میں چھ گھنٹے۔ اور زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے ہیں۔ تو گویا کہ چھہ گھنٹہ سے کم سونے والا بیمار تصور کیا جاتا ہے وبا اسکے بیمار ہونیکا اندیشہ ہے بشرطیکہ نہ غذا پوری اور شکم پر کھائے۔ اور آٹھ گھنٹہ سے زیادہ سونے والا بھی سست اور مریض قرار دیا جاویگا۔ پس ہر ایک کو لازم ہے کہ خواب کے معاملہ میں اعتدال رکھے یعنی چھ سے آٹھ گھنٹہ کے درمیان ہمیشہ سویا کرے۔ کیونکہ یہہ مقدار غذا کے تحلیل ہونے اور آرام قوے کے لیئے کافی اور وافی ہے۔ اسکے واسطے طریق یہہ ہے کہ حتے المقدور ایک گھنٹہ دن میں بعد کھانے غذا کے اور سات گھنٹہ شب میں خواب کیا کرے۔ اور باقی حصہ میں دیگر کاروبار اور ریاضت کرے۔ اور اگر دن میں نیند نہ آوے تو کچھ عرصہ کے لیے لیٹ رہنا تو ضروری ہے۔ اور اگر بوجہہ خاص کسی شب میں بالکل سونا نہ ملے [illegible] تو اسکے عوض میں دن میں ضرور سو لینا چاہیئے۔

بیان بے اعتدالی پوشاک

یہ ایک بڑا زبردست باعث بیماری پیدا ہونے کا ہے [illegible] کے سبب سے لوگ بیمار ہوتے ہیں۔ مگر بباعث ناواقفیت وہ [illegible] میں [illegible] خصوصاً تبدیل موسم کے زمانہ میں تو ہر ایک کو اسکا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔ حالانکہ یہہ ایک نہایت ہی موٹی بات ہے۔ اور ہر ایک اسکو خوب جانتا ہے کہ سردی کیوقت گرم کپڑا اور گرمی کے وقت ٹھنڈا کپڑا استعمال کرنا چاہیے۔ مگر درحقیقت دیکھنے میں آتا ہے کہ عموماً اس قاعدہ سے شاذونادر ہی لوگ واقف ہیں۔ ویا کہئے کہ بے پرواہی اور سستی کے باعث اس قاعدہ کی پوری تعمیل نہیں کرتے

ومہینے اواقع اگر کاہلی بطور سے اس خاص سبب پر اگر غور کیا کریں تو بہت ہی کم بیمار ہونیکا اتفاق پڑے۔ اگرچہ موسم خود ہمکو کپڑا گرم رکھنے کی مقدار اور اسکا وقت ہر وقت تلقین کرتا رہتا ہے۔ مگر افسوس کہ تسپر بھی ہماری الغرضی سے پرواہی اور کاہل وجودی بے اعتدالی پوشاک کا ناحق بنا ہی دیتی ہے جسکا کہ ثبوت بخار کھانسی۔ زکام درد پسلی وغیرہ کا ہے قبض۔ اسہال پیچش۔ قولنج وغیرہ وغیرہ امراض ہیں جو کہ اوسط اور اعلے درجہ والوں کو بھی باوجود ہر قسم کی آرام و آسائش۔ غذا۔ پوشاک اور مکان کے اس قسم کے امراض کا کہ جنکا پیدا ہونا صرف سردی اور گرمی کے اثر سے منحصر ہے بیمار بنا دیتی ہے۔ حالانکہ ہر ایک کو لازم ہے کہ اپنے جسم کو موسم کی سردی اور گرمی سے موافق اسکی رفتار کے بچاوے یعنی جیسے جیسے کہ موسم یا وقت میں تبدیلی واقع ہوتی جاوے ویسے ہی پوشاک میں تبدیلی کرتا رہے۔ بس اسکے واسطے دیکھنے میں آتا ہے کہ ہر ایک موسم میں ہر روز عموماً تین مرتبہ حرارت میں تبدیلی واقع ہوتی ہے یعنی صبح درمیان روز اور شام۔ لہذا ضرور ہوا کہ ان تینوں وقتوں میں حسب حیثیت اپنی پوشاک میں بھی تبدیلی کرے۔ اسیکا نام ذریعہ اعتدالی پوشاک ہے کہ جس پوشاک کو ہم دوپہر یعنی دن گرم ہونے کے وقت پہنتے ہوں اسکو صبح و شام کہ جس وقت خواہ نخواہ ہی کچھ نہ کچھ سردی ہوتی ہے صرف کاہلی کے سبب پہنے پھریں۔ یا جو پوشاک کہ موسم گرما کے لیئے مناسب ہو اسکو موسم سرما میں استعمال کریں۔ یا جو کپڑے کہ گرم ملکوں کے لیئے مخصوص ہوں ان کو برفستان میں پہنیں۔ اور جن کپڑوں کو پہنکر اندر بیٹھے ہوں جہانکہ بہ نسبت باہر کے حرارت میں کمی بیشی ضرور ہوتی ہے باہر نکل آویں اور خصوصاً تبدیلی موسم کے وقت یعنی جاڑوں کے شروع و اخیر میں کہ جب صبح و شام کی بہ نسبت درمیانی حصہ دن میں حرارت کا درجہ زیادہ بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ ویسا گاہے اسی موسم میں یکایک ابر کے آجانے اور ترشح ہو جانے سے ایک ہی دن میں چند بار خلاف از معمول و خیال سردی و گرمی چند بار ہو جاتی ہے۔ تو اس حالت میں انسان کو لازم ہے کہ اول تو جبتک موسم پورا پورا نہ بدل جاوے ہر قسم کے گرم و سرد کپڑے باہر موجود رکھے تاکہ ضرورت کیوقت فوراً استعمال

کیے۔ ورنہ بہتر ہوتے کہ انسان ہمیشہ اس تبدیل موسم کیوقت تو خاصکر جسم کو برہنہ ہی نکھے اور
و دگرمی ہونے او پہنے آنے کے بھی جسم پر ایک فالتو وہشت۔ نمایاں۔ زیادہ بہر ہی مرتی
ضرور ہر وقت رکھو تاکہ سردی کی آفت و صدمات سے نجات ملے۔ ہمیشہ جتنا لباس موٹے اور غف
نکے کرتے استعمال کرنا چاہیے۔ باریک کپڑوں جیسی ململ تن زیب اور ڈوریہ وغیرہ کے کرتے بہتر
ہی نمایاں جیسے کہ اکثر لوگ موسم گرما میں پہنے رہتے ہیں تو وہ گویا برہنہ ہی جسم پر اسو طرح
جسم پر زمہ و سرد ہوا کا اثر ہوکر وہ کچھ نہ کچھ بیمار ضرور رہتے ہیں۔ لیکن یہ سب احتیاطیں
ضر کا ہونا انہیں لوگوں کے واسطے ہے جو ہمیشہ کپڑوں کے عادی ہیں۔ ورنہ غریب اور حیثیت
ناس جو ہمیشہ برہنہ پھرتے ہیں تو ان کو سرد و گرم موسم میں چنداں نقصان نہیں ہوتا۔
اور انہیں ایسے ہی وقتوں میں اگر باہر سونیکا اتفاق ہو جاوے تو برہنہ کبھی نہ سووے۔ یعنی
بایں دہشت دیا کرتہ ضرور جسم میں رکھو اور اوڑہنے کو واسطے بھی پورا پورا گرم سامان بستر پر
موجود رہے تاکہ ضرورت کیوقت سردی کہانی نہ پڑے۔ ورنہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ اس خاص
پیدا ہی سے زیادہ تر لوگ بیمار ہوتے ہیں۔ یعنی شروع رات میں ذرا گرمی ہونے کی وجہ کر
ف ایک چادر میں سو جاتے ہیں۔ اور پھر بعد از نصف شب تا صباح باوجود خوب سردی ہونیکے
ی بباعث سستی اسی چادر میں باہر سکڑے پڑے رہتے ہیں تو اسطرح بدن پر سردی کا
اثر ہو جانے سے وہ کم و بیش بیمار ہو جاتے ہیں۔ اور علی ہذا القیاس موسم برسات گرما میں برہنہ جسم
پھرنے یا نہایت باریک کپڑا پہنکر سرد و گرم ہوا اور دھوپ میں پھرنے سے جسم پر سردی اور گرمی
کا اثر ہو جاتا ہے۔ اسواسطے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سردی اور گرمی کے اثر کو علحدہ علحدہ بسبب
رض تکرار دیگر مفصل طور پر بیان کیا جاوے۔

بیان سردی کا

تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے جسم پر بہ نسبت گرمی کے سردی کا اثر ہوکر زیادہ تر بیمار ہونیکا

باعث ہوتا ہے جو کہ ذرا کم ہونیکی حالت میں بظاہر چنداں معلوم نہیں ہوتا۔ مگر غور کرنے سے بالآخر اکثر مرضونکا سردی لگنا ہی سبب نکلتا ہے۔ بہت سے ناواقف اشخاص بباعث بے پرواہی و کاہلی وجودی اور بلالحاظ موسم و وقت گرم کپڑے پہننے میں کوتاہی کر بیٹھتے ہیں۔ یا گاہے کسی ضرورت کے لیئے شبکو سردی کے وقت بغیر از کافی پوشاک بستر سے اُٹھہ کھڑے ہوتے ہیں۔ و یا صبح اور شام کو سرد پانی سے باہر ہوا میں غسل کر لیتے ہیں۔ اور یہی اُنکے لیئے بیماریکا باعث ہو جاتا ہے۔ مگر چونکہ ہر ایک شخص اِن عملوں سے فوراً بیمار نہیں ہوتا۔ لہذا اُن کو اسطریقہ سے سردی کا اثر ہو بیکر بیمار ہونے کا اعتقاد نہیں ہوتا۔ پس اسکے مفصل بیان کے لیئے واضح ہو کہ ہمیشہ سردی کا اثر ہر ایک جسم پر برابر نہیں ہوتا۔ بلکہ موافق مزاج۔ عادت۔ طاقت۔ اور حرارت جسمی کے کم و بیش جلد اور دیر سے ہوتا ہے۔ یعنی ایسا جسم دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتا کہ جس کو سردی سے ذرا بھی حرج نہو۔ البتہ یہہ ضرور ہے کہ جس وسعت کی سردی سے ایک کمزور کو اگر بخار آجاوے تو اُسی درجہ کی سردی سے طاقتور کو بجائے بخار چندے اعضا شکنی و سستی اور تھوڑی دیر کے لیئے زکام و یا ذرا قبض و نفخ شکم ضرور ہو جاتا ہے۔ گو کہ سردی کا اثر تو عموماً تمام جسم پر ہو سکتا ہے مگر زیادہ تر سینہ اور شکم پر سردی لگنے سے آدمی بیمار ہوتا ہے۔ اسواسطے لازم ہے کہ انسان حتے المقدور اِن مقامات بدن کو سردی سے خوب بچاوے اور بغیر از اشد ضرورت بالائی جسم کبھی برہنہ نہو۔ ورنہ ایک ادنے اور عام پیٹ پر سردی لگنے کا اثر یہہ ہوتا ہے کہ جسکو کوئی بھی نہیں جانتا یعنی اُسکی انتڑیاں سُکڑ کر فضلہ کی رفتار میں فرق پڑ جاتا ہے اور انسان اوس روز قبض میں مبتلا ہو جاتا ہے جسکا کہ معمولی وقت پر بخوبی حاجت نہونے اور اجابت خلاصہ نہونے سے ثبوت ہو جاتا ہے۔ بعدہٗ اسیطرح انسان رفتہ رفتہ درد شکم۔ بدہضمی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور اگر ایکدم سے زیادہ سردی پیٹ پر لگجاوے تو قولنج۔ ہیضہ اور گاہے اسہال ہو جاتا ہے۔ اور سینہ پر سردی لگنے سے کھانسی۔ ذات الریہ ذات الجنب وغیرہ امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں چہرہ۔ پیشانی اور سر پر سردی کا اثر ہو جانے سے اکثر تو زکام۔ درد سر اور گاہے سرسام۔ سکتہ اور فالج تک ہو جاتا ہے۔ گردن۔ ریڑھ اور کمر پر

اثر ہونے سے اکثر تو اُن خاص مقامات کا درد اور زیادتی کی حالت میں نصف یا کل بدن کا فالج ہو جاتا ہے۔ اور ہاتھ پیروں میں سردی لگنے سے مرض وجع مفاصل یعنی جوڑوں میں درد ہو جاتا ہے اور خاصکر جن لوگوں کی خون میں آتشک اور سوزاک کا زہر موجود ہو یا وہ کمزور اور غدودی مزاج ہوں تو انکو سردی لگنے سے مختلف عوارض پیدا ہو جاتے ہیں اسواسطے اس قسم کے لوگوں کو زیادہ احتیاط لازم ہے۔

لیکن چونکہ سخت سردی کے دنوں مثلاً دسمبر اور جنوری میں تو ہر ایک شخص ضرور ہی حسب حیثیت گرم کپڑا پہنے رہتا ہے اور احتیاط پر نظر رکھتا ہے و نیز مسامات جسم بھی بند ہوتے ہیں لہذا ان دنوں میں تو بجز غریبوں اور محنتی لوگوں کی دیگر اشخاص اس خاص سبب سے کم بیمار ہوتے ہیں۔ مگر جاڑوں کی شروع و نیز دیگر موسموں میں جبکہ مسامات جسم کشادہ ہوتے ہیں یا ہوا میں سردی اور رطوبت موجود رہتی ہے۔ اکثر بسبب بے احتیاطی و لا اعتنائی بیمار ہو جاتے ہیں و نیز سب سے بڑا موقع سردی کے اثر ہونیکا موسم سرما میں غسل کا کرنا اور نہایت سرد باسی پانی پینا ہے۔ خصوصاً غسل غذا کھانے کے بعد پس چاہیئے کہ انسان حتے المقدور ان سے پرہیز کرے یا احتیاط پر نگاہ رکھے۔

بیان گرمی کا

خاص گرمی کو اثر سے بیمار ہونا تو باعث ناواقفیت و بے احتیاطی بہت ہی کم دیکھنے میں آتا ہے۔ بلکہ ہمیشہ اتفاقاً پایا گیا ہے بلاچاری دھوپ میں پھرنے سے البتہ جسم پر گرمی کا اثر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ انسان شروع حالت میں ہی بوجہ ہونے برداشت گرمی کے خود ہی سرد مقام یا سایہ دار جگہہ تلاش کرکے اپنا تدارک کر لیتا ہے۔ اور اگر ایسا نکیا خواہ وہ عمداً ہو یا جبراً یا اسکو موقع نہ ملا تو اسی التہاب فوراً سخت بخار۔ دردسر۔ سرسام۔ اسہال سے یا لو لگنے کی عارضوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ بہر طور کچھہ بھی ہو۔ مگر برہنہ جسم رہنے و باریک پوشاک پہننے سے اثر گرمی ہی زیادہ ہوتا ہے ورنہ اگر انسان کے جسم پر خاصکر سر۔ سینہ و شکم پر کافی پوشاک ہو تو درحقیقت اسکو گرمی کا اثر

بھی بہت کم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں موسم گرما میں کبھی تنگ تاریک مکان میں بند ہونے یا مجمع کثیر کے ساتھ رہنے دھوپ میں پھرنے و یا گرم ہوا کے لگنے سے بھی لوگ بیمار ہو جاتے ہیں اسلئے اسکا خیال ضروری ہے۔

بیان گرم و سرد کا

یہ جو ایک مرکب لفظ (گرم و سرد) مشہور ہے یعنی گرمی اور سردی دونوں کا اثر ملکر انسان کا بیمار ہونا تو یہ بھی نہایت درست اور ٹھیک ہے۔ حقیقتاً اکثر لوگ بباعث ناواقفیت و یا نہ برداشت ہونے کے خاص اس سبب کو پیدا کر کے بیمار ہو جاتے ہیں۔ مثلاً گرمی کے وقت باہر سے چلکر آنے کے بعد خاصکر کہ جب جسم پسینہ سے تر ہو فوراً سرد پانی سے غسل کر لینا یا سرد پانی شربت یا عرق کیوڑہ و گلاب اور برف پینا۔ یا کسی سرد مکان میں جہانکہ خس کی ٹٹیاں اور پنکھہ لگا ہوا یکدم سے داخل ہونا یا اندر ہو کر کپڑوں کا جسم سے اتار ڈالنا۔ گرم حمام سے یکایک باہر سرد ہوا میں نکل آنا اور سرد مکان سے یکایک برہنہ یا باریک کپڑوں سے باہر گرم ہوا میں نکل آنا وغیرہ وغیرہ دیکھنے میں آتا ہے۔ تو اس طریقہ سے یکدم یکے بعد دیگرے اثر کا ہو جانا نہایت ہی خوفناک ہے۔ انسان کو لازم ہے کہ ہمیشہ اپنے جسم کو اس قسم کے اثروں سے بچاوے اور اگر پیاس کی خواہش ہو تو زیادہ سرد پانی اور برف کے پینے سے احتراز کرے۔ اور خصوصاً جو لوگ کہ موسم گرما میں اکثر برہنہ جسم یا صرف ایک باریک ململ کا کرتہ پہنے رہتے ہیں تو اُن کو برف سے ضرر ہی نقصان پہونچتا ہے۔ اور موسم گرما میں باربار سرد پانی سے غسل کرنے اور طرح بطرح کے سرد اجزا و شربت وغیرہ بکثرت استعمال کرنے یا بستر تر کرنے اور چادر بھگو کر اوڑھنے۔ و یا برف کے پانی سے تولیہ بھگو کر مونہہ اور چھاتی پر ڈالکر سو جانے وغیرہ وغیرہ افعال سے بہت ہی احتیاط کرنا چاہیئے۔ ورنہ بدہضمی قبضیت۔ زکام۔ کھانسی۔ بخار۔ خناق۔ ذات الجنب۔ درد کمر تو گویا اسکا ادنے نتیجہ ہے۔ اور سخت حالت میں تو سکتہ جنون اور فالج تک ہو جانے کا خوف ہے۔ اور تمام جسم

کے پٹھوں کا کمزور ہونا و پاؤں میں درد کا ہونا تو ایک عام بات ہے یہی نوراً ہی ہوجاتا ہے جو کہ بڑی کوشش کر اور علاج کے بعد مشکل سے جاتا ہے۔

بیان بےاعتدالی افعال و حرکات اعضا

ہر ایک عضو جسم کو اُسکے کام کے لیے اگر اعتدال کی ساتھ حرکت دیجاوے تو وہ صحیح سالم اور تندرست رہتا ہے اور برخلاف حالت میں تو اُس خاص عضو ہی پر کیا منحصر ہے بلکہ بعض مرتبہ اُسکے سبب سے تمام جسم میں مختلف عوارض پیدا ہو جاتے ہیں یعنی اگر کسی عضو کی اُسکی اپنی طاقت سے زیادہ کام لیا جاوے تو وہ تھک کر سست ہو جاتا ہے اور اگر کم کام لیا جاوے تو وہ رفتہ رفتہ سست اور کمزور ہو جاتا ہے۔ لہذا لازم ہے کہ انسان اپنے ہر ایک عضو کو ہمیشہ متحرک رکھے۔ اور یہانتک اُس سے کام لے کہ جسکو وہ آسانی سے ساتھ برداشت کر سکے۔ جیسا کہ کہیں۔ اور ضد کے سبب کسی عضو سے برابر زیادہ کام لینا گویا اُس عضو کو بیکار کرنا ہے۔ علی الخصوص رئیس اعضا رئیسہ کا زیادہ خیال رہے کیونکہ ان میں سے تو ایک تھوڑی سی بات کے تھک جانے سے ہی بہت نقصان متصور ہو جاتا ہے۔ بعض مرتبہ کسی کو زیادتی کا اُن سے اعضاء رئیسہ پر زیادہ زور پہونچتا ہے مثلاً زیادہ پڑھنے و لکھنے سے دماغ پر اور زیادہ دیکھنے سے آنکھ پر اور زیادہ چلا کر پڑھنے اور گانے سے گلے اور پھیپھڑہ پر۔ زیادہ بھاگنے اور کودنے سے دل اور پھیپھڑہ پر تو ایسی وقت میں اعتدال کا زیادہ لحاظ رہنا چاہئیے۔ ہاتھ اور پیروں کی زیادہ محنت اور مشقت بجز چند منٹ تک رہ جانے کے چنداں نقصان دہ نہیں ہے۔ یعنی انکو جسقدر دیر تک اور اعتدال کے ساتھ حرکت دیجاوے اُسیقدر وہ صحت جسم کیلئے مفید ہے۔ کیونکہ ہاتھ پیروں کے ہلنے سے قریب قریب کل اعضا میں حرکت ہوتی ہے۔ جس سے کہ خون کی گردش جسم میں تیز ہوکر کھانا زیادہ کھایا جاتا ہے۔ اور قوت ہاضمہ بھی بڑھجاتی ہے۔ جسکا کہ نتیجہ ہر قسم کی طاقتوں کا بڑھنا ہے۔ مگر دیکھنے میں آتا ہے کہ زیادہ تر لوگ اسی میں ہی کاہلی کرتے ہیں خصوصاً اور متوسط درجہ کے آدمی تو خاص اسی سبب یعنی جسمی ریاضت نہونے سے بیمار ہوتے ہیں۔

جنمیں سے بعض تو اپنے ذمہ کے کاروبار کے باعث ہو کر صرف بیٹھے رہنے سے ہوتا ہے (ایسے لوگ اکثر پیشہ ور بھی داخل ہیں) اور بعض کاہل یا مجبوری کے سبب ہاتھ پیروں کو بخوبی حرکت نہ دیکر سستی سے تمام اعضا اور جسم کو سست اور کمزور بنا لیتے ہیں۔ ادنے درجہ کے انسانوں کو کہ جو اپنے معمولی کاروبار محنت و مشقت میں دن بھر پھرتے رہتے ہیں۔ ریاضت جسمی کی کچھہ حاجت ہی نہیں۔ بلکہ یہہ تو خاص بالا درجہ کے لوگوں۔ بیفکری سے معاش پانے والوں۔ ویا ایسے پیشہ وروں کے لیے ہے کہ جنکا کام بیٹھے رہنے سے ہوتا ہے۔ پس اس قسم کے لوگوں کو لازم ہے کہ اپنی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے سو کام چھوڑ کر اور بہیں حرج تک کرکے ریاضت ضرور کیا کریں۔ ورنہ ہمیشہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ایسے آدمی یعنی جو کہ ریاضت جسمی نہیں کرتے اکثر دائم المریض رہتے ہیں اور مفصلہ ذیل علامات ویا امراض کے ہر وقت بتلا رہتے ہیں۔ سوء ہضمی۔ قبضیت۔ بواسیر۔ کمزوری دماغ۔ کمزوری دل۔ ضعف باہ۔ جریان۔ جسم کے پٹھوں اور جوڑوں میں درد کا ہونا۔ کم خوابی۔ شکم کا بڑہجانا وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ اسکے واسطے بہتر یہہ ہے کہ اول تو خاص خاص وقتوں پر اپنے گہروں میں علی الصباح یا کہانے کے قبل کچھہ ورزش بطور مگدر اور ڈنڈ کر لیا کریں۔ مگر یہہ بلاناغہ اور ہر روز ہونا چاہیئے۔ ورنہ پیدل قدمی ایک مناسب اور بہتر طریقہ ہے یعنی صبح و شام دو وقتہ ہوا کہانے ویا بطور سیر گہومنے کے لئے ضرور جایا کریں۔ اور اگر یہہ دو عمل ہو سکیں تو نور علی نور کیا ہی عمدہ بات ہے۔

بیان قواعد ورزش

جسم کو خوبصورت اور گول مضبوط اور مستعد بنانے اور نیز صحت کو قائم رکھنے کے لئے ورزش کا کرنا بھی اکسیر اعظم کا حکم رکھتا ہے۔ خصوصاً ان حضرات کیواسطے کہ جنکے ذمہ کوئی خاص جسمی مشقت نہو۔ چنانچہ اسکے لیے سب سے بہتر اور مناسب وقت قبل از کہانا کہانے کے شام کا وقت خیال کیا گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی بہ لاچاری صبح کا وقت مقرر کر لیوے۔ تو کچھہ مضایقہ نہیں مگر یاد رہے کہ ہمیشہ یہہ کام لنگوٹ باندہ کر اور کپڑے جسم سے اتار کر سب سے علیحدہ آہستہ کرنا چاہیئے۔ جسکے واسطے کم از کم پاؤ گہنٹہ سے نصف گہنٹہ تک کا عرصہ کافی ہر

اور نیز ہر قسم کی ورزشوں سے بہتر و آسان طریقہ مگدر ہلانیکا ہے اور اگر اسکے ہمراہ قلیل المقدار میں ڈنڈ اور بیٹھک بھی ہو جاویں تو چنداں حرج میں داخل نہیں ۔ مگر بعد ورزش کرنے کے فوراً پانی پینے سے ہمیشہ احتراز رہے ۔ ہاں اگر پیاس کا غلبہ اور کہانا کہانے میں کچھہ دیری ہو تو بعد از ورزش کچھہ دودھ یا شوربا پی لینا چاہیئے ورنہ سب سے بہتر تو یہہ ہے کہ بعد از ورزش جبکہ پسینہ خشک ہوکر سانس درست ہو جاوے تو طعام تناول فرماویں ۔

بیان قواعد چہل قدمی و ہواخوری ۔ اسکو تو ہر کوئی جانتا ہے کہ اصطلاح میں چہل قدمی تو اوسیکو کہتے ہیں کہ جب انسان اپنے مکان کے سامنے یا صحن مکان اور باغ کی روشوں میں ایک تھوڑے عرصہ کے لیئے آہستہ آہستہ ٹہلتا رہے ۔ جو کہ خاص عورت پردہ نشین یا دلگیر یا نازک مزاجوں بیماروں ۔ اور پابند لوگوں کے لیئے ہے ۔ اور ہواخوری اُسکو کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایک میل سے چار میل تک ذرا تیز رفتاری کے ساتھہ باہر چلنے پہرنے کے لیئے جاوے ۔ یہہ طور ہر ایک انسان خاصکر اُن لوگوں کو کہ جو تمام دن بند کمرے میں دن بھر روحی محنت یا اس قسم کے کاروبار کرتے ہیں کہ جنہیں اُن کو ہر وقت بیٹھا رہنا پڑتا ہے لازم ہے کہ صبح و شام کم از کم دو میل گہومنے پہرنے اور ہوا کہانے کے لیئے جایا کریں ۔ لیکن خواہ یہہ گہومنا شہر میں ہو یا جنگل میں ۔ بازار وغیرہ میں ہو یا باغوں میں چاہیئے کہ ہر حال میں مفصلہ ذیل اصولوں کو ہاتہہ سے نہ دیں ۔ اول تو بشرط موقع ہر روز علحدہ علحدہ جوانب جانا چاہیئے ۔ دوم رفتار میں ہمیشہ اعتدال پر نگاہ رہے ۔ سوم موسم سرما میں سخت سردی کے وقت کو بچا کر خوب احتیاط کے ساتھہ گرم کپڑے پہنکر خصوصاً گلا سینہ اور پیٹ کو خوب پوشیدہ کرکے حتے المقدور درختوں اور مکانات کے آڑ کیجانب سے جایا کریں ۔ چہارم دریائی اور گرم موسم میں ذرا ٹہنڈے وقت کھلے ہوئے میدانوں اور باغوں میں جانا مناسب ہوتا ہے ۔ مگر تر موسم ہونے کیحالت میں (کہ جب بباعث طپش آفتاب زمین سے بخارات نکلتے رہتے ہیں) اکثر خشک مقاموں میں ٹہلنا چاہیئے ۔ خصوصاً شام کے وقت ہاں البتہ صبح کیوقت باغات تر اور سرسبز زمینوں کی جا جانے سے کچھہ حرج نہیں ۔ پنجم عفونت دار اور میلے

مقامات کیطرف جانیسے ہمیشہ احتراز رہے۔

بہرطور صبح وشام کے ٹہلنے سے چند فائدہ متصور ہیں۔ اول تو جسم میں مضبوطی آتی ہے دوم کہانا خوب ہضم ہوتا ہے۔ سوم تازہ اور صاف ہوا جو کہ صحت قایم رکہنے کے لیے بہت ضروری ہے کہانیکو ملتی ہے چہارم طبیعت کو فرحت حاصل ہوتی ہے پنجم مختلف اقسام کی اشیا شجر و حجر و شمر انسانات اور حیوانات کو دیکہکر صانع حقیقی کی حکمتیں اور قدرتیں دل میں جاے گیر ہوتی ہیں اور جو کہ امرا اور خوشحال لوگ ہیں تو وہ ہوا خوری کے لیئے سواریوں میں جا سکتے ہیں۔ مگر تاہم اُن کو ایک وقت خاص دیا کچہہ فاصلہ کے لیئے پیدل ہوا خوری کو ضرور جانا چاہئے۔ کیونکہ سواری میں ورزش جسمی کم ہوتی ہے۔ بجز گہوڑے کی سواری کے بشرطیکہ تیز گام چلایا جائے۔

بیان از حد خوشی رنج و فکر اور خوف

تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر حالتوں میں بغیر شمول دیگرے انسان صرف انہیں اسباب کی طفیل سے ہی بیمار ہوجاتا ہے۔ اگر انکے ساتھ کوئی دوسرا سبب بہی شامل ہوگیا تو مرض بہت جلد ترقی پاکر حالت خوفناک پیدا کردیتا ہے۔ بڑا اثر ان اسباب کا اول دل پر ہوتا ہے۔ جس سے کہ دل کی حرکت اور رفتار خون میں بہت بڑا فرق پڑجاتا ہے یعنی وہ غیر منتظم ہوجاتی ہیں۔ بایں جہہ تمام جسم خصوصاً اعضاء رئیسہ کی بخوبی پرورش نہونے سے ہر ایک عضو کمزوری اختیار کرنے لگتا ہے۔ مگر شروع میں سینہ کی تنگی و گرانی دل کا درد اور دہڑکی بہوک کا اڑجانا۔ ہاضمہ میں فتور آنا اور طبیعت کا سست ہونا محسوس ہوکر یکایک یا رفتہ رفتہ اعضاء اندرونی میں خون کا اجتماع ہوجاتا ہے جس سے کہ مختلف امراض مثلاً سکتہ۔ جنون۔ مرگی۔ فالج۔ تپ دق۔ سل۔ ذات الجنب دُبیل کبد۔ ضیق النفس۔ قے الدم۔ بدہضمی۔ دردسر۔ خفقان۔ امراض قلب وغیرہ وغیرہ ہوجاتے ہیں۔

خوشی کو بہی جو کہ مرض کا باعث لکہا گیا ہے تو اس سے عام اور اوسط درجہ کی خوشی

مراد نہیں ہے جو کہ ہر حالت میں اچھی اور مرضوں کی دور رکھنے والی ہے۔ بلکہ حد سے زیادہ دق کا ہونا مراد ہے جب کہ ایک تغیر زبانی شبینہ کا اختلاج ایک دم سے امیر ہو جاوے یا جس بیٹے ذی عنہا شئے وہ جس کے ملنے کی امید تک نہ ہو ہاتھ لگ جاوے تو اکثر حیرہ بعض اشخاص حد درجہ کی خوشی کی برداشت نہ لا کر یا تو وہ ایکدم سے حرکت قلب بند ہو کر مر جاتے ہیں اور یا کسی اعضاء اندرونی میں احتماع خون ہو کے یا صرف دل ہی پر قدر آنے سے وہ بیمار ہو جاتے ہیں اور یہی حال رنج اور خوف کا اثر بھی بھی ہوتا ہے جیسے کہ بیٹے ... بعض اوقات میں سخت سے انتقال سے ہر و فکر کا انہیں سے ہٹ نہ پا جاتے کی جیسا کہ بعض اشخاص کی عادت ہوتی ہے کہ وہ خواہ مخواہ ذرا ذرا نقصان اور خفیف یا بے اصل امورات و خلاف طبع کاروائی پر حد درجہ کی غور و فکر تردد اور رنج کیا کرتے ہیں اس سے کہ حسب سیہ او نکر انسان کی صحت کو سخت مضرت پہنچتی ہے اگر رنج کے سبب سے مرض کا پیدا ہونا مرد کو تھا ذرا نادر اور عورات خصوصاً پردہ نشینوں کو زیادہ تر دیکھنے میں آتا ہے کیونکہ اول تو یہ فرقہ اکثر نازک اور اعصابی مزاج کا ہوتا ہے۔ دوم گھروں کے اندر رہنے سے ان کا غم غلط نہیں ہونے پاتا۔ سوم باعث زیادتی محبت اولاد و ناموافقت مزاج خاوند و سسرال والوں کے اور گاہے بوجہ سوکن عورتوں کو رنج کرنیکا اتفاق زیادہ ہوتا ہے اسواسطے وہ ذرا ذرا رنج و فکر کے سبب اکثر بیمار ہو جاتی ہیں اور اس قسم کے مرض کی ہی کچھ ایسی عجیب علامات ہوتی ہیں کہ جس سے علاوہ مریض اور تیمار داروں کے حکیم بھی دق ہو جاتے ہیں یعنی بیماری کا خاص پتہ لگتا ہے اور نہ مریض رو بصحت لاتا ہے۔ کیونکہ سبب دور نہیں ہوتا۔ لہذا عورات کی بیماریوں میں اس قسم کے سبب کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے ورنہ تمام محنتیں رائگان جاتی ہیں۔

بیان استعمال اشیاء مسکرات و سمی

نشہ آور چیزوں کی استعمال کی خرابی کا بیان تو مقالہ دوم میں ہو چکا ہے ملاحظہ فرمالیں اور اشیاء سمی سے مراد مختلف کشتہ جات اور سنکھیا وغیرہ ہیں۔ مثلاً کشتہ شنگرف کشتہ ہیں کشتہ ہڑتال

وسنکھیا ۔ رسکپور ۔ دانکھلنا ۔ گندھک ۔ فاسفورس وغیرہ وغیرہ ۔ اگرچہ بہت سے اطبا اور اس قسم کی ادویات کی قسم کو دیتے ہیں ۔ اور حکیم اکثر اوقات انکا استعمال ہی کرتے ہیں ۔ لیکن جہانتک ہو سکے ان سے دور ہی رہنا بہتر ہے ۔ بجز کسی خاص حالت کے جب کوئی حکیم حاذق انکا استعمال نہایت ہی کم مقدار میں تھوڑے عرصہ تک ضروری سمجھے ۔ کہ برخلاف اسکے عطائیوں کی جماعت ہر ایک عام و خاص بیماری ضعف باہ و بلوغ نفسانی کے لیے مناسب و غیر مناسب حالت اور حالت میں ایک عرصہ تک استعمال کرتے ہیں جو کہ نہایت ہی خطرناک اور مضر ہے ۔ اللہ تعالیٰ بچاوے ان چیزوں کے استعمال سے ۔ اول تو بڑے بڑے حکیم حتی المقدور ایسے اجزا کا استعمال ہی نہیں کرتے اور جو کہ کرتے ہی ہیں تو نہایت احتیاط سے کرتے ہیں کیونکہ اس قسم کی اجزا کا نقصان بہ نسبت فائدہ کے زیادہ سخت اور دیرپا ہوتا ہے ۔

بیان غلاظت اور کثافت کا

غلاظت جسمی یعنی بدن کو میلی حالت میں رکھنا ہی ایک خاص سبب بیماری پیدا ہونے کا ہوتا ہے ۔ بلکہ چند امراض تو ایسے ہیں کہ وہ خاص اسی سبب یعنی غلیظ و کثیف رہنے سے ہی پیدا ہوتے ہیں انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے بدن کو صاف اور پاک حالت میں رکھے ۔ علاوہ ازیں رہنے کا مکان اور تن کے کپڑے بھی صاف رہیں کہ اس طرح انسان ظاہر میں بھی اچھا معلوم ہوتا ہے اور بہت سے امراض سے محفوظ رہتا ہے ۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض اشخاص باوجود حیثیت دار ہونے کے بھی بباعث بدانتظامی و کاہل الوجودی اپنے گھروں کپڑوں اور جسم کو صاف حالت میں نہیں رکھ سکتے ۔ اور بعض آدمی باوجود غریب محتاج ہونے کے اپنے رہنے کے مقام جسم اور کپڑوں کو ایسا صاف رکھتے ہیں کہ باید شاید ۔ ہر طور مکان اور جسم کو میلا رکھنے ۔ میلے پانی سے غسل کرنے اور پوشاک کو صاف نہ رکھنے سے مفصلہ ذیل امراض پیدا ہوتے ہیں ۔ مختلف مقامات جسم میں پھوڑے پھنسیاں اور زخم ہونا متعدد اقسام

کے امراض جلدیہ داد اور کھجلی وغیرہ کا ہونا ۔ ہمدان بچپنے ۔ آنکھوں کا دکھنا اور کانوں کے صاف نہ کرنے سے ۔ دکان بہنا و بہرا ہونا و صاف نہ کرنے سے منہ ہونکا گلنا اور دانتوں کا قبل از وقت گر جانا وغیرہ ظہور میں آتا ہے ۔ لہذا ہر ایک کو لازم ہے کہ ہمیشہ غسل کرکے اپنے تئیں صاف رکھے و مخصوصاً پوشیدہ مقامات جسم اور ہر موسم خصوصاً گرمی میں بوجہ رفت مختلف رطوبات کا زیادہ خیال رہے ۔ ہونہ ان مقامات میں بوجہ گرمی اور موٹے کپڑے کی ہو نیکی اور صاف حالت میں ہونا ضروری ہے ۔ و واسطے صفائی اندر اپنے جسم اور رشتہ کے مقام کو جسم ترکی و عفونت سے پاک رکھے ۔

نوٹ غسل ۔ اگر غسل کی عادت رکھنا کو پاک کرنے والا ہے تو دور رکھنا یا نشہ لینا یا قابل اعتدال کے ساتھ کیا جاوے ۔ ورنہ برخلاف حالت میں نوبت ہے صرف غسل کرنا ہی بیماری کا باعث ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ خواہ کوئی بھی موسم ہو نہ تو بہت تیز گرم پانی سے نہانا چاہئے نہ سرد بلکہ درمیانی درجہ کی حرارت والے پانی سے جیسا کہ موسم ہو یا جیسی کہ تاب ہو پانی سے نہانا چاہئے ۔ بہت گرمی والے بچکر نہانا چاہئے اور اگر تھکاوٹ یا سختی حالت میں اس درجہ کا گرم پانی نہ مل سکے تو بہر حال اتنا ضرور خیال رکھے کہ غسل ہمیشہ کمرے کے اندر اور ہوا سے بچاکر کیا جائے ۔ خواہ جس خواہ کیسی ہی موسم اور سرد پانی ہی ہو مگر چنداں نقصان نہیں کرتا ۔ ہاں البتہ اور موسم میں باہر نہانا خواہ گرم پانی ہی سے کیوں نہ ہو البتہ مضر ہوتا ہے جیسا کہ موسم سرما میں باہر نہانے سے انسان اکثر بیمار ہو جاتا ہے ۔ اسیطرح گرم موسم میں بھی باہر نہانے سے گرم و سرد کا اثر ہو کر بیمار ہونیکا خوف رہتا ہے ۔ بلکہ حکمت کی رو سے تو موسم سرما میں بھی سرد پانی سے کمرے میں نہانا چنداں مضر نہیں جیسا کہ گرمیوں میں سرد پانی سے نہانا نقصان کرتا ہے ۔ کیونکہ اس موسم میں بدن کے تمام مسامات کھلے ہوئے رہتے ہیں اور خاصکر جسم پسینہ سے نم ہونیکی حالت میں تازہ دریا سے سرد پانی کے نہانے سے کہ جس سے خشکی آجاوے بڑی احتیاط کرے ۔ دوم یہہ بھی لحاظ رہے کہ ہمیشہ جلد نہاوے یعنی زیادہ عرصہ تک جسم برہنہ نہ رکھے اور بعد از غسل فوراً ہی بدن کو خشک کرے اور کپڑے پہن لیوے ۔ سوم

دن میں یا رات میں اُٹھ اُٹھکر بار بار نہانا یہ بھی نہایت مضر ہے کہ اسطرح خواہ کیسا ہی گرم موسم ہو ہنگام وغیرہ ہو کر بخار آجاتا ہے اور گاہے گرم و سرد کا اثر ہو جانے سے بدن کے پٹھوں پر بڑا سخت اثر پہونچتا ہے۔ موسم سرما میں تو ہفتہ میں ایک یا دو مرتبہ غسل کرنا بس ہے۔ گر موسم گرما میں ہر روز ایک یا دو مرتبہ تک مضایقہ نہیں۔ چہارم بعد غسل کرنے کے بعد اگر باہر نکلنا ہو تو پوری اور کافی پوشاک پہنکر نکلے ورنہ ایک کپڑے سے تو جسم ضرور پوشیدہ کر لیوے نہ جیسا کہ بعضوں کا دستور ہے کہ نہانے کے بعد ہر حالت میں ننگے بدن ادہر ادہر باہر سرد و گرم ہوا میں پھرتے اور بال سوکھانے رہتے ہیں۔ یا پنکھے کے نیچے سو جاتے ہیں۔ تو ایسے طریقہ کے نہانے سے بجائے فائدہ کے نقصان متصور ہو جاتا ہے۔ اور حمام کرنا مہینے میں ایک مرتبہ جسم کے تمام رگ و پا کو طاقت دیتا ہے اور صحت کو بڑھاتا ہے۔ خاصکر جبکہ درمیانی درجہ کے موسم میں وہ حمام کیا جاوے اور با قاعدہ کیا جاوے۔

بیان امراض متعدی کا

یہ وہ امراض ہیں کہ جو برخلاف دوسرے امراض کے دوسرے اشخاص کے جسم میں حلول کر کے اُن کو بیمار بنا دیتے ہیں۔ یہ امراض بخلاف طریقہ کے انکی دو قسمیں ہیں۔ اول وہ کہ جو تنفس کے ذریعہ سے صحیح جسم میں سرایت کر جاویں یعنی بغیر لمس کرنے کے صرف ہوائی تنفس مریض و دوسرے ہو نہیں تنفس کرنے کے ہوا داخل ہونے سے پیدا ہو جاویں جو کہ مریض کے قریب جاتے اور رہتے ہیں تو کم تاثیر دیا کرتا ہے زیادتی کی حالت میں مریضوں کی تنفس سے تمام محلہ بستی اور شہر کے لوگوں کو بھی اثر پہنچ سکتا ہے دوم وہ جو کہ مریض کے جسم کے چھونے سے اسکی زہریلی رطوبت صحیح جسم میں کسی صورت سے سرایت ہو کر وہ مرض لاحق ہو جاوے۔ چنانچہ قسم اول امراض کے لئے جو شروع میں تو قدرتی وبا یا کسی دیگر سبب مثلاً خراب آب و ہوا وغیرہ سے پیدا ہو کر بعد کو ایک سے دوسرے جسم میں تنفس کے ذریعہ سے ہوتی رہتے ہیں ابھی تک حکیموں کا پورے طور پر اتفاق نہیں ہے۔ مگر تاہم ہر ایک کو احتیاط کرنا لازم ہے

اور خصوصاً ایسے مریضوں سے زیادہ خلا ملا رہنے و یا ایک ہی برتن میں کہانے پینے سے تو بدرجہ اعلیٰ پرہیز کرنا لازم ہے اور وہ امراض یہ ہیں۔ چیچک۔ خسرہ۔ وبائی زکام و کہانسی (انفلوائنزا) ہیضہ۔ خراب قسم کا وبائی بخار۔ پس انسان کو چاہیے کہ جس مقام و بستی میں وبائی امراض کا ہونا معلوم ہو جاوے تو حتی المقدور بلا اشد ضرورت اسطرف جانیکا ہرگز ہرگز قصد نکرے۔ (چیچک خسرہ کا اثر خاصکر بچوں پر زیادہ ہوتا ہے) اور اگر قضاکار اپنی ہی بستی یا خویش و اقارب میں مرض شروع ہو جاوے۔ اور مریض کے پاس جانے ہاتھ سے چہونے خدمت کرنے و یا اس قسم کی نماز و غسل دینے کا اتفاق ہو تو پوری پوری احتیاط کر کے اپنے بدن کی صفائی اور کہانے پینے میں بہت بڑا لحاظ رکھیں یعنی اپنے برتن مریض سے علیحدہ رکھیں۔ کہانا مریض سے دور ہو کر یا علیحدہ مکان میں کہائیں ہر مرتبہ بیمار کو چہونے کے بعد ہاتھ منہ خوب صاف کریں۔ حتے الوسع مریض کے مونہہ کے سامنے اپنا مونہہ نہ لیجاوے یعنی اسکی ہوا تنفس سے اپنے تئیں بچاوے اور بوقت زیادہ ضرورت کے غسل کریں۔ اور کپڑے تبدیل کرتا رہے اور نیز ایسے مریض کی جسمی رطوبات مثلاً بہجانہ۔ قے پیشاب۔ پسینہ اور تہوک وغیرہ سے بہی خوب احتیاط کریں کیونکہ انسے بہی سمیت کے اثر ہونیکا پورا پورا شبہ ہے۔ علاوہ ازیں بہجانہ و پیشاب ایسے مریض کا ہمیشہ دفن کرانا چاہیے۔ اور رطوبت آلودہ کپڑوں اور اسباب کو بالآخر جلا دینا لازم ہے۔

عام احتیاطیں برائے قسم اول امراض

وبائی امراض خصوصاً ہیضہ جبکہ کسی مقام پر پیدا ہو جاوے تو وہاں صفائی کا زیادہ لحاظ رکہنا چاہیے۔ اور اگر کسی خاص عفونت دار مقام یا شئے کا پتہ لگجاوے کہ جس سے ایسی بیماریوں کے پیدا ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ یعنی اگر کسی بدبودار گڈہے و چہچہے بے استعمالی کنوئیں کہ پانی والی عفونت دار تالاب۔ یا کوئی مقام جائے ضرر رسیدہ۔ کوڑی یعنی مجمع کہات و یا کوئی مردہ حیوان وغیرہ کا پتہ لگجاوے تو اسکو فوراً بند کرنے کا بندوبست کریں۔ اور اگر کسی خاص غذا اور پہلوں کے کہانے و یا خراب پانی پینے سے ہونیکا شبہ ہو تو معاً اسکو ترک کرا دیں۔ اور چونکہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اس قسم کے امراض اکثر تبدیلی موسم کے وقت پیدا ہوتے ہیں یعنی گرمی کے شروع یا اخیر میں کہ جس وقت خواہ مخواہ ہر ایک شخص کے خون کی رفتار میں تبدیلی ہونیکی وجہ سے ہر ایک عضو خصوصاً آلات ہاضمہ میں فتور ہوتا ہے۔ تو ایسے وقتوں میں کہانے اور پینے

نہایت درجہ کی احتیاط درکار ہے ثقیل اغذیہ مثلاً باسی کھانا۔ پھل و میوجات۔ شیرینی وغیرہ سے بالکل پرہیز رکھنی چاہئے کہ معمولی خوراک میں بھی ذرا اسکی پر نظر رہے۔ علاوہ ازیں حتی المقدور دھوپ میں پھرنے اور زیادہ محنت کرنے سے احتراز کرے بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ اس موسم کے آنے سے ایک مہینہ پیشتر ہی سے ہر ایک قسم کی احتیاطیں شروع کیجاویں۔ مثلاً تمام کنوئیں۔ بدررو۔ اور گندہ نالے معہ دیگر مختلف عفونت دار و میلے مقامات صاف اور درست کرا دئے جاویں وغیرہ وغیرہ۔

قسم دوم امراض وہ ہیں کہ جو مریض کے جسم کو چھونے یعنی اسکی زہریلی رطوبت کے صحیح جسم میں سرایت کرنے سے ایک سے دوسروں کو ہوجاتے ہیں **وھوھذا** آتشک۔ سوزاک مختلف امراض جلدیہ خارش داد وغیرہ جذام۔ پاگل کتے کا کاٹا ہوا و دیگر زہر آلود زخم اور بعض چیچک کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں۔ بہرطور ان امراض کے متعدی ہونے میں ظاہر اسکو شبہ نہیں ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے۔ بلکہ بعض کا اثر تو ظاہر من الشمس ہے اور برابر جاری بھی ہے۔ مگر تاہم پورے طور پر جسم میں داخل ہونے یا انسے بچنے کی احتیاط کرنے سے چونکہ ہر ایک ماہر نہیں۔ لہذا مجملاً واضح ہو کہ یہ امراض بھی موافق قسم اول کے شروع میں کسی بیرونی زہریلی مادہ حیوانی۔ نباتی کے جسم میں جذب ہونے سے ہوجاتے ہیں۔ بعدکو ایک سے دوسرونکو ہوتے رہتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ یہ امراض صرف مریض کے جسم کو چھونے سے نہیں ہوتی۔ بلکہ مریض کے جسم کی رطوبت یا خون جو کہ درحقیقت زہر آمیز ہوتا ہے صحیح جسم کے اندر جذب ہونے سے دوسرونکو ہوجاتے ہیں۔ اور یہ جذب ہونا اکثر تو اسطرح پر ہوتا ہے کہ جب کبھی اس قسم کے مریض کی کوئی رطوبت کسی دوسرے صحیح جسم کے خراشیدہ مقام یا زخم پر لگ جاوے۔ تو وہ اس میں جذب اور خون میں شامل ہوکر دوسرے شخص کو اسی مرض کی کیفیت پیدا کردیتا ہے۔ مگر کبھی اسطرح بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ یہ رطوبت نرم مقامات جسم میں صرف مساموں کے رستہ جذب ہوجاتی ہے۔ مثلاً جیسا کہ بعض مرتبہ انگلیوں کے درمیان کے مقامات بغل اور چدے کی کھال۔ ہونٹ زبان اور اعضاء مخصوص کی نرم جلد وغیرہ میں دیکھا جاتا ہے تو گویا کہ نرم مقامات جسم پر اگرچہ خراش اور زخم بھی نہو تو اس قسم کی رطوبت کے جذب ہونے کا خوف ہوتا ہے۔ لہذا

ہر ایک انسان کو لازم ہے کہ اپنی صحت قایم رکھنے کے لیئے ایسے مریضوں سے اپنا جسم علیحدہ رکھے۔ بلکہ احتیاط تو یہاں ہے کہ ایسے لوگوں سے خلا ملا رہنا اور ساتھ کھانا و پینا تک نکرے کہ مبادا اُسکے جسم کی رطوبت کا اثر اپنے جسم پر نہ آجاوے جذامی اور دیگر اسی قسم کے مریضوں کہ جنکے اکثر حصہ جسم میں زخم - آبلہ اور دھبے وغیرہ موجود ہوں ہمیشہ ہر ایک شخص پرہیز کیا کرتا ہے۔ مگر ان سوزاک اور آتشک والے مریضوں سے کہ جنکی ظاہرا صحت اچھی ہو و یا بجز اعضا مخصوص جسم پر کہیں نشان نہوں باوجود معلوم ہونے کے بھی اُن سے کوئی پرہیز نہیں کرتا حالانکہ اس حالت میں بھی ضروری ہے۔ کیونکہ گاہے ممکن ہے کہ ایک آتشک کا مریض کہ جسکے ظاہر جسم میں کوئی علامت مرض کی نہ پائی جائے مگر اُسکے مونہہ اور لبوں کی اندر کیجانب زخم موجود ہوں جو کہ اکثر ہوتا ہے اور وہ کسی کے یہاں آبخورہ سے پانی پیئے جس سے کہ اُسکے زخم کی رطوبت آبخورہ میں لگ جاوے۔ اور اسکے بعد دوسرا شخص (کہ جنکے لبوں میں کسی دیگر سبب سے خراش ہوا ہو و یا کوئی زخم موجود ہو جو کہ گاہے سوء ہضمی کے سبب صفراوی مزاج والوں کو ہو جاتے ہیں) اُس آبخورہ سے پانی پیلیوے تو وہ رطوبت اُسکے جسم میں سرایت ہو کر علے قدر مراتب ضرور سمیت اور خرابی پیدا کریگی۔ بلکہ بعض مرتبہ تو یہہ شخص بالکل آتشک والونکے موافق مریض ہو سکتا ہے اور یہہ جو عوام میں مشہور ہے کہ آتشک والے مریض کے پیشاب پر پیشاب کرنے یا اُسپر صرف گذر جانے سے ہی یہہ مرض ہو جاتا ہے تو یہہ در اصل کسی ناصح کا احتیاطاً قول ہے۔ یعنے گویا کہ اس قسم کے مرض والونسے یہانتک بچنا چاہیئے کہ جہاں پر وہ بول براز کرتے ہوں تو وہاں بھی نہ جائے کہ مبادا کسی سبب سے اُن کے زخموں کی رطوبت کا اثر دوسرے صحیح جسموں میں نہو جاوے۔ جیسا کہ بعض مرتبہ ممکن ہے کہ جس ڈھیلہ سے آتشک و سوزاک والے شخص نے استنجا کیا ہوا اور اُسی ڈھیلہ سے کوئی دوسرا شخص استنجا کر لیوے کہ جسکے مقام مخصوص پر کوئی خراش ہو و یا کسی ہجی سے کہ جسمیں آتشک والیکا مواد لگا ہو دوسرا کوئی شخص اپنے پھوڑے و پھنسی و زخم کے مقام کو صاف کرنے لگے تو اسطرح سے ضرور سمیت کے اثر ہونیکا خوف ہے۔ اسی واسطے ہر ایک شخص کو لازم ہے کہ اپنے استنجے کی ڈھیلے کو توڑ دیوے۔ اور دوسرے شخصوں کو یہہ احتیاط لازم ہے کہ کسیکا استنجا کیا ہوا ڈھیلا استعمال میں نہ لاویں۔

بیان ہمراہی قبائل و عیال و اطفال

اس حالت کا سبب مرض میں داخل کرنے سے میری یہہ مراد نہیں ہے کہ ہمراہی خویش و اقارب زن و اولاد ہر حالت میں علیٰحدہ بذاتہ بیماری کا باعث ہے۔ بلکہ اسکا مطلب یہہ ہے کہ ہمراہی کنبہ و قبیلہ (خصوصاً جس قوم و خاندان کے رسم و رسوم باقاعدہ نہوں) درحقیقت پیدا کنندہ امراض و نیز مجمع صد ہزار تنازعات و تفکرات و بلیات کا ہوتا ہے اور فکر ہمیشہ انسان کی علالت طبع کا باعث ہوتا ہے۔ پس جو لوگ کہ ہمیشہ اپنے کنبہ و قبیلہ کے ہمراہ گھر و شہر رہتے ہیں و یا اپنے عیال و اطفال کو ملازمت وغیرہ میں ہمراہ لیئے لیئے پہرتے ہیں تو وہ قریب قریب ہر روز ہی ایک نہ ایک فکر میں ضرور مبتلا رہتے ہیں۔ مثلاً آج کسی کی بیماری کا فکر ہے تو کل کسی کے مرنے کا رنج ہے۔ و یا اگر آج کسی آپس کی تنازع اور قصہ کا خیال ہے تو کل کسیکی بدافعالی کا تردد ہے علاوہ ازیں جب دیکھو تب گھر و شہر طرح بطرح کی فالتو رسموں کے لیئے خارج از حیثیت اخراجات کی مانگ موجود رہتی ہے۔ اسطرف اپنے ہی خرچ کا پورا کرنا دشوار اور قرضدار پیچھا نہیں چھوڑتے اور ادہر بغیر از ادائی رسومات نک کٹی ہوتی ہے و یا عورتوں کے تقاضے دم نہیں چھوڑتے کبھی ساس اور سسر سے مقابلہ ہے۔ گاہے سالے بہنوئی اور داماد سے جنگ ہو رہے ہیں کبھی بیوی صاحبہ کی جانب ہو کر والدہ ہمشیرہ سے مورچہ بندی ہے اور گاہے والدہ کی جانب ہو کر بیوی صاحبہ کی گوشمالی کیجاتی ہے اور کبھی خاص بیوی صاحبہ ہی کسی خلاف مرضی امر پر مونہہ پہلائے بیٹھی ہیں۔ گاہے اولاد کی بیماری نافرمانی اور بدافعالی کا تردد ہے غرضکہ اسیطرح صدہا تفکرات رنج و غصہ و نیز دیگر وجوہات زیادتی خرچ و کثرت مجامعت وغیرہ کے اُس شخص کا ناک میں دم آجاتا ہے۔ نہ اسکو بخوبی نیند آتی ہے اور نہ بہوک ہی لگتی ہے۔ اور نہ کہانا آرام کے ساتھ کہایا جاتا اور ہضم ہوتا ہے اور نہ بدن ہی کو لگتا ہے جس سے کہ رفتہ رفتہ اسکی عقل سلب اور جسم نحیف ہو جاتا ہے۔ اور تعریف یہہ کہ تردوات بہی پیچھا نہیں چھوڑتے۔ بلکہ اور ترقی پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں اکثر عیالدار کے مکان کی آب و ہوا باعث مجمع

کثیر تنگی مکان وزیادتی غلاظت مضر صحت ہوتی ہے۔ لہذا ان خاص باعثوں کے طفیل یعنی فکر وغصہ کثرت وبا خیال جماع۔ بے احتیاطی غسل۔ کثافت وتنگی مکان کے عیالدار قریب قریب ہمیشہ ہی کمزور اور بیمار رہتا ہے اور اسکے چہرہ پر بے رونقی اور حرکات میں سستی پائی جاتی ہے۔ اور چونکہ سردی وگرمی وغیرہ ہر ایک سبب مرض کا اثر کمزور پر جلد اور زیادہ ہوا کرتا ہے۔ اسواسطے ہمراہی عیال واطفال بہی گویا کہ بہت بڑا سبب مرض پیدا ہونیکا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسمعاملہ کی اصلاح کے لیئے ہر ایک کیواسطے یہہ تو ممکن ہی نہیں کہ انسان شادی ہی نکرے ویا خویش واقارب کو قطعی ترک کر بیٹھے کیونکہ یہہ طریقہ دنیا کے آباد ہونے خواہشات کو پورا کرنے اور آرام سے زندگی بسر کرنیکا ہے۔ اور ضروری بہی ہے۔ اور خصوصًا اپنے خاص عیال کے ہمراہ رہنے سے تو اخراجات میں بہی تخفیف ہوتی ہی اور کہانا آرام اور عمدہ ملتا ہے۔ اور سوا اسکے تنہا رہنے میں ہی تنازعات خانگی وتفکرات دنیاوی سے پوری طور پر سبکدوشی نہیں ہوتی۔ لیکن تاہم غور اور تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ بسبیل روزگار وتجارت اکثر اپنے گہرون سے علیحدہ رہتے ہیں تو وہ خواہ نخواہ ہی بباعث کمی تعلقات امور خانگی بہ نسبت دوسری قسم کے لوگوں کے خوشحال وتندرست رہتے ہیں۔ اسواسطے بہتر یہہ ہے کہ انسان جہانتک ہو اپنے تیئں کنبہ وقبائل سے اوسط درجہ پر علیحدہ رکھے۔ جیسا کہ نوکری پیشہ وروں کے لیئے بحصول رخصت گہر پر جانا ویا گاہے قبائل کا کچھہ عرصہ کے لیئے ہمراہ رکہنا مقرر ہے تو یہہ کافی اور مناسب ہے، اور بشرط ناممکن ویا جو لوگ کہ ہمیشہ گہر وں پر ہی رہتے ہیں تو اُن کو لازم ہے کہ اسمعاملہ میں جو جو باتیں باعث تفکرات تنازعات وپیدا کنندہ امراض ہوں پیشتر ہی سے دور رکہیں۔ اور اچھے اپنا بندوبست باقاعدہ کریں تاکہ زندگی آرام سے گذرے۔ پس چونکہ تمام قاعدوں کا مفصل بیان تو مختلف مقامات کتاب میں آچکا ہے۔ لہذا یہاں پر صرف وجوہات کے نام تبلانے پر اکتفا کیا گیا

وھو ھذا اول خویش واقارب کے ساتھہ غرور بدخلقی اور بدسلوکی سے پیش آنا جسکا نتیجہ ہمیشہ فساد وتکرار اور لڑائی ہوتا ہے۔ دوم وطن اور گہر کی بہت زیادہ محبت رکہنا۔ جسکا آل بیکاری اور تنگدستی ہی۔ سوم غیر جنسوں خلاف طبیعت والوں اور غیر قبیلہ میں شادی کرنا ویا شادی کرنے پیشتر

اپنی طبیعت کیموافق عیب و ثواب کا بخوبی نہ دریافت کر لینا۔ چہارم کم حیثیت کم قوت اور مریض ہوکر بلا شدید
ضرورت شادی کرنا۔ پنجم بلا سخت ضرورت و بغیر از عمدہ و باقاعدہ بندوبست ایک سے زیادہ شادی کرنا۔ ششم میل
جماع زیادہ رکھنا یعنی بغیر ضرورت و خواہش کامل و بلا تمیز اپنی طاقت و تفریق حصہ عمر خواہ مخواہ طبیعت
پر زور دیکر جماع بجا لانا۔ ہفتم گھر والونپر اپنا رعب نہ رکھنا۔ ہشتم اولاد کو بخوبی تعلیم اور تربیت نکرنا
نہم سفر اور پردیس میں بلا شدید وجہ اہل کا ساتھ رکھنا۔ دہم قواعد صحت اور خانہ داری کا بنیاد عمدہ برتاؤ
نکہنا۔ یازدہم مستورات کی صحبت میں زیادہ بیٹھنا اور انکے کہنے پر عمل کرنا۔ دوازدہم غسل کرنیمیں احتیاط نہ
کرنا۔

بیان سفر کا

سفر گو کہ بذاتہ سبب مرض نہیں ہے۔ مگر اکثر حالتوں میں پیدا کنندہ اسباب مرض ضرور ہے۔ کیونکہ سفر کی باعث
سے خواہ وہ ایک ہی روز کیلئے ہو ہر ایک کو خواہی نخواہی ایسے مواقع درپیش آجاتے ہیں کہ جس سے آدمی مختلف
بے اعتدالیوں کا مرتکب ہوجاتا ہے۔ مثلاً پیدل چلنے و یا سواری پر بیٹھے رہنے سے تکان کا ہونا۔ کم سونا۔
خراب پانی ملنا باسی ثقیل اور بیوقت غذا کہانا۔ گرمی و سردی کا اثر ہوا وغیرہ دیکھنے میں آتا ہے جس سے
کہ حسب عادت و قوت انسان بدہضمی۔ بخار۔ خناق۔ کہانسی۔ پیچش اور اسہال میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ مگر تاہم
احتیاط ایک ایسی شے ہے کہ جس سے اکثر بلیات سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ چنانچہ طعام جو سفر میں کہائے
جاتے ہیں وہ یہ ہیں شیرینی۔ پوری و کچوری روغنی و سرد روٹیاں۔ مالیدہ۔ میدہ بیسن کے پکوان چبینہ
مختلف پہل میوجات جو کہ حقیقت میں گویا کہ بدہضمی کی بنیاد ہیں خاصکر جبکہ بغیر ریاضت بدنی شکم سیر
ہوکر ریل وغیرہ سواریوں میں استعمال کئے جاویں اور علیٰ ہذا القیاس غیر کافی کپڑے پہننے تالابونکے پانی
پینے اور کسی مقام پر بے احتیاطی کے ساتھ غسل کرنے سے طبیعت میں کسلمندی آجاتی ہے جبکہ ہر ایک
شخص بآسانی بندوبست کر سکتا ہے یعنی حتی الوسع ثقیل سرد اور باسی غذا سے احتراز کرے دیا بہ لاچاری
قلیل مقدار میں کہاوے خراب پانی نہ پیئے اور جسم کو گرمی سردی سے حتی الامکان خوب بچاوے اپنی صحت کو محفوظ رکھنے

اور جسم کو اسکے ہضم کرنیکے لیئے زیادہ وقت اور زور بیہودہ خرچ کرنیکے معدہ کو اذیت دیتا ہے۔ اور سفر تمام کرنیکے بعد ہی جائے قیام پر پہونچکر فوراً سرد پانی و شربت پینا یا سرد غسل کرنا شکم سیر طعام تناول کرنا و یا بہتیرے ملاقاتوں کیلئے بیٹھے رہنا اور زیادہ طبیعت کو خراب کرتا ہے۔ لہذا لازم ہے کہ مکان کو پہونچنے پر اول حتی الامکان چاء یا گرم دودھ پیئے بجز نہایت ہی سخت گرم موسم کے کہ اسوقت پانی و شربت کا استعمال چنداں حرج نہیں پہونچاتا۔ بعدہ کچھ دیر کے لیئے آرام کرے اور سو جاوے۔ بعد ازاں حتی المقدور گرم یا نیم گرم پانی سے غسل کرے اور بالآخر کامل اشتہا لگنے پر ملائم اور زود ہضم طعام استعمال کرے تو اس طریقہ سے سفر کے سبب سے انسان کبھی بیمار نہیں ہوتا ورنہ برخلاف حالت میں تو کچھ نہ کچھ طبیعت ضرور علیل ہو جاتی ہے جیسا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ اس سفر کے تمام کرنے کے بعد فیصدی ننانوے آدمی ایسے ہوتے ہوں کہ انکی طبیعت کسلمند نہ ہو کہ جسکا سبب قریب سبب انکی اپنی بے احتیاطی ہے۔

بیان صدمات و بیرونی اجسام کی حلول کرنیکا

چنانچہ بیرونی صدمات کے لیے کہ جسم پر چوٹ کا لگنا جل جانا گرم پانی سے جلنا۔ اور زہریلے و گزندہ جانوروں کا صدمہ پہونچنا وغیرہ وغیرہ جن میں اسکے لیئے کوئی خاص بیان کی حاجت نہیں ہے کیونکہ ہمیشہ ایک شخص عقل و مقدور کے موافق اپنے جسم کو صدمات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اتفاقیہ امر ہو کہ باوجود کوشش بلیغ بھی واقع ہو جاوے تو اسکے مناسب علاج عمل کیا جانا چاہیئے۔ البتہ جو اجسام کہ باہر سے کسی طرح یا جسم کے اندر جاکر بعض عوارض پیدا ہو جاتے ہیں انکا یہاں مختصر بیان کیا جاتا ہے۔ ہر ایک کے لیئے واضح ہو کہ جسم میں علاوہ ان چند مرضوں کے جو کہ زہریلی رطوبت و بعض ہوائی اجسام کے بدن میں داخل ہونے سے ہو جاتے ہیں (کہ جنکا بیان پیشتر آ چکا ہے) یا تو کبھی آنکھ میں خس و خاشاک و تنکا پڑنے سے دکھنے آ جاتی ہے۔ دیا کا ہے ناک اور کان کے اندر کسی شے کے چلے جانے سے چندی تکلیف ہو جاتی ہے جس سے ہر کوئی واقف ہے۔ مگر چند ایسے بھی ہیں کہ جو درحقیقت چھوٹی اور بے احتیاطی کے سبب چند اجسام جاندار کے جسم کے اندر چلے جانے سے ہو جاتے ہیں کہ جنکا عام لوگوں کو گمان تک نہیں ہوتا۔ مثلاً مرض

کیچوا یا نہروا کا ہونا یا جونک کا پانی کے ہمراہ اندر جانے سے حلق۔ ناک اور معدہ وغیرہ میں لگ جانا کچھ
میں آتا ہے۔ مرض کیچوے کے لئے جیسا کہ لوگوں کا یقین ہے کہ یہہ کیڑے پیٹ میں خود بخود پیدا ہوجاتے ہیں
غلط ہے۔ بلکہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ درصل کیچوے کے انڈے ویا اسکے باریک بچے مختلف اقسام ترکاری
اور ساگوں کے ہمراہ جو کہ بغیر از خوب صاف کئے کہائے جاویں پیٹ میں چلے جاتے ہیں اور وہاں پر پرورش
وترقی پاکر انسان کو بیمار و لاغر کردیتے ہیں اور زیادتی کی حالت میں کاہے خود بخود دست اور قے کے
ہمراہ باہر نکلتے رہتے ہیں اور بعدہ جبتک کہ پوری طور پر دفع نہو جاویں تو انسان خراب قسم کی بدہضمی میں
مبتلا رہتا ہے۔ اور دیگر اقسام کے کیڑے یعنی کدودانہ اور چنونے (اول الذکر فیتہ کیموافق سو فٹ تک کا لمبا ہوتا ہے
اور آخر الذکر باریک سوت کیموافق اکثر بچوں کے نکلتے ہیں) پیٹ کی اندرہی غلاظت اندرونی۔ زیادتی
استعمال شیرینی اور شراب خواری سے پیدا ہوجاتے ہیں اور ماسوائے اسکے یہہ جو مرض نہروا ہے اسمیں بہی ایک
قسم کا کیڑا ہوتا ہے جو کہ تالابوں اور جہیلوں کے پانی میں رہتا ہے اور اکثر غسل کرنیوالوں کے جسم کے مسامات
کے راستہ جسم کے اندر داخل ہوکر جلد کے نیچے بود و باش رکہتا۔ چلتا پہرتا اور پرورش پاتا رہتا ہے۔ مگر انسان
کو معلوم نہیں ہوتا۔ پس جسوقت کہ وہ کسی مقام پر رک جاتا ہے تو وہاں پر خارش اور آبلہ پیدا ہوکر اسکو باہر آنا
پڑتا ہے جسکے لیئے یہی ثبوت کافی ہے کہ یہہ مرض ہمیشہ کانوں والوں یا تالابوں کے نہانے والوں
ہی کو ہوتا ہے اور یہہ جو مشہور ہے کہ نہروا تالابوں کے پانی پینے سے پیٹ کے اندر پہونچکر جسم کے دوسرے
مقامات میں پہونچتا ہے تو یہہ سراسر غلط ہے اور مرض پتہری وریگ مثانہ کیواسطے یہہ خیال کرنا
بہی خلاف ہے کہ غذا اور پانی کے ہمراہ مٹی اور سنگریزوں کے اندر داخل ہونے سے یہہ بیماری ہوجاتی
ہے بلکہ یہہ مرض تو بعض مقامات کے پانیکی تاثیر و یا کچھ اپنے ہی جسم کے اندرونی تغیر و تبدل کے باعث
پیدا ہوجاتا ہے یعنی خون سے چند نمکیات علیحدہ ہوکر گردہ مثانہ و یا جگر میں جم جانے سے رفتہ
رفتہ پتہری بنجاتی ہے۔ پس مرض کیچوے کے پیدا نہونے کے لیئے تو لازم ہے کہ
ہمیشہ ترکاری وغیرہ کو خوب صاف کرکے کہایا کرے۔ اور مرض نہروا کے
روکنے کے لیئے چاہیئے کہ انسان تالابوں میں زیادہ دیر تک قایم نرہے اور اگر ضرورت

ہو تو غسل کرکے فوراً بدن کو صاف کرکے کپڑے پہن لیوے۔

بیان کمزوری کا

جسم کا کمزور ہونا اگرچہ خود بذاتہ سو بیماری کی ایک بیماری ہے مگر جبتک کہ اسکے ہمراہ کسی خاص خصوصیں مرض کا ہونا ظاہر نہو تب تک یہہ نو مرض میں شمار کیجاتی ہے اور نہ لوگ اسکی چنداں احتیاط اور خیال کرتے ہیں مگر یاد رہے کہ کمزوری جسم ایک ایسی حالت ہے کہ اسکے سامنے گویا کہ تمام امراض جسمانی ہر وقت دست بستہ حاضر رہتے ہیں کیونکہ کمزور جسم پر ہر ایک قسم کی اسباب مرض کا اثر بہت جلد اور تیز ہوتا ہے۔ اپنے بدن کو کمزوری کے درجہ پر لانا دیا کمزور شدہ جسم کا تندرست نکرنا گویا کہ مرضوں کو اپنے واسطے مول لینا ہے انسان کو چاہیئے حتی المقدور ایسا تدارک کرے کہ جس سے وہ حالت میں اسکی جسمانی قوت قایم رہے۔ جو شخص کہ اپنی جسمانی قوت بحال رکھنے کے قاعدوں سے ہونا واقف ہے تو گو وہ فی الحال تندرست اور قوی ہی کیوں نہو مگر دراصل اسکو بیمار ہی سمجھنا چاہیئے۔ کیا وجہہ کہ وہ شخص غالباً جلد ہی دیر میں اپنے تئیں بباعث نہ واقفیت وطمع نفس کسی نہ کسی سبب سے کمزور بنالیگا۔ اور کمزوری اسکو بہت جلد مختلف مرضوں سے ہم آغوش کر دیگی۔ پس جو لوگ کہ کمزور ہیں اُن کو تو اپنے اُس وقت کا شکریہ ادا کرنا کہ بعد جو کہ اُنپر سے بغیر کسی خاص بڑے اور آزار دہندہ مرض پیدا ہونے کے گذر گیا۔ اور جنمیں کہ طاقت موجود ہے اُن کو ضرورہی قوت بحال اور قایم رکھنے کے قاعدے سیکھنے چاہئیں تاکہ وہ بفضل خدا ہمیشہ تندرست رہیں۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ بظاہر عاقل خواندہ اور شائستہ ہونیکے بھی بسبب طمع نفسانی سستی اور بے پرواہی اپنی قوت جسمانی بحال رکھنے کی کچھہ بھی فکر نہیں کرتے یعنی اُن افعال اور حرکات کے متواتر مرتکب رہتے ہیں کہ جس سے اُنکی صحت میں فرق آتا ہوا بخوبی نظر آتا ہے۔ پس ہر ایک شخص کمزور کو لازم ہے کہ اول تو اپنے سبب کمزوری کو معلوم کرے بعدہٗ اُسکے دور کرنیکا تدارک کرے۔ ناحق قوی ادویات کو استعمال کرکے دوا اور حکیم دونوں کو بدنام کرتے پہرنا

ہیں۔ صرف اسباب کو دور کرنا ہی مرض کے لیئے علاج ہے۔ اسطرح تو تاقیامت بھی فائدہ ممکن نہیں اجو فعل باعث کمزوری ہے وہ بھی جاری ہے۔ اور علاج بھی ہو رہا ہے۔

اسباب کمزوری۔ کسی خاص مرض اندرونی و بیرونی کا ہونا یا کسی عضو کا پیدائشی کمزور ہونا۔ تفکرات۔ خوراک کا مقوی اور شکم پُر نہ ملنا۔ غذا کا ہضم نہونا۔ کثرت جماع وصحبت با زناں۔ اور خاص عورتوں کے لیئے علاوہ اسباب مذکورہ بالا حملوں کی زیادتی یا رحم کے فعل میں فرق آنا۔ چنانچہ اگر کوئی مرض جسمانی میں مبتلا ہو۔ مثلاً بخار۔ تلی کہانسی تپ دق۔ کمزوری جگر۔ سیلان وجریان رطوبات جیسی اسہال و ہیضہ وغیرہ وغیرہ تو اسحالت میں موافق قاعدہ کوشش کر کے رجوع بحکیم ہوں۔ اور اگر سخت تفکرات دامنگیر ہیں تو اُن کا بندوبست موافق کریں یا بہ لاچاری صبر سب سے بہتر ہے۔

خوراک کا مقوی اور شکم پُر نہ ملنا۔ جن لوگونکو کہ باوجود تدبیر یا بباعث معذوری غذا پوری نہیں ملتی (جو کہ بہت ہی کم ہوتا ہے) تو یہ امر لاچاری ہے۔ مگر البتہ بہت سے لوگ ایسے بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ جو باوجود حیثیت و فراغت عمدہ مقوی اور بیش قیمت غذا نہیں کہاتے اور درحقیقت وہ انسان نہایت ہی احمق اور پرلے درجہ کے جاہل ہیں کہ جو خست یا اولاد کی شادیوں کے فکر سے روپیہ جمع کر کے اپنے پیٹ کو بجو لی غذا اور تن کو کپڑا نہیں دیتے بلکہ کمزور حالت میں میلے اور ننگے روکھی سوکھی روٹیاں کہا کے گذارہ کرتے ہیں مگر روپیہ خرچ کرنے کا نام نہیں لیتے۔

غذا کا ہضم نہونا۔ یہ ایک بہت بڑا سبب جسم کی کمزوری کا ہے اور زیادہ تر لوگ اسی ناصر باعث سے مبتلا ر کمزوری پائے جاتے ہیں جنمیں کہ اکثر تو انکی اپنی ہی غلطی کا نتیجہ ہوتا ہے ورنہ سو ہضمی جو کہ کسی خاص اندرونی مرض کے سبب سے ہوتی ہے تو بہت ہی کم دیکھنے میں آتی ہے۔ چنانچہ اس بدہضمی کے کہ جسمیں یہ خود قصوروار ٹہیرایا جاتا ہے دو سبب ہیں۔ اول بے اعتدالی غذا۔ دوم بے اعتدالی حرکات اعضا۔ جنکا مفصل بیان پیشتر آچکا ہے مگر اسمقام پر بھی مجملاً معلوم ہو کہ جسم میں طاقت آنے کے لیئے مقوی غذا کا ملنا چنداں فائدہ بخش نہیں ہے جیسا کہ غذا کا ہضم ہونا

مفید ہے اور غذا چاہے کیسی ہی کم قیمت غیر مرغن اور سادہ ہو یعنی صرف دال روٹی ہی کیوں نہو۔ مگر اُسکا پوری مقدار میں کہانا اور ہضم ہو جانا طاقت لاتا ہے۔ اور برخلاف اسکے چاہے کیسی ہی غذا مقوی و مرغن دودہ گوشت ملائی وغیرہ کہلائی جاوے اور وہ ہضم نہو تو اُسکا کہانا لاحاصل ہوتا ہے بلکہ اور کمزور کرتا ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ ہمیشہ اسبات کا خیال رکھے کہ جو کچھہ وہ کہاتا ہے ہضم ہو جاوے۔ علیٰ ہذا القیاس بے اعتدالی حرکات اعضا سے بہی انسان ہمیشہ بدہضمی میں مبتلا ہو کر بالآخر کمزور ہو جاتا ہے۔ امیر تو اکثر بلا ورزش جسم بیکار لیٹے اور بیٹھے رہنے سے اور باقی لوگ لالچ دنیوی کے سبب شب و روز زیادہ جسمی اور روحی محنت کرکے کہ جسمیں نہ تو ورزش ہی ہوتی ہے اور نہ اعضا کو ضروری آرام ملتا ہے مبتلا امرض سوء ہضمی ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ زیادہ لکھنے پڑہنے والے یا مختلف دستکار کاریگر دوکاندار وغیرہ وغیرہ بس ہر ایک شخص کو لازم ہے کہ اپنی صحت جسمی قایم رکھنے کے لئے ورزش اور آرام جسم ہر دو کا خیال رکھے۔ اُس کمائی اور روپیہ حاصل کرنیکا کیا فائدہ کہ جسمیں انسان اپنی بیش بہا صحت کو ضایع کر بیٹھے۔

کثرت جماع وصحبت بازنان ہمیشہ دیکھنے میں آتا ہے اور ہر کوئی اس سے واقف ہے کہ کثرت مجامعت خصوصاً مرد کو نہایت ہی کمزور بنا دیتی ہے۔ مگر بڑا افسوس ہے کہ باوجود معلومات کوئی بہی اسکا خیال نہیں رکہتا بلکہ بسبب حرص یا لبس و شیخی روز بروز اور زیادتی پر کمر باندہ کر آخرکار اپنے خزانہ کو شروع ہی عمر یعنی شباب میں خالی کرکے بعد کو بغلیں جہانکتے اور دوائوں کا سہارا ڈہونڈتے پہرتے ہیں۔ ہر ایک نے گویا یہی خیال کر رکہا ہے کہ جیسے کہ انسان کے لئے خواہش شکم رفع کرنیکو چند مرتبہ طعام ہر روز ضروری ہے ویسے ہی یہہ امر بہی ہر روز درکار ہے حالانکہ یہہ بات ہرگز نہیں ہے بلکہ یہہ فعل تو ہفتہ میں ایک یا دو مرتبہ ہی کافی ہے اور حقیقتاً اگر انسان اسکا بقید معمول باندہ لیوے تو اخیر عمر تک اس قسم کی طاقت ہی میں فرق نہیں آتا اور نہ طرف ثانی کی عادت خراب ہوتی ہے۔ مگر لوگ تو برخلاف اسکے اپنی بہادری اور طاقت جتانے کے لیئے شروع ہی عمر سے بغیر از دم لیئے یہانتک اس فعل کی کوشش کرتے ہیں کہ جس سے بالآخر قوت رجولیت ہی کا دم نکلجاتا ہے

یعنی وہ قریب قریب بالکل ناکام ہو جاتے ہیں اور بظاہر دیکھنے میں بھی اُن کی ہیئت کذائی اور شکل ایسی بدل جاتی ہے بڑے بڑے طاقتور اور خوش رو جوان کثرت مجامعت سے اپنے تئیں زرد رو قد کمان اور اس حد تک ضعیف البدن بنا لیتے ہیں کہ اُنکی صورت دیکھکر معاً اس شعر کے پڑھنے کو دل چاہتا ہے -

شعر کس کے غم میں ہوئی اے شخص یہ حالت تیری ؎ رونا آتا ہے مجھے دیکھکر صورت تیری ؎ تب خیال کرنیکا مقام ہے کہ اسطرح پر اول تو اپنی جسمی طاقت جاتی رہتی ہے - دوم بعد از چندے گویا کہ وہ اس لذت سے محروم رہجاتے ہیں - سوم عورت بے قابو ہو جاتی ہے یعنی بباعث پورا نہونے اُسکی خواہش کے کہ جسکی ترقی کے خود بدولت ہی مرتکب ہوئے تھے دبنا اور موہنہ چھپانا پڑتا ہے جس سے آخر کار اُسکے خوش کرنے کے لیئے تابعداری پر کمر باندھنی پڑتی ہے یعنی جو اُسنے کہا کر دیا اور جو مانگا وہی لا دیا زن مرید ہو گئے - جورو کا غلام بننا پڑا - چہارم بباعث کثرت جماع و تفکرات حائلی وغیرہ اپنی نقیہ حالت کر رنج سے ہر ایک عضو کی صحت میں فرق آن کر انسان ایسا کمزور ہو جاتا ہے کہ جس سے اُسپر اسباب مرض کا اثر جلد اور تیز ہوتا ہے اور پھر وہ بموجب شعر ہمیشہ مختلف امراض کے ہمکنار رہتا ہے -

شعر ایک آئی ایک جا رہا ہمکو ؎ تھم گئے دست تو بخار آیا ؎ - لہذا انسان کو چاہیئے کہ بموجب اپنی عمر اور جسمی طاقت کے اس فعل کا بھی اعتدال رکھے جبتک کہ پوری خواہش نہو تب تک طبیعت پر زور دے دے کر خواہ مخواہ رجوع نکرے کہ یہہ باعث بہت بڑی کمزوری کا ہوتا ہے - اور یہہ پوری خواہش جو کہ در اصل باعث زیادہ فرحت و لذت کا ہے بغیر از اپنے جسم کو عورت سے علیحدہ رکھنے اور روکنے کے نہیں ہوتی یعنی مرد جسقدر کہ اپنے خیال - نظر - اور جسم کو - اعتدال کے ساتھ عورت سے علیحدہ رکھیگا اُسیقدر بوقت حاجت اُسکی طاقت میں عملی کے موافق اثر پیدا ہوتا ہے نہ جیسا کہ اکثر مردونکی عادت ہوتی ہے کہ وہ قریب قریب تمام روز و شب ہی عورت سے کہٹنا ملائے باتیں کرتے رہتے ہیں اور ہمیشہ ہمراہ ہی سوتے ہیں جس سے کہ بالآخر اُنکی حرارت جسمی میں کمی آکر اور عورتوں کی باتوں کا اثر ہو کر وہ نامرد و کشتہ زن بنجاتے ہیں - پس اس انتظام کو پورا کرنیکی ترکیب یہہ ہے کہ جتنے انقدور انسان عورتوں سے علیحدہ رہے - یعنی دن میں تو بجز ضروری بات چیت کرنیکے

گھر میں زیادہ نہ بیٹھے اور رات میں بھی بجز ایک آدہ گھنٹہ مشغولی کے کسی حالت میں بھی عورت کے ہمراہ
ایک بستر پر نہ سووے۔ اور جو لوگ کہ ہمیشہ گھر ہی پر رہتے ہیں انکو تو چاہیئے کہ اکثر اوقات علیحدہ مکان میں
بھی سویا کریں۔ ورنہ موجب پانچ نقصانونکا ہوتا ہے۔ اول تو عورتوں کی صحبت کے اثر سے مردانیت
بہت ڈھیلا اور انکا تابعدار اور انہیں کے موافق افعال اور حرکات و سکنات کرنیکا مرتکب ہوجاتا ہے
دوم عورت کا جسم ہر روز و ہر وقت ایک عرصہ تک ملا رہنے سے مرد کی طاقت و حرارت بدن گھٹ کم
ہوجاتی ہے سیوم خواہ مخواہ مباشرت کا مرتکب ہوا کریگا جس سے بیجا اشتغال ہوجاتا ہے چہارم بغیر
از کامل خواہش صرف نا پائدار جوش کے سبب بار بار اس فعل کا مرتکب ہونا پڑتا ہے پنجم بموافق
قاعدہ دوسرے آدمی کے ہمراہ سونے سے نیند کم آتی ہے اور انسان موافق اپنی طبیعت کے کروٹ
نہیں بدل سکتا۔ اور شرم کے سبب بلکہ کبھی بخوبی اخراج نہیں ہونے پاتا جس سے کہ سوء ہضمی میں مبتلا
ہوکر وہ مرد اور بھی زیادہ کمزور ہوجاتا ہے اور در بارہ اوقات مجامعت کے بہتر اور مناسب اس فعل کے
لیئے رات کا وقت ہے اور بحالت بھوک و شکم سیری اور فوراً کھانا کھانے کے بعد فکر۔ غصہ اور خوف
طاری ہونے کی حالت میں و نیز علیل اور کسلمند طبیعت ہونے کے وقت اس فعل سے احتراز رکھے
علاوہ ازیں ضعیف بیمار اور چھہ ماہ کی حاملہ عورت سے جماع کرنے میں بھی پرہیز کرے خصوصاً عندت
امراض مقام مخصوص و ایام حیض و نفاس۔ امراض جلدیہ و بخار والی مریضہ سے تو قطعی پرہیز رکھے
ورنہ مرد کو بیمار ہونیکا پورا خوف ہے۔ اور ایام حمل میں جماع کرنے سے تو بچہ اور عورت دونوں کی جان پر صدمہ
پہونچنے کا کامل احتمال ہوتا ہے اور نیز اسقاط پر بھی معلوم ہوکہ جیسے کثرت جماع کے سبب مرد کمزور
اور عورت کی آلات اندرونی رحم وغیرہ کی طاقت اور فعل میں فتور آنکر اسقاط ویا حمل کا قرار بند
ہوجاتا ہے اسیطرح زیادہ عرصہ تک قطعی مجامعت نکرنے کی بھی طرفین کو حرج ہوجاتا ہے۔ یعنی مدت دراز
تک کسی عضو کی حرکت نہونے اور اسکا کام نہ لینے سے اسکے فعل میں فتور آجاتا ہے۔ پس اس حالت
میں مرد کی تو باہ میں فرق آجاتا ہے اور جریان ہوجاتا ہے۔ اور اگر احتلام کی رکاوٹ بھی زیادہ ہوگئی
تو گاہے جنون سرسام۔ سخت قسم کا بخار اور بدن کا پھوٹنا ظہور میں آتا ہے جو کہ دموی یا قوی مزاج

والونکو ہوتا ہے اور عورت کو سیلان رحم و بے قاعدگی ایام ماہواری ہو کر مختلف عارضہ پیدا ہوجاتے ہیں۔

بیان سوء ہضمی کا

اسکو اگر ام الامراض ہی کہا جاوے تو بجا ہے یہ ایک بہت بڑا اور عام مرض ہے کہ جس سے نہایت ہی کم تعداد میں لوگ بچے ہوئے پائے جاتے ہیں خصوصاً فی زماننا میرے تجربہ کے رو سے تو فیصدی پانچ آدمی شاید ہی اس مرض سے علٰحدہ پائے جاتے ہوں۔ مگر دریافت کرنے سے کوئی بھی اقراری نہیں کہ وہ بدہضمی میں مبتلا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دراصل لوگ سوء ہضمی سے ہی جو کہ درست ہضمی کی برخلاف حالت کو کہتے ہیں پورے پورے ماہر نہیں ہیں۔ اسواسطے ضرور ہوا کہ اس مقام پر ہر دو درست ہضمی و سوء ہضمی کی علامات بیان کیجاویں۔ تاکہ انکے مقابلہ کرنے سے ہر کوئی ایکدم سے سوء ہضمی کی حالت کو معلوم کرلیوے۔

علامات درست ہضمی۔ اسمیں چہرہ پر رونق۔ تراوٹ سُرخی اور چمک ہوتی ہے۔ جسم میں تیزی چُستی اور چالاکی پائی جاتی ہے۔ جو کچھ بشکم پُر معمولی غذا کھائی جاوے وہ اپنے وقت تک فوراً ہضم ہوجاتی ہے۔ جسم خصوصاً شکم ہر وقت ہلکا معلوم ہوتا ہے پیٹ کبھی نہیں بولتا۔ بادِ شکم ذرا کم بدبودار اپنے موقعو پر بخوبی اخراج پاتی رہتی ہے۔ پیشاب صاف ذرا زردی مائل شب و روز میں دو تین مرتبہ آتا ہے۔ پیخانہ اوسط خوراک والے کو اکمرتبہ اپنے معمولی وقت پر نہایت آسانی کے ساتھہ بغیر از انتظار اخراج پاتا ہے۔ بھوک اپنے موقع پر خوب لگتی ہے۔ ڈکار بہت ہی کم آتے ہیں زبان ہمیشہ صاف سرخ رنگ کی تر رہتی ہے۔ پیاس معمولی ہوتی ہے۔ نیند خوب گہری آتی ہے خواب کم نظر آتے ہیں اسی حصہ بدنمیں بوجہہ باد درد کی شکائت نہیں ہوتی ہر ایک عضو اپنا کام بخوبی اور آسانی کے ساتھہ انجام دیتا ہے۔ اس قسم کا آدمی یعنی جسکا ہاضمہ ہمیشہ درست رہے باوجود عمر میں ضعیف ہوجانے کے بھی وہ کسی محنت اور کام سے نہیں ہارتا اور نہ اُسکے بدن اور چہرہ کی رونق

میں فرق آتا ہے۔

علامات سوء ہضمی اسمیں برخلاف علامات درست ہضمی کے انسان ڈھیلا اور سست معلوم ہوتا ہے۔ مزاج چڑچڑا ہوجاتا ہے۔ چہرہ بے رونق۔ خشک سفید یا زرد سیاہی مائل ہوجاتا ہے۔ مختلف مقامات جسم میں درد ہوتا ہے خصوصاً سر کمر اور پنڈلیاں ہر وقت دکرتی رہتی ہیں۔ پیٹ میں اکثر بوجہہ اور نفخ رہتا ہے۔ کہانا کہانے کے لیئے کبھی کامل خواہش نہیں ہوتی۔ مونہہ کا ذائقہ خراب زبان سفیدی مائل ذرا خشک رہتی ہے اور گاہے تہوک زیادہ آتا ہے۔ پیاس کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتی ہے اور گاہے مختلف مقامات جسم کا گوشت پہڑکتا ہے جسکو لوگ بطور شگون سکے نیک و بد مانتے ہیں اور یہ حقیقت میں ضعیفت اور غلاظت معدہ کی نشانی ہے۔ بادشکم نہایت انتظاری کے بعد کہیں کراخراج پاتی ہے۔ مگر اُسکے بجائے ڈکار زیادہ آتے رہتے ہیں۔ گاہے پیٹ میں درد ہوجاتا ہے۔ بڑی اور معتبر علامت اسکی یہہ ہے کہ پچیا نہ ہمیشہ قبض سے ہوتا ہے۔ گو وہ گاہے سخت اور گاہے نرم۔ ایک مرتبہ یا تین چار مرتبہ تک آتا ہے۔ مگر کبھی خلاصہ اور پورا نہیں آتا یعنی ہمیشہ شخص کا خیال رہتا ہے کہ کچھ بقیہ رہ گیا ہے۔ کہ جسکے لیئے وہ انتظار کرتا رہتا ہے۔ پیشاب مختلف رنگوں کا کبھی سفید گاہے زرد و سرخ اور کبھی گدلا اور زیادہ بدبودار بار بار اخراج پاتا ہے اور گاہے بوقت پیشاب جلن معلوم ہوتی ہے و یا اُسکے ہمراہ ایک سفید اور لسدار رطوبت اخراج پاتی ہے۔ کم خوابی کی ہمیشہ شکایت رہتی ہے۔ نیند ٹکڑہ ٹکڑہ ہوکر آتی ہے۔ خواب کثرت سی اُلٹ پُلٹ بے تیہ بے معنے اور گاہے خوفناک نظر آتے ہیں۔ دل دہڑکتا رہتا ہے اور گاہے درد بہی ہوتا ہے۔ سینہ جلتا رہتا ہے اور گرمی کی شکایت زیادہ کرتا ہے۔ نگاہ میں ذرا دھندلا پن آجاتا ہے۔ کانوں میں آوازیں آتی ہیں۔ ناک اکثر خشک رہتی ہے۔ غرضکہ رفتہ رفتہ ہر ایک عضو کے فعل میں فرق آجاتا ہے۔ سخت محنت کی برداشت نہیں ہوسکتی۔ قوت باہ میں فتور آجاتا ہے جریان کی شکایت کرتا ہے۔ حافظہ کم ہوجاتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہہ سب علامتیں ہر ایک فرد بشر میں ایک ہی وقت میں موجود نہیں ملتیں بلکہ بباعث مختلف مزاج و حالات مرض کے (مثلاً خفیف و شدید۔ جدید و کہنہ۔ پائدار و ناپائدار ہونے کے) اسکی علامتیں بہی کم و زیادہ پائی جاتی ہیں۔ سوء ہضمی عوام الناس

اسی اپنی حالت کو ضعف ہاضمہ قرار نہ دیکر دوسرے مرض پر حمل کر لیتے ہیں اور بعد کو حکیموں سے بھی
ویسے ہی الٹ پلٹ بیان کرکے علاج کے خواہاں ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی باہ کا علاج کرا رہا ہے۔ کوئی
جریان منی کا نسخہ پی رہا ہے۔ کوئی ناف ملواتا پھرتا ہے۔ کوئی دردسر اور کوئی درد کمر کوئی نقاہت
جسم اور دل کی گرمی دھڑکی کی دوا کرا رہا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور جبکہ مخالف علاجوں سے فائدہ متصور نہیں
ہوتا۔ تو نظر اور جادو وغیرہ کا خیال کرکے گنڈے اور تعویذ و یا سفلی ٹوٹکے کرتا پھرتا ہے۔ مگر نیچر مرض کیطرف
کوئی بھی غور نہیں کرتا۔ (یعنی معدہ غلیظ ہے اور کھانا ہضم ہونیکی تدابیر درست نہیں) کیونکہ لوگوں کا یہہ
خیال ہے کہ جبتک وہ کسی شدید علامت مرض مثلاً درد شکم۔ نفخ۔ عدم اشتہا۔ سخت قبض و یا اسہال
وقے وغیرہ میں مبتلا نہوں تب تک وہ ہاضمہ کا فتور نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یہہ وہم غلط ہے۔ کیا وجہہ کہ اکثر
دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض لوگوں کو ہر روز کم و بیش پیچا نہ بھی آجاتا ہے۔ اور کھانا بھی وہ اپنے معمولی وقت پر
تھوڑا بہت کھا لیتے ہیں اور درد شکم وغیرہ بھی چنداں نہیں ہوتا۔ مگر انکا مضمحل حالت میں رہنا اور مختلف
اعضا کی کمزوری کی شکایت کرنا ظاہر کرتا ہے کہ لامحالہ وہ ضعف ہاضمہ میں مبتلا ہیں۔ لیکن چونکہ وہ
دراصل علامات صحت ہاضمہ و اندازہ بھوک و نیز علامات قبض و درستی اجابت سے پورے طور پر واقف
نہیں ہیں و یا اپنی حالت پر کامل غور نہیں کرتے لہذا وہ علامات فتور ہاضمہ کو خیال میں نہ لاکر دیگر علامات
ملحقہ پر توجہہ کرکے دوسرے پیرایہ میں علاج کے خواہاں ہو کر حیران ہوتے ہیں۔ یہہ نہیں جانتے کہ اکثر امراض
کی بنیاد کھانیکا بخوبی ہضم نہونا ہی ہے۔ اجی حضرت درستی ہضمی وہ حالت ہے کہ جسکے مقابلہ میں کوئی مرض
ہی نہیں آتا۔ اور نہ مرض کے مقابلہ میں درستی ہضمی قائم رہتی ہے۔ تمام امراض جنمیں بجز انکے کہ جو کسی عضو
کی ساخت میں کسی خاص سبب سے ہو جاویں۔ ہمیشہ ہاضمہ ہی کے فتور سے پیدا ہوتے ہیں۔ پس جسوقت کہ
ہاضمہ درست ہوا وہ بھی نادار د ہو جاتے ہیں۔ بلکہ امراض خاص ساخت عضو بھی ہاضمہ کے درست ہونیکے
دیکھی لے آتے ہیں۔ اسواسطے حکما ہر ایک علاج کے قبل جلاب دیتے ہیں۔ یہہ ایک ادنے سی بات ہے
کہ جسکو ہر ایک عقل سادہ بھی معلوم کر سکتی ہے۔ یعنی جب کسی انسان کا ہاضمہ درست ہوگا تو لامحالہ خون
بھی صاف اور وافر پیدا ہوگا ہر ایک عضو کی پرورش بھی خوب ہوگی اور تمام ضروری رطوبات جسم

کی ابتدا ایسی ہی اسطرح ہوگی کہ جس سے نہ تو اُس جسم کے کسی عضو کے فعل میں فتور واقع ہوگا۔ اور نہ اسمیں کوئی مرض ہوگا۔ **اسباب** یہہ دو قسم کے ہیں **اول** آلات الہضم اور اُسکے ملحقات یعنی معدہ۔ آنت اور جگر وغیرہ کے امراض کا ہونا۔ **دوم** بے اعتدالی غذا اور بے اعتدالی حرکات اعضاء چنانچہ قسم اول اسباب تو بعض مرتبہ شروع عمر سے ہی ہوتے ہیں۔ اور یہہ تب ہوتا ہے جبکہ اوائل میں بچہ کا جگر زیادہ عرصہ تک بڑا رہے یا اُس عمر میں بچہ امراض شکم میں زیادہ مبتلا رہے یا شروع عمر میں بچہ کو عورت کا دودھ صاف اور پوری مدت تک نہ ملے۔ یا بے اعتدالی غذا کثرت سے رہے جیسا کہ اکثر خوشحال گھروں کے لڑکوں کا حال ہوتا ہے کہ وہ مختلف اشیاء بغیر اندازہ روک ٹوک دن بھر کھاتے رہتے ہیں تو اسطرح پر آلات الہضم خراب و کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور اگر جوان ہونے کے بعد ہوا ہے تو معدہ جگر اور آنتوں کی سخت امراض کے بعد و یا فاقہ اور کثرت استعمال مسہلات و سمی ادویات سے یہہ مرض ہوجاتا ہے۔ **اسباب قسم دوم** بے اعتدالی غذا اور بے اعتدالی حرکات اعضا کی تفصیل یہ ہے۔ کسی سبب سے شکم کی حاجت اور طاقت سے زیادہ کھانا۔ کم چبا کر یا جلدی جلدی کھانا۔ خام اور ثقیل غذا کھانا۔ پھلوں اور شیرینی کا کثرت سے استعمال کرنا یا انپر مداومت کرنا۔ بدمزہ طعام بلا چاری کھانا۔ بغیر از ہضم غذائے اول دوسری چیز کھانا یا دن بھر کھاتے رہنا۔ زیادہ مرغن غذا کھانا۔ مرچ اور ترشی کا زیادہ استعمال کرنا۔ چاء بکثرت پینا۔ خصوصاً بغیر از آمیزش دودھ۔ کثرت سے پانی اور برف کا استعمال کرنا کھانے کے بعد بغیر از تحلیل غذا ایک عرصہ تک بیٹھے رہنا۔ خاصکر زمین اور فرش پر کہ جسمیں پیٹ سکڑا رہے اور ہاتھ پیر کی چنداں محنت بھی نہو۔ شکم پُر ہونے کی حالت میں کوئی زیادہ زور کا کام کرنا و یا ایک عرصہ تک کمر کا کسکر بندھا رہنا۔ پیٹ پر جھٹکا اور صدمہ پہونچنا خواہ وہ وزنی شئے اُٹھانے اور کودنے پھاندنے سے ہو یا بدقدم جانور پر سوار ہونے سے جسمی ریاضت نکرنا یعنی زیادہ آرام طلبی پر یا حد سے زیادہ ہر دو روحی و جسمی محنت کرنا۔ کم سونا۔ باد شکم کا رُکنا۔ پیٹ پر سردی کا لگنا۔ زیادہ گرمی پانا۔ زیادہ غصہ میں رہنا۔ حالت خوف طاری ہونا۔ رنج و تفکرات لاحق ہونا۔ خرابی آب و ہوا کا ہونا۔ استعمال مسکرات خصوصاً شراب کثرت سے پینا مگر واضح ہو

کہ اسباب مذکورہ بالا کا اثر جسم پر ہونے سے اول انسان کے پیخانہ کی چال میں فرق آتا ہے یعنی وہ
معمولی وقت پر اور خلاصہ نہیں ہوتا جبکہ شروع میں خفیف ہونیکی وجہ سے ہر ایک کو معلوم نہیں ہوتا بعدہ یہ حالت خود بخود
رفع یا ترقی پذیر ہوجاتی ہے لیکن یہ ترقی یا تو دو قسم کا ہے ایک تو یہ کہ اس شخص کا پیخانہ دفعتاً بالکل قریب قریب
بالکل بند ہوجاوے یا کبھی وسے تو واسطے جبر تو وہ فوراً سخت قسم کے درد شکم تبخار۔ قے اور پیچش وغیرہ میں
مبتلا ہوکر علاج کا متلاشی ہوتا ہے اور دوسری قسم وہ ہے کہ جسمیں پیٹ کا رستہ بالکل بند نہوکر
کچھ کچھ قبضیت قایم ہوجاتی ہے جس سے کہ وہ زیادہ ماندہ نہیں ہوتا۔ یعنی اپنا معمولی کاروبار
بھی گمشدہ وقت سے کرلیتا ہے۔ اور کہتا بھی کم و بیش لبا تا رہتا ہے۔ اور پیخانہ بھی ذرا قبضیت کے ساتھ
معمولی وقت پر آجاتا ہے۔ مگر چونکہ وہ اپنی اسحالت کو چنداں بیماری تصور نہیں کرتا۔ لہذا رفتہ رفتہ
اسکی آنتوں کے مختلف مقامات نشیب و فراز میں سدے جمع ہوجاتے ہیں جو کہ بالآخر مگر ذرا دیر سے
اسکو مختلف امراض میں مبتلا کردیتے ہیں اور یہ سدے گاہے شروع حصہ آنت میں اور گاہے
درمیانی اور کبھی اخیر حصہ میں جمع ہوتے ہیں۔ مگر زیادہ تر آنتوں کے کونوں و یا اسکے خمیدہ مقاموں میں
جمع ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں گاہے ایک ہی سدہ بہت لمبا اور کبھی گول گول چھوٹے اور متعدد
ہوتے ہیں۔ اور بعض مرتبہ یہ سدے کسی گوشہ آنت میں ایسے بیٹھ جاتے ہیں کہ مہینوں وہاں سے
علیحدہ نہیں ہوتے۔ اور پیخانہ معمولی قبضیت کے ساتھ اسکی ایک جانب سے آتا رہتا ہے۔ اور کبھی
سدے کے بیچمیں سوراخ ہوکر اُسکے رستہ سے پتلے دست آتے رہتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جب کسی
حصہ آنت میں ایک عرصہ تک سدہ جمع رہے تو وہ نہیز زیادہ نشیب ہوجانے کے سبب پھر بار بار
جمع ہوتے رہتے ہیں۔ اسواسطے جب کسیکو یہ عارضہ ایک مرتبہ ہوجاتا ہے تو پھر اکثر ذرا ذرا اسباب
سے ہمیشہ ہوتا رہتا ہے۔ لہذا انسان کو لازم ہے کہ قبضیت کا بڑا خیال رکھے اور اثر ہوجانے پر
فوراً زایل کرنے کا بندوبست کرے۔ کیونکہ یہی دراصل سب بیماریوں کی بنیاد ہے۔ اور اس قبضیت
کے باعث مختلف علامات مرض کے پیدا ہونے کا سبب یہ ہے کہ اسکے باعث سے یا تو سدے دباؤ انسان
کے نازک مقامات اعضائے شکمی پر ہوتا ہے و یا اس اعصابی حال پر کہ جو شاخ در شاخ ہوکر تمام شکم

میں پھیلتا اور ہر ایک مقام کے اعصاب سے ملاپ رکھتا ہے۔ جس سے کہ موافق مقام و دباؤ
اعضاء اندرونی اُس خاص حالت کی علامات میں بہت بڑا اختلاف ہو جاتا ہے یعنی
علیحدہ علیحدہ حصہ آنتوں میں شدہ جمع ہونے اور مختلف اعضاء اور اعصاب پر دباؤ پہنچنے سے متعدد
مرضوں کی علامتیں نمودار ہوتی ہیں مثلاً گاہے صرف درد سر ہی ہے اور کبھی درد کمر ہوا اور
کبھی سینہ میں گرانی معلوم ہوتی ہے اور کبھی دل میں درد ہوتا ہے اور کبھی جگر کے مقام پر بوجھ ہے اور
کبھی پنڈلیاں پھٹتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور گاہے مختلف مقامات کا گوشت پھڑکتا ہے اور کبھی
آلتناسل کی اعصاب پر دباؤ پہنچنے سے اندازل ہو جاتی ہے اور کبھی گردوں کا درد ہے اور پیشاب بند
ہو جاتا ہے۔ اور کبھی آنتوں میں خراش پیدا ہو کر پیچش و اسہال وغیرہ وغیرہ صدہا امراض ضعیف
و شدید پیدا ہوتے رہتے ہیں کہ جنکا علیحدہ علیحدہ علاج کرنے میں نہایت پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ اسواسطے
لازم ہے کہ انسان اپنی صحت قائم رکھنے کے لئے اول یہ تدارک کرے کہ جسمیں اسکو قبضیت کی علامتیں
ہی نہ ہونے پاویں اور بشرط ظاہر ہو جانے کے علاج کے لئے لیت و لعل اور دیر نہ کرے۔ یعنی اُس کا
باعث معلوم کرکے فوراً ہی رفع کرنیکا بندوبست کرے۔ بعدہٗ کسی ترکیب سے پیٹ کی رکاوٹ
دور کرکے آیندہ کیلئے احتیاط کامل رکھے۔ لیکن چونکہ دیکھنے میں آتا ہے کہ دراصل لوگ علامات قبض
اور بسط یعنی اجابت کی رکاوٹ اور خلاصہ طور پر آنے کی جسکا مفصل بیان پیشتر آچکا ہے کامل طور پر ماہر
نہیں اسواسطے اجابت کا حال دریافت کرنے سے اکثر مریض جواب غلط دیدیتے ہیں کہ انکا پیٹ صاف ہے

پس اس طول طویل بیان بدہضمی سے یہ تو خوب معلوم ہو گیا ہوگا کہ انسان کی
صحت کا دارومدار کھانا ہضم ہونے ہی پر ہے۔ اور ہضم ہونیکی نشانی یہ ہے کہ اجابت معمولی پورے
طور پر اور خلاصہ ہو ورنہ اکثر ایک مرض ضرور موجود ہوتا ہے اور طبیعت علیل ہے۔ اور اگر علامات
کا مقابلہ کرکے دریافت کیا جاوے تو شاید فیصدی دس آدمی ایسے ملینگے جنکو قبض کی علامات
نہ ہوں ورنہ اکثر اسمیں مبتلا ہیں۔ صرف فرق اتنا ہے کہ علامات شدید اور برابر قائم نہ رہنے کے
سبب اُن کو معلوم نہیں ہوتا۔ بجز اسکے کہ وہ بالآخر اپنے تئیں مضمحل اور کمزور حالت میں پاتے ہیں

جن لوگونکے کہ آلات الہضم بباعث کسی بے اعتدالی یا مرض کے کمزور اور خراب ہوگئے ہیں تو وہ ہمیشہ مرض دائم القبض میں مبتلا رہتے ہیں - اور جنکا سبب کہ صرف بدپرہیزی اور بے پروائی ہے تو وہ گاہے گاہے قبض میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں - علاوہ ازیں یہہ بھی یاد رہے کہ در بارہ اوقات کے اگرچہ پیخانہ کے لیے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے - مگر تاہم تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عموماً صحت کی حالت میں فضلہ خشک یعنی پیخانہ اپنی مسافت کو ۲۴ گھنٹہ میں طے کرکے باہر نکلنے کے قابل ہوتا ہے جسکے واسطے کہ لوگوں نے اکثر صبح کا وقت مقرر کر رکہا ہے تاکہ بعد کو ہر ایک شخص اپنے کار و بار کو دن بھر بافراغت ادا کر سکے - مگر جسکو کہ یہہ خیال نہو تو وہ اپنا کوئی دوسرا وقت مقرر کر لیوے لیکن گاہے گاہے دیکھنے میں آتا ہے کہ بباعث چند اسباب مثلاً ثقیل سرد اور قابض غذا کہانے یا معمولی آرام نہ پانے خلاف عادت کم ریاضت کرنے و یا کسی دوسرے سبب سے آنتوں کا رستہ رکجانے سے یہہ فضلہ اپنے مقررہ وقت تک یعنی ۲۴ گھنٹہ میں مسافت کو طے نہیں کر سکتا - لہذا اسحالت میں بغیر از حاجت ذرا اشارہ پر پیخانہ میں جاکر خواہ مخواہ زور لگانا اور کوشش نہیں چاہیئے - کہ اسطرح اول تو بہائے ایک بار آنیکے چند بار قلیل القوام آتا ہے - دوم رفتہ رفتہ مرض قبضیت قایم اور بواسیر پیدا ہوجاتا بلکہ لازم ہے کہ اس فعل کی ادائگی اسکی پوری حاجت ہونے پر منحصر رکھے - یعنی خواہ بجائے ۲۴ گھنٹہ دو روز تک ہو جاویں - مگر جبتک خوب اور کامل حاجت نہو بیت الخلا ہرگز نجائے اور حاجت ہونے پر روکنا بھی مناسب نہیں ورنہ ان ہر دو طریقوں سے قبضیت کا عارضہ ہوجاتا ہے - علاوہ ازیں چونکہ معلوم ہوتا ہے کہ در اصل پیخانہ آنتوں میں بادشکم کے ذریعہ سے چلتا اور آگے بڑھتا ہے یعنی ہوا کا جز مفقود ہونے پر پیخانہ کی چال بھی رک جاتی ہے اسلیئے لازم ہے - کہ ہوائے شکم کو قصداً کبھی نہ روکے ورنہ قبضیت کی علامت قایم ہونیکا خوف ہے جو لوگ کہ فرش پر زیادہ تر بیٹھتے ہیں - اور بلا قید وقت محفل اور مجلس میں اکثر شامل رہتے ہیں و یا دوسروں کے ہمراہ بیٹھتے اور سوتے ہیں تو وہ خواہ مخواہ ہی بادشکم کے روکنے کیوجہہ سے مبتلا ضعف ہاضمہ رہتے ہیں - لہذا اسکے بندوبست کے لیئے بہتر طریقہ یہہ ہے کہ اسکے زود یا دیر ہی کے پانچ مقررہ وقتوں پر یعنی دو وقت تو فوراً کہانا کہانے کے بعد اور دو وقت کہانا ہضم ہونے کے بعد مثلاً اخیر رات میں اور شام کے قریب اور پانچویں

پیخانہ آنے کے وقت کہ ان وقتوں میں ضرور باد شکم کا دورہ ہوتا ہے اور وہ نکلنا چاہتی ہے) انسان خلوت کی اختیار کرے اور بعد لیٹ کر یا ٹہلکے حتی المقدور باد شکم کو اخراج کرے اور اگر ایسا موقع نہ ملے تو شرم کو بالائے طاق رکھکر قصداً روکنے کا بندوبست نہ کرے کیونکہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ اسکے روکنے سے پیخانہ کی چال میں فرق آجاتا ہے اور ایک مرتبہ بھی پیخانہ کی چال میں فرق آنے اور سلسلہ ٹوٹ جانے سے کم از کم تین چار روز تک پیٹ درست نہیں ہوتا۔ بشرطیکہ بعد کو پرہیز بھی کیا جاوے اور سبب بھی دور کیا جاوے ورنہ بے پروائی کے ساتھہ تو ایک مرتبہ کا سلسلہ ٹوٹا ہوا ہفتوں درست نہیں ہوتا۔ اور علاوہ ازیں جائے ضرور یعنی پیخانہ ایسے مقام پر بناوے ویا خود ایسا وقت اور مقام مقرر کرکے کہ جہاں پھر کھلے دل سے بے تکلفی کے ساتھہ حاجت روائی ہو۔ ورنہ برخلاف حالت میں تو شرم اور دغدغہ کے ساتھہ پیخانہ پھرنے سے (جیساکہ مکانوں کے اندر خصوصاً تنگ صحن والے مکانوں میں پیخانہ پھرنے والوں کی حالت ہوتی ہے) ہمیشہ قبضیت اور بدہضمی موجود رہتی ہے لہذا انسان کو قبضیت پیدا کرنے والے سببوں پر بڑا غور رکہنا چاہیئے اور خاصکر ان میں زیادہ کہانے اور باد شکم کو روکنے اور پیٹ پر سردی لگنے کا بڑا خیال رہے یعنی کیسی ہی نعمت ہو بھوک سے زیادہ نہ کہاوے اور باد شکم کو ہرگز نہ روکے اور پیٹ کو کسی موسم میں بھی ہوا نہ لگنے دے۔ بلکہ جسقدر ہوسکے دیگر مقامات سے زیادہ پیٹ کو گرم رکھے اس طریقہ سے آنتیں ڈھیلی اور انکے موہنہ کشادہ رہتے ہیں اور برخلاف حالت میں ہوا لگنے اور سردی پہنچنے سے وہ سکڑ جاتی ہیں اور قبض ہوجاتا ہے۔ اکثر لوگوں قریب قریب سب نے ہی اپنے ذمہ ایک ایسی چیز لگا رکھی ہے کہ جس سے خاص مقصد یہ ہوتا ہے کہ انکی آنتیں ڈھیلی ہوجاویں۔ باد شکم بسہولت اخراج پاوے۔ اور بالآخر نتیجہ یہ کہ پیخانہ خلاصہ آوے یعنی کوئی تمباکو پیتا ہے اور کوئی کہاتا اور سونگھتا ہے اور کوئی گرم گرم چاء پیتا ہے۔ اور کوئی شراب اور چرس وغیرہ اُڑاتا ہے کہ جنسے حقیقتاً عارضی کچھہ کچھہ فائدہ بھی ہوتا ہے۔ مگر ادنےٰ تدبیر یعنی پیٹ کو گرم رکہنا جو کہ قبضیت کو دور کرنے کیلئے اعلےٰ ترین ترکیب ہے۔ اور ہر حالت میں نہایت مفید ہے کوئی بھی عمل میں نہیں لاتا جو کہ سب کپڑوں کے نیچے پشمینہ بنیان۔ وہسکٹ پہننے ویا ایک چوڑی فلالین کی پٹی رکھنے سے ہوسکتا ہے۔ اور جو لوگ کہ اکثر

لوگ پٹکا پیٹ پر باندھے رہتے ہیں تو وہ استحکام کے لئے نہایت مفید ہے خاصکر چلنے پھرنے اور کام کرنے کے وقت پیٹ پر جھٹکا صدمہ لگنے سے حفاظت رہتی ہے۔ اور پیٹ زیادہ بڑھنے نہیں پاتا

علاج اگر ضعف ہاضمہ درحقیقت کسی خاص مرض آلات الہضم کے باعث سے ہو جو کہ اکثر کم ہوتا ہے۔ تو رجوع بحکیم ہوں ورنہ دیگر حالتوں میں تو صرف ہر قسم کے پرہیز اور احتیاطیں کہ جنکا مفصل بیان پہلے آچکا ہے یعنی اسباب مرض کا دور کرنا ہی اسکا علاج ہے اور اگر ایسا نکیا جاویگا تو ادویات کی بوتلیں خالی کرنا بے سود جاتا ہے یعنی کامل اور پائدار فائدہ نہیں ہوتا۔ اور یہ جو بعض اُمرا متعلیق و نازک طبع اشخاص اکثر یبوست طبع اور تبخیر دماغ کی شکایت کرکے علاج کے خواہاں ہوتے ہیں تو یہ اصل میں علامات یا نتیجہ قبضیت ہی کا ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا۔ اور حقیقتاً اپنے جسم کی پوری طور پر خبرداری نکرنے والوں کو اسیطرح نو بنو امراض نمودار ہوتے ہیں۔

بیان ناف کا

یہ جو ایک مسلم مرض ناف کا اُتر جانا۔ ٹلے اُتر جانا۔ دھرن کا ٹلجانا۔ دیا گین پڑجانا پنجابی زبان مشہور ہے تو یہ اصلیں کوئی خاص مرض نہیں۔ بلکہ ایک قسم کا ضعف ہاضمہ ہے۔ یعنی جسوقت کہ آنتوں کے مختلف مقامات میں سُدّوں کا اجتماع ہو کر پیٹ کا فعل خراب ہو جاتا ہے اور طرح بطرح کی علامات کا ظہور ہوتا ہے تو اُسکو لوگ ناف کے نام سے نامزد کر دیتے ہیں۔ مثلاً کسی میں درد شکم ہے اور کسی میں کم مقدار میں بار بار دست آتے ہیں اور کسی حالت میں آنتوں کا رستہ بند ہو کر سخت قسم کا قبض ہو جاتا ہے۔ اور پیٹ بالکل گم ہو جاتا ہے۔ دیا گاہے پیٹ سخت اور تنا ہوا رہتا ہے اور بخار غیر معمولی طور پر قبض کے ساتھ آتا ہے اور بھوک کم ہو جاتی ہے وغیرہ وغیرہ تو گویا کہ یہ سب علامات ہاضمہ کی خرابی کی ہیں۔ مگر عوام الناس نے ایک عجیب نام ناف کے ٹلجانے سے مشہور کر رکھا ہے۔ اور سبب اسکا ہر حالت میں زور کا کرنا اور پیر کا دفعتاً اونچے نیچے ہو کر پیٹ پر جھٹکا لگنا بتلاتے ہیں۔ اور اس مرض کے خاص حکیم بھی جو کہ ذرا مشاق ہوتے ہیں پیٹ کی مالش کرکے اُسکا علاج کرتے ہیں جو کہ حقیقتاً نہ کوئی

نا کہ مریض کیلئے مفید ہی پڑتا ہے۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مریضوں میں تو یہ علامات
سُدّے ہی جمع ہونے کے سبب لاحق ہوتی ہیں جیسا کہ ضعف ہاضمہ کے اسباب کے بیان میں پیٹ پر
جھٹکا لگنا اور زور کرنا وغیرہ لکھا گیا ہے۔ مگر گاہے گاہے دیکھنے میں آتا ہے کہ سخت و بے قاعدہ زور
کرنے خاصکر جبکہ کمر بندھی ہو یا لنگوٹ کسا ہوا ہو۔ و یا پیٹ پر جھٹکا لگنے سے علاوہ سُدّے جمع ہونیکے
صرف پیٹ کے باہر کے پٹھے اور گوشت کے ریشے ہی کھچ جاتے ہیں یا وہ ایک دوسرے پر چڑھ جاتے ہیں
جس سے کہ پیٹ تنگ و سخت ہو جاتا ہے اور نیز اُسکے ہمراہ آنتوں کے فعل اور پاخانہ کے چال میں بھی فرق
آجاتا ہے اور جبکہ یہی حالت یعنی تناؤ و سختی پیٹ کے زیریں حصہ میں ہو جو کہ اکثر عورتوں کو ہو جاتی ہے
تو اسکو ٹلے کا اُترنا کہتے ہیں اور دھرن کا اُترنا تو خاص عورتوں ہی کیلئے مخصوص ہے۔ جیسے گاہے
ایسا ہوتا ہے کہ زیادہ بوجھ اُٹھانے و یا دیگر قسم کے زور اور جھٹکا لگنے سے عورتوں کا رحم یعنی بچہ دان
اپنے مقام سے ہٹ جاتا ہے یا اُسکے پٹھے کھنچ جاتے ہیں تو ان تمام حالتوں میں پیٹ کا تنگ و سخت ہو جانا
اور درد کا ہونا اور آنتوں کے فعل میں فرق آجانا اور کھانا ہضم نہ ہونا اور پاخانہ غیر معمولی طور سے آنا وغیرہ علامات
ہو جاتی ہیں اور گاہے بہت سخت صدمہ پہونچ جانے سے پیٹ کے کسی پٹھے کا ٹوٹ یا پھٹ جانا۔ و یا
آنتوں میں بل پڑ جانا بھی ممکن ہے جو کہ نہایت خوفناک ہے۔ اور ناف کے مقام پر دبا کر جو کہ تڑپنا دیکھا جاتا
ہے تو وہ درحقیقت پیٹ کے اندر کی ایک موٹی رگ ہے جو کہ سب میں موجود ہے اور ہر ایک شخص کی تڑپتی
ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ مگر کبھی بباعث تناؤ دیوار شکم و یا حائل ہونے سُدّوں کے ٹھیک مقام ناف پر
نہ معلوم ہوئی تو اسکا کچھ مضایقہ نہیں بہرطور اخیر یہ ہے کہ ناف نہ تو کوئی خاص شے ہے (بجز ایک
باہر کے سوراخ کے) اور نہ وہ اُترا و چڑھ سکتی ہے۔ اسواسطے یہ اصطلاح بالکل غلط ہے۔ ہاں البتہ اسکو
ضعف ہاضمہ بہمراہی سُدّہ کہا جائے و یا گاہے پیٹ کے صدمات سے نامزد کیا جاوے تو بجا ہے۔ مگر اکثر
اور زیادہ تو قسم اول ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ اور اسیواسطے یہ ناف کا مرض انہیں لوگوں کو ہوتا ہے جو کہ
زیادہ آرام طلب ہوتے ہیں یعنی جو کہ روزمرہ پیدل ہواخوری و چہل قدمی میں تساہلی کرتے ہیں اور جسمی
ریاضت و مشقت سے جی چراتے ہیں و یا ڈھیلے بدن سے زور کرتے رہتے ہیں اور باریک کپڑے پہنکر پیٹ

کو ہوا لگنے نہیں پاتی ۔ ویا اُن کا پیشہ وکسب ایسا ہے کہ جسمیں اُن کو چلنے اور پہرنے کا کم اتفاق ہوتا ہے یا جو لوگ کہ کہانے میں بے اعتدالی زیادہ کرتے ہیں خصوصاً کمزور ہاضمہ والے ۔ اور علاوہ ازیں اِس مرض کی یہہ بہی نشانی ہے کہ جسکو ایک دو مرتبہ ہو جاوے تو اُسکو ہمیشہ ہوتا رہتا ہے جسکا کہ سبب وہی ہے کہ ایک تو سبب کا دور نہونا اور دوسرے آنتوں میں سُدّوں کے مقامات بنجانے سے وہ پہر بارہا وہاں جمع ہوتے رہتے ہیں ۔

علاج چنانچہ اسکے پختہ علاج کے بارے میں کہ جس سے یہہ آئندہ نہونے پاوے ۔ اسباب کا دور کرنا ہے ویا وہی پرہیز اور احتیاطیں کرنی لازم ہیں جو کہ ضعفِ ہضم میں بیان کی گئیں اور مرض کے موجود ہونے کی حالت میں پیٹ کا سیکنا یا روغنی جلاب کا لینا و ملینات یعنی ہلکی دست آور دوا کا برابر چند روز تک استعمال کرنا مفید ہے ۔ مگر چونکہ سُدے خصوصاً پُرانے اور بار بار کے جمع ہونیوالے کہ جنہوں نے آنتوں میں اپنی جگہہ علیحدہ بنالی ہے ادویات مسہل کے ذریعہ سے جلد علیحدہ نہیں ہوتے اور نیز ہر روز کے علاج اور دواؤں کے بار بار استعمال کی دقت سے متقدمین نے اخراج سُدّوں کے لیے پیٹ کی مالش کرنیکی ترکیب ایجاد کی تہی کہ جس سے حقیقتاً بلا دقت سُدے اپنے مقام کو چہوڑ دیتے ہیں تو یہہ ایک آسان اور عمدہ ترکیب ہے اور اگر بالفرض کسی صدمہ یا جہٹکے سے صرف پیٹ کے پٹھوں میں فرق آگیا ہو یا عورتوں میں رحم اپنے مقام سے ہٹ گیا ہو تو اُسکو بہی مالش سے لامحالہ فائدہ ہو جاتا ہے ۔ بہر طور اگر یہہ کارروائی کیجاوے تو حتی المقدور احتیاط اور ملائمت سے کام لینا چاہیئے نہ جیسا کہ بعض آدمی پیٹ پر کہڑے ہو کر یا گہٹنوں سے دبا کر تمام بدن کا زور دیتے ہیں تو اسطرح کسی نہ کسی اندرونی عضو پر صدمہ پہنچنے کا خطرہ ہے ۔

بیان دردِ کمر یعنی چُک آجانیکا

اِس قسم کا خاص دردِ کمر مشہور و معروف ہے کہ جسکو عوام الناس چُک آجانا کہتے ہیں ۔ اِس مرض میں عجیب حالت ہو جاتی ہے کہ انسان چلنے اور بیٹہنے کے قابل نہیں رہتا ۔ اُٹہنا اور بیٹہنا شاق ہوتا ہے ۔ جہکنا اور کروٹ لینا تو گویا وبالِ جان ہو جاتا ہے ۔ اسکا سبب بہی تمام لوگ اگرچہ حسب حال نہیں

کمر میں جھٹکا آجانا خواہ وہ بطفیل زور کرنے کے ہو یا کسی نشیب کی جگہہ میں پیر کے اچانک پڑجانے سے جو کہ لگاتے ممکن بھی ہے۔ تبلاتے ہیں۔ اور علاج کے بارہ میں کمر پر لات کا مارنا خاصکر اس شخص سے یہہ عمل کرایا جاتا ہے جو کہ الٹا پیدا ہوا ہو ویا کمر پر مالش کرنا مقرر کیا گیا ہے۔ مگر دریافت کرنے پر اکثر لوگ ان سببوں کا نام و نشان تک نہیں تبلاتے۔ لہذا معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہہ مرض ہر حالت میں ان سببوں سے تعلق نہیں رکہتا۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ بلکہ اکثر مقام میں تو نتیجہ سُدد و نکے جمع ہونے کا پایا جاتا ہے کہ جنکے سبب سے کمر کے پہیلنے والوں اعصاب کے جڑ و نپر دباؤ پہونچنے سے یہہ حالت ہو جاتی ہے ہاں البتہ بعض مرتبہ یہہ بہی ممکن ہے جبکہ زور کرے یا حقیقتاً جھٹکا لگنے اور سردی لگنے سے یہہ مرض ہو جاوے بہہ طور تجربہ سے دریافت ہوتا ہے کہ جب بلاظاہری سبب مثلاً صدمہ و جھٹکا آجانا پسینہ کی حالت میں کمر پہ ہوا لگنا و یا دیگر طور پر سردی کا لگنا تحقیق کو نہ پہونچے تو ضرور قبضیت ہی اسکا باعث نکلتا ہے جسکا ثبوت یہہ ہے کہ جلاب سے آرام ہو جاتا ہے و نیز تیسرے روز تو خود کہو دی دیکہی ہے آتا ہے اور کمر پر لات مارنے سے جو اسمرض کو گاہے آرام ہو جاتا ہے تو اسکا اثر صرف دو حالتوں میں ہونا ممکن ہے یعنی ڈہیلے بدن پر کروٹ کیحالت میں کمر پر لات مارنے سے شکم میں سُدہ ہی اپنے مقام سے ہٹ جاسکتا ہے اور جو کوئی پٹہ کمر کا جھٹکے یا ندرت سے او پیچ ہو گیا ہو تو وہ ہی اپنے مقام پر آجاتا ہے۔ اور اگر سردی لگنے سے یہہ مرض ہو گیا ہے تو سینکنا اور مالش کرنا مفید پڑے گا۔ غرضکہ زیادہ تر یہہ عارضہ قبضیت کے سبب ہو جاتا ہے اور مسہل سے اکثر آرام ہو جاتا ہے۔

بیان امراض دندان و مسوڑہونکا

یہہ بھی ایسے عام امراض ہیں کہ جنسے شاذ و نادر ہی انسان بچے ہوئے نظر آتے ہیں یعنی اگر کسیکو خاص دانتونکا مرض نہو تو مسوڑہونکی بیماری تو اکثر لوگونکو موجود رہتی ہے۔ چنانچہ خاص مرض دندان کہ جسکو عوام الناس دانت میں کیڑا لگنے کے نام سے مشہور کرتے ہیں حقیقت میں دانتوں کی پرورش کرنے والی رگون پر دباؤ پہونچنے۔ خراب دگر دِرغذا ملنے۔ اور معدہ میں غلاظت ہونے

کی وجہہ سے دانتوں کی پرورش میں فتور واقع ہوکر اُنکا گلنا شروع ہوجاتا ہے اور خراش اعصاب کے سبب سے درد شدید ہوتا ہے۔ بعدہٗ رفتہ رفتہ یا تو کسی خاص دانت پر اثر ظاہر ہوکر مرض بالکل زایل ہوجاتا ہے یا چند بار بطور دورہ محسوس ہوکر اُس خاص دانت اور گاہے چند دیگر قرب وجوار کے دانتوں کو خراب کردیتا ہے۔ **اسباب** زیادہ شیرینی خصوصاً خالص گڑ اور چینی کا کثرت سے استعمال کرنا۔ سوء ہضمی میں ایک عرصہ تک مبتلا رہنا۔ غذا کا بخوبی نہ ملنا۔ غددی مزاج ہونا

مرض مسوڑہ یہہ مرض بہ نسبت دانتوں کے زیادہ دیکھنے میں آتا ہے۔ اسمیں مسوڑہوں کی کنارے جو کہ ہیچ کیجانب دانتوں سے چسپاں رہتے ہیں بخوبی پرورش نہوکر یا تو شروع میں ضعف نیلگوں ہوجاتے ہیں و یا خود بخود دانتوں سے علٰحدہ ہوجاتے ہیں اور گاہے ورم کر آتے ہیں یا نرم و سامدار ہوکر اُن میں زخم ہوجاتے ہیں کہ جنسے بغیر از معلوم کم مقدار میں پیپ خارج ہوتی رہتی ہے اور کبھی ذرا صدمہ سے خون جاری ہوجاتا ہے۔ موٗنھ سے کم و بیش بدبو آتی ہے۔ اور گاہے سرسراہٹ کے ساتھ خفیف درد بھی ہوتا ہے۔ غرضکہ اسیطرح چند روز کے بعد دانت کمزور اور ڈھیلے ہوکر گرنے شروع ہوجاتے ہیں۔ جنسے کہ انسان قبل از وقت ضعیف ہوجاتا ہے۔ **اسباب** مزاج کا غددی ہونا جسم کمزور ہونا۔ ایک مدت تک مرض سوء ہضمی میں مبتلا رہنا۔ شراب خوری کثرت سے کرنا۔ خون میں آتشک اور سوزاک کی زہر کی آمیزش ہونا۔ کشتہ جات خصوصاً سنکھیا پارہ تانبا فاسفورس کا استعمال کرنا سبز ترکاری و ترشی کا ایک عرصہ تک قطعی استعمال نکرنا۔ ہر ایک قسم کی غذا خاصکر دودھ اور چاہ کا زیادہ گرم حالت میں استعمال کرنا۔ دانتوں کی صفائی نرکھنا۔ جس سے کہ دانت اور مسوڑہوں کے درمیان میل جمع ہوکر اُن کی پرورش بند کردیتا ہے۔ دانتوں کو صاف کرنے کے لیئے حد سے زیادہ رگڑنا۔

بیان نزلہ کا

یہہ وہ مرض ہے کہ جسمیں بقول حکماء سابقین ایک قسم کی رطوبت کسی خاص مادہ سے انسان کے دماغ

میں پیدا ہوکر مختلف مقامات چہرہ اور سینہ پر نزول کرتی ہے جس سے کہ وہ متعدد امراض گوش ۔ بینی ۔ چشم ۔ حلق و سینہ میں اکثر مبتلا رہتا ہے۔ مثلاً زکام ۔ کھانسی خناق ۔ کنٹھ مالا وغیرہ وغیرہ ۔ اور اگر وہ رطوبت چندے دماغ میں محدود رہجاوے تو وہ شخص درد و دوران سر کے بعد فوراً کسی سخت مرض دماغی کا بیمار ہو جاتا ہے اور جو گاہے اسکا میلان بالوں کی جانب ہوجاوے تو تمام بال قبل از وقت سفید ہونے شروع ہوجاتے ہیں ۔ مگر اس مرض کے بارہ میں حکما متاخرین کی یہہ رائے ہے کہ رطوبت کا دماغ میں پیدا ہوکر چہرہ و سینہ پر نازل ہونا تو بے ثبوت ہے ۔ ہاں البتہ ایک قسم کی دانہ دار رطوبت کا (جوکہ بارہا مقام مرض سے نکالکر دیکھی گئی ہے) خون میں پیدا ہوکر تمام جسم میں دورہ کرنا اور مختلف مقامات جسم میں جمع ہوکر چند امراض کا پیدا کرنا ضرور دیکھنے میں آتا ہے ۔ جسکا کہ مفصل بیان مزاج غدودی میں رقم ہوچکا ہے اور یہہ رطوبت جو کہ اول کسی جسم میں بسبب نامعلوم سے پیدا ہوکر خون کے ہمراہ دورہ کرتی ہے ۔ اکثر تو موروثی طور پر بذریعہ نطفہ اپنے آباؤ اجداد سے حاصل ہوتی ہے ۔ اور گاہے دیگر زہریلی رطوبات کیموافق دوسرے جسموں میں بھی سرایت کر سکتی ہے اور ہر ایک مقام جسم میں جمع ہوسکتی ہے ۔ مگر تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ جمع ہونا زم و مسامدار مقامات جسم خاصکر آنکھہ ۔ ناک ۔ حلق ۔ اور پھیپڑہ میں زیادہ تر دیکھنے میں آتا ہے ۔ بلکہ پھیپڑہ تو جوکہ دراصل خون کے صاف ہونیکا مقام ہے ۔ ہر ایک اس قسم کے مرض ہمراہ ضرور شامل ہوجاتا ہے جسکی کافی دلیل یہہ ہے کہ ایسا شخص اکثر اور ہر ایک سرد موسم میں زکام اور کھانسی میں مبتلا رہتا ہے ۔ اور یہہ جو بعض اشخاص صرف اپنی بے احتیاطی کے سبب گاہے گاہے زکام و کھانسی کے مریض ہوجاتے ہیں تو اسکو نزلہ سے کچھہ تعلق نہیں ہے ۔

بیان بالونکی سفید ہونیکا

اس سے تو ہر کوئی واقف ہے کہ ضعیفی کی عمر آنے پر یا چالیس سال کی عمر کے بعد ہر ایک انسان کے بال سفید ہونے شروع ہوجاتے ہیں ۔ مگر گاہے گاہے دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض لوگوں کے قبل

از وقت یعنی بیس یا تیس سال کی عمر کے بعد سے ہی بالونکا سفید ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ دیا بجائے
ساٹھ سال کے چالیس ہی برس کی عمر میں کل سر و داڑھی کے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ تو اسکی کیا وجہ ہے
چنانچہ عوام الناس نے جو کہ نزلہ کے سبب سے بالونکا سفید ہونا مشہور کر رکھا ہے تو یہ ظاہرا لغو اور ایک
بے بنیہ و بلا ثبوت امر معلوم ہوتا ہے۔ ہاں البتہ تجربہ سے جو دریافت کیا گیا تو معلوم ہوتا ہے کہ قبل از عمر
بالونکا سفید ہونا مفصلہ ذیل اسباب سے تعلق رکھتا ہے۔ اول زیادہ دماغی محنت کرنا۔ دوم زیادہ
رنج و فکر و یا کسی امر پر غور کرنا۔ سوم کسی شدید مرض کا لاحق ہونا۔ چہارم دائمی سوء ہضمی میں مبتلا
رہنا۔ چنانچہ غور کر کے جو دیکھا گیا تو ہر چہار اسباب مذکورہ بالا کا اثر زیادہ تر خوشحال۔ امراء اور
اوسط درجہ والونہیں ہی پایا جاتا ہے۔ کیونکہ دماغی محنت زیادہ رنج و فکر اور غور کرنا اکثر سمجھدار اور
انجام کار سوچنے والوں۔ خواندہ اور مالدار دل ہی کو ہوا کرتے ہیں ورنہ غریب آدمی کو تو کہ جنکی
عقل اکثر محدود ہوتی ہے نہ تو دماغی محنت سے کام۔ نہ مال کی ترقی اور ضائع ہونیکا چنداں تردد۔
اور نہ کسیکی دشمنی و ایذا رسانی کی فکر۔ نہ ہم چشموں کی ریس۔ نہ قلت اولاد کا خیال نہ کسیکی بیمار ہونے اور
مرنیکا چنداں رنج۔ اور نہ باعث آزاد رہنے محنت و مشقت کرنے کے بقدر بیمار رہونا بلکہ ضعف
ہاضمہ کی بیماری سے تو وہ واقف ہی نہیں ہوتے۔ مگر تاہم یاد رہے کہ جس شخص کو رنج و فکر۔
غور و خیال دائمی اور عمیق ہوتا ہے۔ یعنی جس سے کہ اسکے دل میں ہر وقت نشیب و فراز اور ادھیڑ
بن لگی رہے۔ جیسا کہ بعض کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر ایک امر میں خواہ اپنا ہو یا غیر کا۔ خوشی و
ترقی سے تعلق رکھے دیا رنج و تنزلی سے وہ خواہ نخواہ ہی زیادہ فکر و خوض کیا کرتے ہیں کہ جس سے
دل و دماغ پر صدمہ پہونچتا ہے تو اسطرح البتہ قبل از وقت بال سفید ہونیکا اندیشہ رہتا ہے ورنہ
معمولی چند روزہ رنج و فکر سے تو چنداں حرج نہیں ہوتا۔ اور خاصکر جو لوگ کہ اپنی زندگی بغیر از
خیال میں لائے کسی رنج اور مصائب۔ فکر و تردد دنیاوی کے کہ جو وقتاً فوقتاً ہر ایک کو در پیش
آتی رہتی ہیں ہنسی و خوشی کے ساتھ گذارتے ہیں۔ خواہ یہہ عادت شکر و صبر کے سبب سے ہو یا رندانہ پن
ہے۔ کم فہمی سے علاقہ رکھتی ہو یا بیحیائی سے تو ایسے لوگوں کے بال تو پچاس ساٹھ سال کی عمر تک

بھی سفید نہیں ہونے پاتے۔

بیان کمی باہ اور جریان کا

فی زمانہ دنیا کا بھی عجیب حال ہے جسکو دیکھو وہی ان ہر دو امراض میں سے کسی نہ کسی کی مرض شکایت کرتا ہے۔ یعنی جس سے دریافت کیجیئو وہی اپنے تئیں کمی باہ کا مریض بتلاتا ہے۔ جہاں کہیں سنو وہیں اس قسم کی نسخوں کا ذکر و اذکار ہو رہا ہے۔ جس سے پوچھیئے وہی اپنا جریان کا مرض پیش کرتا ہے حتیٰ کہ فیصدی شاید دو مرد ہی ان امراض سے بری نہیں پائے جاتے اور اگر کسی مقام پر ان امراض کے لیئے مفید دوا کا ہونا پایۂ ثبوت کو پہونچ جاوے تو غالباً اسقدر طالب پیدا ہوں کہ اگر دوائی کا دریا بھی موجود ہو تو خشک ہو جاوے اور نہایت تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جس عمر والے کو دیکھو وہی اس قسم کی دوائیوں کی تلاش کر رہا ہے۔ بڑے عمر والوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ یہاں تو بڑا افسوس اُن نوجوانوں کے واسطے ہے کہ جو ہنوز بے ریش ہیں و یا اُنکی عمر عالم شباب کی حد تک نہیں پہونچی کہ وہ اپنی طاقت کو زائل کر کے ادویہ مقوی باہ و مغلظ کے متلاشی ہیں۔ پس یہ نازک حالت یعنی فیصدی ایک سو کو مرض کا ہونا ثابت کرتا ہے کہ حقیقتاً یہ سب بیمار نہیں ہیں۔ کیونکہ مرض کھیلیو (علاوہ وبائی امراض کے) حد کا درجہ فیصدی دس ہوا کرتا ہے۔ مگر یہاں عجیب واردات ہے کہ تمام و کمال ہی مریض قوت باہ اور جریان نظر آتے ہیں۔ لہذا اس حالت تحقیق کی رو سے ثبوت ہوتا ہے کہ اس تمام تعداد مریضوں میں سے در اصل نصف تو باعث بے قاعدگی و بے اعتدالی افعال و حرکات خود مریض ہو جاتے ہیں اور چوتھائی پیدائشی کمزور۔ و یا قدرتی اور لاچاری طور پر اسباب کے پیدا ہو جانے سے بیمار ہوتے ہیں اور چوتھائی محض بوالہوس باؤہی نظر آتے ہیں یعنی وہ خلاف قاعدہ بغیر از خیال عمر و طاقت و بلالحاظ جسمانی صحت و مقدرت تا زیست اپنے میں ہر وقت سو درجہ کی اعلےٰ طاقت چاہتے ہیں جو کہ ان کو کسیطرح حاصل نہیں ہو سکتی۔ لہذا وہ اپنے تئیں مفید گرداں کرا دویات کی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ باوجود ان ہر دو

اور اکثر ایسے ہیں جو کسی کے بہی مریض نہیں مگر باعث ناواقفیت ۔ وہم اور حرص اپنے تئیں مریض تصور کر لیتے ہیں یہ خیال نہیں رہتے کہ حسب دستور ہر طاقت کی بہی کمی و زیادتی انسان کی عمر۔ قوت اور صحت جسمانی پر منحصر ہے یعنی اگر کوئی شخص اوسط درجہ کا تندرست بیس و پچیس سالہ عمر ہفتہ میں دو مرتبہ اور چالیس سالہ ایک مرتبہ مجامعت پر حاوی ہو سکے تو یہ اُسکے لیے کافی اور مناسب ہی۔ ورنہ حمل پر مبنی کیا جائیگا۔

اسباب کمی باہ ان میں سے بعض تو قدرتی ہی پیدا ہو جاتے ہیں اور بعض اُس شخص سے خود ہی بباعث ناواقفیت ۔ بہول ولاچاری سرزد ہو جاتے ہیں۔ لیکن اکثر اسباب کا یہ انسان خود مرتکب ہوتا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ اعضاء تناسل یا اُسکی رگ وپے میں پیدایشی فرق ہونا و یا بعید کو قرب وجوار میں کسی خاص مرض کا ہونا۔ مثلاً ریگ گردہ ۔ پتہری۔ بواسیر ۔ ناسور وغیرہ وغیرہ تمام جسم کا نحیف و کمزور ہونا جلق اور اغلام کا مرتکب ہونا۔ آتشک اور سوزاک میں مبتلا ہونا جماع کی کثرت کرنا۔ زیادہ عرصہ تک رُکا رہنا۔ زیادہ فربہ ہو جانا۔ مرض ضعف ہاضمہ کا ہونا ایک مدت تک شب وروز لنگوٹ کا استعمال کرنا ۔ زیادہ بیٹہنا۔ خصوصاً سخت مقامات پر جن سے نشست گاہ کی رگو نپر دباؤ یا صدمہ پہونچے مثلاً سواری زیادہ کرنا۔ خاصکر سخت قسم کی کاٹہیوں اور جانوروں کی ننگی پیٹہہ پر و یا زمین۔ فرش اور تپائی وغیرہ پر ایک عرصہ تک مداومت کے ساتہہ بیٹہنا جیساکہ کاہل و جودو شائقین شطرنج و گنجفہ و یا دیگر اہل کسب و پیشہ کا دستور ہے۔ بچپن یا شروع شباب کی عمر سے مجامعت کا شروع کر دینا۔

اسباب مرض جریان جسم کا قدرتی یا کسی مرض کے باعث کمزور ہو جانا۔ مرض ضعف ہاضمہ کا ہونا۔ جلق و اغلام کا مرتکب ہونا۔ آتشک خصوصاً سوزاک کا ہونا۔ ریگ گردہ کا ہونا ۔ جماع کثرت سے کرنا گرم اور رقیق کنندہ چیزونکا کثرت سے استعمال کرنا۔ مثلاً شراب۔ میوہ جات۔ مرچ ترشی۔ بچہ شیرینی۔ و یا شہد۔ کہجور۔ گڑ۔ کا کثرت سے کہانا۔ چاء کا کثرت اور مداومت کے ساتہہ پینا۔ اکثر اوقات خیالات فاسدہ میں غرق رہنا۔

علاج چنانچہ بموجب اصول مقررہ اصل علاج تو ان مرضوں کا یہی ہے کہ اول اسباب دور کیے جاویں جنکے واسطے انسان کو خود ہی غور کرنا چاہیئے کہ آیا اسکو کس خاص سبب سے یہہ مرض پیدا ہوا ہے یا وہ شخص اسباب مذکورہ بالا میں سے کس کس کا مرتکب ہوا ہے و یا اسمیں کون سی حقیقی مرض کی علامات موجود ہیں بعدہ حسب قاعدہ انکا تدارک کرے۔ یہہ فعل تو درست نہیں ہے کہ بوقت ضرورت ہر حالت میں ہی ادویات مقوی۔ مبرد و مغلظ کا ہی استعمال کیا جاوے ہرگز ہرگز کچھ بھی فائدہ نہوگا جبتک کہ سبب کا حال معلوم کرکے وہ ترک نکیا جاویگا۔ مثلاً اگر کسیکو زیادہ بیٹھک کرنے و سخت مقامات پر مداومت کیساتھہ بیٹھکر کام کرنے سے باہ میں فرق آیا ہے تو اس فعل کو ترک کو کرنا چاہیئے و یا بامر اجباری خاص ضرورت کیوقت اپنے مقام بیٹھک کو حتے المقدور نرم بناوے۔ تمام اہل قلم۔ کارندوں پیشہ وروں اور دوکانداروں کو چاہیئے کہ اپنے اپنے مقامات نشستگاہ کرسی و تپائی وغیرہ پر نرم گدیونکا استعمال کریں۔ اور نیچے بیٹھنے والے اپنے اپنے مقامات فرش کو نرم رکھیں اور سواری کے واسطے حتے الوسع چارجامہ استعمال کئے جاویں۔ اور اگر کاٹھی پر ہی سوار ہونا منظور ہو تو کیا تو اسکو کسیقدر نرم بنانے کا بندوبست ہو یا بوقت سواری ایک روئیدار نرم جانگیہ کا معہ لنگوٹ استعمال کرے۔ تاکہ نشستگاہ کی رگیں سواری کے صدمہ سے محفوظ رہیں نیز کاڑائی وغیرہ کے پاجامہ ورجس سے بھی یہی مطلب حاصل ہوسکتا ہے۔ غرضکہ اسیطرح جن جن اسباب سے مرض کا ہونا دریافت ہو تو اسکا اسیطرح تدارک کرے۔ لیکن چونکہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اکثر یہہ امراض یا تو نتیجہ جلق و اغلام و مرض آتشک و سوزاک کا ہوتا ہے۔ یا عوام میں کثرت جماع و فتور ہاضمہ و بے اعتدالی غذا سے ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اول قسم کے واسطے تو بعد از ترک اسباب مقام مخصوص پر مدر دوا کا استعمال کرکے رطوبت کا اخراج کرنا۔ اور قسم دوم کیلیئے سبب دور کرنے کے بعد صرف مقوی ادویہ اور اغذیہ کا استعمال کرنا مفید ہوتا ہے۔ خصوصاً ہر حالت میں ہاضمہ کا بہت بڑا خیال درکار ہے۔ کیونکہ انسان کی کل طاقتونکا دارومدار اسی پر منحصر ہے۔

بیان اثر جادو و نظر اور آسیب کا

یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ انسان ان تین اثروں کے سبب سے بھی گاہے گاہے بیمار ہو جاتا ہے اور انکے علاج بھی ایک عجیب طریقہ کے ساتھہ بغیر از دوا کئے جاتے ہیں تو یہہ فی الحقیقت بہت درست ہیں مگر نہ اسقدر کہ جیسے عوام الناس نے اکثر امراض ہی کو باعث نہ سمجھہ میں آنے ۔ و یا مخلوط العلامات ہونیکے مقرر کر رکھا ہے ۔ اسمیں تو کچھہ شک نہیں کہ از روئے علم حکمت یہہ ہر سہ اثر فہرست اسباب مرض سے تو بالکل علیحدہ ہیں ۔ مگر حقیقتاً اپنے مشہور شدہ ناموں سے درست ہیں بشرطیکہ وہ پختہ ہوں ۔ ورنہ دیگر حالات میں تو خواہ مخواہ ہی امراض دماغی و بنا و ٹی بہانہ تصور کئے جاوینگے ۔ مگر چونکہ ان تینوں اثروں کے سبب سے بیمار ہونا در اصل بہت ہی کم دیکھنے میں آتا ہے (یعنی سو میں دو چار) اس سبب سے آجکل کے ظاہری عقلا انکو بالکل لغو اور انکے درست ماننے والوں کو بیعقل خیال کرتے ہیں جس سے کہ بجز انکی ناواقفیت اور ناتجربہ کاری کے اور کیا ظاہر ہو سکتا ہے ۔ مضمون ان اثروں کی علامات ایسی عجیب ہوتی ہیں کہ جنکو نہ تو کسی خاص مرض سے تعلق اور نہ دریافت کرنے سے بجز ان ہر سہ اثرات کے انکا اور کوئی سبب نکلتا ہے اور نہ اس قسم کے امراض بجز انکے خاص علاج مقررہ کے دواؤں سے آرام ہونے میں آتے ہیں ۔ لہذا ظاہر ہوتا ہے کہ ضرور اسطرح بیمار ہونا کسی نئے سبب سے علاقہ رکھتا ہے ۔ بلکہ کوشش اور غور ایک ایسا عمل ہے کہ جسکے باعث ان اثروں کے منکر بھی اب کچھہ قائل ہوتے جاتے ہیں ۔ مثلاً جیسا کہ جادو اور نظر کو اثر مسمریزم خیال کر کے انکے سبب سے بیمار ہونا و یا جان سے گذر جانا درست تصور کرتے ہیں ۔ مگر ہنوز اثر آسیب یعنی جن بھوت اور ارواح انسان کے اثر کے باعث سے بیمار ہو جانا کہ جسکے ثبوت کے لئے کچھہ زیادہ کوشش اور تلاش درکار ہے ۔ قائل نہیں ہوئے ۔ حالانکہ یہہ ایک ایسا مشہور اور معروف سبب ہے کہ جسکا ہر ایک کو قائل ہونا چاہیئے اور جسکا ثبوت بجز اقوال بزرگان زمانہ سابق اب بھی ہوتا ہے اور اسکے آزمانے والے اور بچشم خود دیکھنے والے کچھہ دو چار نہیں ۔ بلکہ صدہا عاقل بالغ ۔ ذیہوش ۔ اور معتبر ایسے

موجود ہیں کہ جنکے اقوال خواہ مخواہ اُنکی عقل اور راست بازی کے سبب ماننے کے قابل ہیں۔ اور یہہ کچھ تعجب کی بات ہی نہیں ہے۔ جن اور بھوت بھی موافق دیگر مخلوقات مخلوق ہو سکتے ہیں۔ اور خداوند برتر سب طرح پر قادر ہے یہہ تو کچھ ضرور نہیں کہ جو چیز ہماری نگاہ سے نگذری ہو وہ دنیا سے ہی معدوم ہو۔ منکروں کو لازم ہے کہ سب ملکر تلاش کریں اور جن مقاموں پر جسطرح اور جس وقت اُن کا موجود ہونا بتلایا جاوے وہاں پر دس بیس پچاس مرتبہ جاکر دیکھیں اور ایک عرصہ تک کوشش کریں تو اس طریقہ سے بالضرور سراغ ملجانے کی امید ہے۔ آبادی اور مکانوں میں بیٹھکر اور شام ہی سے بغیر از ہمراہی آدمی و لالٹین ایک قدم ہی باہر نہ رکھکر ایک چیز کا انکار کرنا بیجا بیوقوفی ثابت کرنا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جن بھوت کا ہر ایک کو ملنا و انکی خوف و شرارت سے بیمار ہونا ایسا عام نہیں ہے جیسا کہ شہرہ ہے۔ جادو اور نظر کا درست ہونا تو قریب قریب فیصلہ ہی ہو چکا جنمیں بہہ اثر مسمریزم سے تعلق رکھتے ہیں مگر آسیب ایسے کرشمے جو کہ حقیقی اور راست بہت کم دیکھنے میں آتا ہے تجربہ سے جو دیکھا گیا تو معلوم ہوتا ہے کہ آسیب کے باعث سے بیمار ہونا زیادہ تر نا بالغوں اور عورتوں میں دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ بچوں میں تو بباعث ذیہوش و ذی عقل نہونے کے چنداں ثبوت نہیں ہوتا۔ اور اس قسم کی مریض عورتوں میں تلاش کرنے سے جنکی کہ علامات عجیب اور خلاف معمولی امراض کے ہوتی ہیں فیصدی اسی کا تو بسبب خرابی افعال رحم اور رنج و فکر کے بیمار ہونا پایا جاتا ہے۔ اور پندرہ مکر و فریب سے بناوٹی مریض ہوتی ہیں اور پانچ حقیقی آسیب کے اثر سے بیمار ہوتی ہیں۔ مگر حکما ایسے مریض کو دیکھکر جنون یا ہسٹریا بتلا دیتے ہیں۔ اور بعض مرتبہ علامات عجیب مثلاً ناخواندہ اور بیعلم کا علم دار ہو جانا۔ ناواقف کا دوسری زبان بولنا۔ پوشیدہ راز اور حالات کا بیان کرنا۔ انسان میں خلاف از عقل طاقت کا آجانا اور کسی خاص ہی وقت پر ایک عجیب حالت کا طاری ہونا۔ علاج سے کچھ بھی افاقہ نہونا۔ اور خود بخود آرام ہو جانا وغیرہ دیکھکر جنکو نہ علامات مرض اور نہ مسمریزم سے تعلق ہے۔ لاعلمی و بانہ سمجھ میں آنا بتلاتے ہیں۔

بیان عورات کی بیمار ہونیکا

عورتوں کو بھی موافق مردوں کے ہر قسم کی بیماریاں ہر ایک سبب سے ہو سکتی ہیں اور
اُنکے علاج کے اصول بھی وہی ہیں۔ مگر چونکہ عورتیں بباعث خرابی افعال رحم یعنی کمی و بیشی
رطوبت ماہواری و عدم قرار و استقاط حمل کے زیادہ تر بیمار ہوتی ہیں اور بباعث شرم اُسکا
اظہار بھی نہیں کر سکتیں۔ لہذا اکثر اوقات اُنکے خاص مرضوں کو تشخیص کرنا
اور اُنکے علاج کرنے میں حکیم کو بڑی دقت ہوتی ہے۔ اور مریضہ بھی زیادہ عرصہ
تک تکلیف میں مبتلا رہتی ہے۔ حمل کا قرار ہو کر بچہ کا پیدا ہونا گو کہ ایک عام بات ہے
لیکن اگر غور سے دیکھا جاوے تو عورتوں کے لیے درحقیقت اسمیں بہت بڑا مرحلہ طے
کرنا ہوتا ہے۔ اور گاہے اس خاص سبب و یا اس زمانہ بے احتیاطیاں ہو جانے سے
صدہا دیگر مہلک امراض عورتوں کو پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور علے ہذا القیاس ایام ماہواری
کی بے اعتدالی یعنی رطوبت رحم کے اپنے وقت مقررہ و یا خلاصہ طور پر خارج نہ ہونے سے ہی جبکہ تمام
عورتوں کی صحت کا دارومدار ہوتا ہے بیمار ہو جاتی ہیں۔ جبکہ سبب زیادہ تر سردی کا لگنا زور کرنے
اور بوجھ اُٹھانے سے مقام رحم پر صدمہ پہونچنا ہوتا ہے۔ لہذا عورتوں کو لازم ہے کہ حتے المقدور
اپنے مقام پیٹ کو سردی لگنے سے محفوظ رکھیں۔ اور زیادہ زور کرنے۔ بہت بھاری چیز اُٹھانے
اور کودنے سے احتیاط کریں۔ کیونکہ اُنکے جسم پر بباعث نازک اور ڈھیلا ہونے اور نیز ڈھیلی پوشاک
پہننے کے اندرونی اعضاء شکم پر جلد اور صدمہ کا اثر پہونچکر اُنکے افعال میں جلد تبدیلی ہو جاتی ہے۔
جبکو کہ وہ ناف اور ٹلے کا اُتر جانا خیال کر کے پیٹ کی مالش کرایا کرتی ہیں۔ اور خصوصاً احتیاط بیر
خاص ایام ماہواری و زمانہ حمل و یا بچہ سے بعد از حمل اور کمزور نحیف ہونے کی حالت میں زیادہ
درکار ہیں۔ اور اگرچہ بعض اوقات عورتوں کو ایام ماہواری کی خرابیاں۔ حمل کا قرار نہیا

ویا ہو وقت اسقاط کا ہونا باعث خاص خاص امراض اندرونی مثلاً رحم کے باریک اور سخت ہونے ویا اسمیں ستوں کے پیدا ہو جانے وغیرہ سے ہی ہو جاتی ہیں۔ مگر زیادہ تر اس قسم کی تکلیفیں صرف اُن کی اپنی ہی بے احتیاطیوں سے دیکھنے میں آتی ہیں جسپر کہ ان کو زیادہ خیال کرنا چاہیئے۔ اور نیز بوقت لاحق ہونے کسی مرض کے اسکا فوراً علاج کرانا اور بنیاد مرض سے حکیموں کو آگاہ کر دینا ضروریات سے ہے۔ اور حکیموں کو بھی لازم ہے کہ عورتوں کے علاج کرنے کے وقت (خواہ وہ مرض ظاہرا کسی قسم کا ہو) پہلے انکی درستگی و تبدیلی افعال رحم کو دریافت کرلیں۔ کیونکہ عورتوں کو صدہا علیحدہ امراض سنکو کہ بظاہر ان مقامات سے کچھ ہی علاقہ نہیں ہوتا۔ خاص انہیں سببوں سے دیکھے میں آتے ہیں۔ ورنہ قاعدہ کیموافق سبب مرض کا علاج ہونے سے خود ہی دقت اٹھانی پڑتی ہے اور اسطرف مریضہ کو بھی صحت کلی حاصل نہیں ہوتی۔

خاتمہ کتاب

اے صاحبان والاشان یہہ تو آپ کو اس رسالہ کے ایک نظر دیکھنے سے خوب واضح ہو گیا ہوگا کہ یہہ انسان اشرف المخلوقات اپنے جوہر بے بہائے عقل کے ذریعہ سے مختلف علوم و معلومات میں مہارت حاصل کرنے اور بزرگوں کے اقوال اور نصیحت کا پابند ہونے ہی سے مجمع اوصاف۔ عاقل اور تندرست ہو جاتا ہے۔ مگر افسوس کہ برخلاف اسکے اکثر لوگ بیروعقل خود اپنے ہی بے قاعدگی افعال اور ناشایستہ حرکات کی طفیل سے مختلف روحانی معاملاتی اور جسمانی امراض میں مبتلا ہو کر۔ عمر بھر منبع بد اوصاف۔ بے عقل۔ اور مریض بنکر وہ اپنے تئیں عاقل اور تندرست تصور کیئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ عاقل اصل میں وہ ہوتا ہے کہ جسکی روح اور جسم ہر دو تندرست ہوں یعنی وہ ہر قسم کے امراض خصوصاً اختیاری سے تو بالکل مبرا ہو جسکا کہ اس کتاب کے لکھے ہوئے امراض سے اپنا مقابلہ کر سکتا ہے۔ مگر یہہ

ہی خوبیاں تمام رستے کہ دنیا میں بجز شاذ و نادر ہی کے کہ جنکو خاص الخاص کہنا بجا ہوگا کو
ہی جو اہل دنیا یہ جہان ایسا نہیں ہے کہ جو کامل تندرست حالت میں ہو یعنی مرض اور عیب
... بیشتر تو ہیں انسان کو غور سے دیکھا جاتا ہے تو کوئی نہ کسی قسم کا مریض نظر آتا ہے
یعنی کوئی امراض روحی میں مبتلا ہے۔ اور کوئی معاملات میں مرضانہ کا بیمار ہے۔ اور کوئی جسمانی
امراض میں گرفتار ہے۔ اور سچ جانور یا تہ بیجان ہو نظر دیکھا جاتا ہے تو اسمیں کوئی نہ کوئی عیب
موجود ہے۔ جنکا کہ سبب بجز اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ بے عیب کا لفظ صرف اس باری تعالیٰ
ہی کے لیے مخصوص ہے۔ لیکن گرفت کے لائق سب سے اول وہ شخص ہے جو روحانی مریض
ہو۔ اسمیں تمام مشرکین و کفار۔ اور حاسد۔ بخیل۔ بدعمل۔ خودپسند۔ متکبر۔ ناشکر۔ کینہ ور
شریر۔ اور ظالم داخل ہیں اور بعد انکے مریض معاملات میں یعنی۔ جنکے چال چلن۔ طریق
اور کارروائیاں بے شرع۔ بدنما۔ خلاف تہذیب۔ بدقاعدہ۔ اور ناشائستہ۔ تکلیف دہندہ
نفیس و دیگراں ہوں۔ اور ازاں بعد جسمانی مریض ہیں جو کہ اپنی ہی غلطیوں و بے احتیاطی
اسباب سے ہمیشہ بیمار رہتے ہیں۔ جنکا کہ مفصل بیان جداگانہ ہر ایک مقالہ میں اوپر بیان
ہو چکا ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ ہر ایک حالت میں عاقل اور تندرست بننے کی کوشش
کرے یعنی ایسا تدارک کرے کہ جس میں اسکی روح اور جسم ہر دو تندرست رہیں اور اسکی
کارروائیاں موافق تعلقات دنیاوی درست اور باقاعدہ ہوں ورنہ برخلاف حالت میں
اُس شخص کو اُسکے درجہ اور حالت کے موافق بے عقل اور مریض کہا جائیگا۔

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ کُلِّ بَلَاءِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَۃِ

تمام شد

مورخہ ۲۴ مارچ ۱۸۹۶ء - مقام فیروزپور